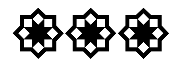
فہرست عنوانات



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف کا مختصر تعارف

(مصنف کے قلم سے)

نام: حافظ زبیر علی زئی

[بن مجدد خان بن دوست محمد خان بن جہانگیر خان علی زئی]

پیدائش: ۲۵ جون ۱۹۵۷ء (حضرو، ضلع اٹک)

تعلیم: 1- فارغ التحصیل از جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

2- فارغ التحصیل از وفاق المدارس السّلفیہ فیصل آباد

3- ایم اے عربی (پنجاب یونیورسٹی)

4- ایم اے اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی)

بعض اساتذہ:

1- مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۰۸ھ)

2- مولانا ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۵ھ)

3- مولانا ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۶ھ)

4- مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ)

5- مولانا ابوالرجال اللہ دتہ السوہدروی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۲ھ)

6- مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ، وغیرہم

نرینہ اولاد:

1- طاہر

2- عبداللہ

3- معاذ

اردو تصانیف

1- نور العینین فی اثبات رفع الیدین (اس کا یہی جدید ایڈیشن معتبر ہے)
2- القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح (ماہنامہ الحدیث حضرو میں مطبوع ہے)
3- نور القمرین (اسی کتاب کے آخر میں، بعد از مراجعت مطبوع ہے)
4- الکواکب الدریہ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام/مطبوع)
5- جنت کا راستہ (مطبوع)
6- ہدیۃ المسلمین (مطبوع از مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد)
7- تعدادِ رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ (مطبوع)
8- نور المصابیح (مطبوع)
9- تخریج احادیث الرسول کا نک تراہ (مطبوع)
10- ماسٹر امین اوکاڑوی کا تعاقب (مطبوع)
11- القول المتین فی الجہر بالتامین (مطبوع)
12- عبادات میں بدعات اور سنت سے ان کا رد [ترجمہ وتحقیق] (مطبوع)
13- شرح حدیثِ جبریل (مطبوع)
14- نصر الباری فی تحقیق وترجمۃ جزء القراءۃ للبخاری (مطبوع)
15- ترجمہ وتحقیق جزء رفع الیدین (مطبوع)
16- اکاذیب آلِ دیوبند (غیر مطبوع)
17- تخریج نماز نبوی (مطبوع)
18- تسہیل الوصول فی تخریج احادیث صلوٰۃ الرسول (مطبوع)
19- نصر المعبود فی الرد علیٰ سلطان محمود (ایک بریلوی کا رد/مخطوط)
20- تخریج ریاض الصالحین (مطبوع از دار السلام لاہور)

21- تخریج فتاویٰ اسلامیہ (غیر مطبوع)
22- توضیح الاحکام (کتابی صورت میں غیر مطبوع)
23- تلخیص الاحادیث المتواترہ (مخطوط)
24- عصرِ حاضر کے چند کذابین کا تذکرہ (مخطوط)
25- التاسیس فی مسئلۃ التدلیس (مطبوع در محدث لاہور)
26- ترجمہ وتحقیق کتاب الانوار للبغوی (تحت الطبع)
27- ترجمہ شعار اصحاب الحدیث للحاکم الکبیر (مطبوع در ماہنامہ الحدیث حضرو)
28- نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (تحت الطبع)
29- دین میں تقلید کا مسئلہ (مطبوع)
30- حاجی کے شب وروز، ترجمہ وتحقیق وفوائد (مطبوع)
31- تحقیق وترجمہ اثبات عذاب القبر للبیہقی (تحت الطبع)
32- مجموعۂ مقالات (تحت الطبع ان شاء اللہ)
33- ترجمہ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (مخطوط)
34- یمن کا سفر (مطبوع در ماہنامہ الحدیث حضرو)
35- اور علمی وتحقیقی دنیا میں عظیم انقلاب، ماہنامہ الحدیث حضرو کا اجراء۔ والحمدللہ



عربی تصانیف

۱: تحقيق و تخريج جزء علي بن محمد الحميري(مطبوع)

۲: تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء (مطبوع)

۳: الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (تحت الطبع)

۴: تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبي شيبة(تحت الطبع)

۵: تحقيق و تخريج مسند الحميدي (مخطوط)

۶: نيل المقصود في تحقيق و تخريج سنن أبي داود (مخطوط)

۷: تسهيل الحاجة في تحقيق و تخريج سنن ابن ماجه (مخطوط)

۸: عمدة المساعي في تحقيق و تخريج سنن النسائي (مخطوط)

۹: تحقيق و تخريج سنن الترمذي (مخطوط)

۱۰: تخريج النهاية فى الفتن والملاحم (مطول ، مخطوط)

۱۱: تخريج كتاب النهاية فى الفتن والملاحم (مختصر،مخطوط)

۱۲: تخريج كتاب الجهاد لإبن تيمية (مخطوط)

۱۳: العقدالتمام في تحقيق السيرة لإبن هشام (مخطوط)

۱۴: الأسانيد الصحيحة في أخبارالإمام أبي حنيفة (مخطوط)

۱۵: تحقيق و تخريج أحاديث اثبات عذاب القبر للبيهقي (مخطوط)

۱۶: تخريج أحاديث منهاج المسلم (مخطوط)

۱۷: تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك (مخطوط)

۱۸: تحقيق و تخريج بلوغ المرام

۱۹: أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح (مخطوط)

۲۰: أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة مع الأدلة

(تحت الطبع)

٢١: أنوار السنن في تخريج و تحقيق آثار السنن (مخطوط)

٢٢: تحقيق و تخريج كتاب الأربعين لإبن تيمية (مخطوط)

٢٣: تخريج شعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم (مخطوط)

٢٤: تخريج جزء رفع اليدين للبخاري(مخطوط)

٢٥: أنوار السبيل في ميزان الجرح والتعديل (مخطوط)

٢٦: السراج المنير في تخريج تفسير ابن كثير (مفقود)

٢٧: تلخيص الكامل لإبن عدي (مخطوط)

٢٨: كلام الدارقطني في سننه في أسماء الرجال(مخطوط)

٢٩: في ظلال السنة / الحديث وفقهه
(مطبوع في سياحة الأمة/ إسلام آباد)

٣٠: تخريج الأنوار في شمائل النبي المختار (مخطوط)

٣١: صحيح التفاسير (غير كامل)

٣٢: فضل الإسلام للشيخ محمد بن عبدالوهاب (تخريج)

٣٣: التقبيل و المعانقة لإبن الأعرابي ، تحقيق و تخريج (مخطوط)

وما توفيقي إلا بالله عليهِ توكلت وإليه أنيب



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنت کی اہمیت اور تقلید کی مذمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی یات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ [ل عمران:١٦٤]

اس یت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو دنیا والوں کی ہدایت کا سبب بنایا اور جن لوگوں نے پ کی پیروی اور اطاعت اختیار کی تو وہ گمراہیوں کی اتھاہ تاریکیوں سے نکل کر فلاح و ہدایت کی روشن شاہراہ پر گامزن ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی اتباع ہدایت کا سبب ہے اور پ کو چھوڑ کر کسی اور کی اتباع اختیار کرنا گمراہی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لاَ يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا

معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ان سے کہو اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کرلو پھر
اگر وہ تمھاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ناممکن ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت
کرے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔

[ل عمران:۳۱،۳۲]

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا شرطِ ایمان ہے کیوں کہ ایمان کی وادی میں قدم رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْآ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ط﴾

اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔ [البقرۃ:۱۶۵]

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعوے دار ہے تو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کرنا لازم ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک شخص کوئی دعویٰ کرتا ہے تو اپنے اس دعوے پر ثبوت پیش کرنا اس پر لازم ہوگا۔اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویدار ہے تو وہ رسول ﷺ کی اتباع کر کے اس کا ثبوت فراہم کرے گا ورنہ اس کا یہ دعویٰ ہی سرے سے جھوٹا ہوگا۔معلوم ہوا کہ ایمان والوں کے لیے اطاعتِ رسول فرض ہے اور اطاعتِ رسول سے اعراض کرنا کفر کے مترادف ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا﴾

درحقیقت تمھارے لیے اللہ کے رسول (کی ذات) میں بہترین نمونہ موجود ہے۔
ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ خر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

[الاحزاب:۲۱]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو مومنوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انھیں جو کچھ ملے، وہ اسے مضبوطی سے تھام لیں کیوں کہ اللہ اور یوم خر پر ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾

جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ [الحشر:۷]

رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہدایت پر قائم رہنے کا ذریعہ ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾

اور ان (رسول اللہ ﷺ) کی پیروی اختیار کرو تا کہ تمھیں ہدایت نصیب ہو۔ [الاعراف:۱۵۸]

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾

اور میری پیروی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔[الزخرف:۶۱]

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرنے کے بجائے کسی اور طریقے کو اختیار کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اسے اختیار کر کے وہ راہِ ہدایت پالیں گے تو وہ خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑنے والا گمراہ ہے اور قیامت کے دن بھی وہ ناکام ونامراد ہوگا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ جائے۔[النور:۶۳]

''فتنہ'' کی مختلف صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے (اور یہ صورت تاریخ کے ناقابل تردید دلائل سے بالکل واضح ہے) کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو چھوڑ کر مختلف

اماموں کی تقلید اختیار کرلیں گے اور یہ تفرقہ بازی ان میں شدید نفرت اور اختلافات پیدا کردے گی اور آخر کار ان میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

ایک مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ﴾

وہ (نبی) اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

[النجم:۳،۴]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین میں اگر کسی شخص کی نفسانی خواہشات محترم ہو سکتیں تو یہ مقام رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہونا چاہیے تھا، لیکن رسول کی خواہشات کو بھی اللہ تعالیٰ نے دین قرار نہیں دیا بلکہ صاف اعلان فرما دیا کہ میرا یہ نبی اپنی خواہشات سے بولتا ہی نہیں بلکہ یہ جب بھی کلام کرتا ہے وحی کی زبان میں کلام کرتا ہے۔ مقامِ غور ہے کہ جب نبی ﷺ کی خواہشات اور رائے کی پیروی بھی لازم قرار نہ پائے تو پھر کسی اور شخص یا امام کی ذاتی ''رائے'' کس طرح دین بن سکتی ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔

[النسآء:۸۰]

بتائیں کہ یہ مقام رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور انسان یا کسی امام کو حاصل ہو سکتا ہے کہ جس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت قرار دے اور پھر کسی امام کی اتباع ہی نہیں بلکہ اس سے بھی چند قدم اور آگے بڑھ کر اس کی تقلید اختیار کر لی جائے؟

اتباع علم کی بنیاد پر جب کہ تقلید جہالت کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ اتباع بالدلیل ہوتی ہے اور یہ علم ہے جب کہ تقلید ایسے عمل کا نام ہے جو کسی کی بات پر بغیر دلیل کے کیا جائے۔ پھر تقلید میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اندھا دھند کسی کے پیچھے چلنے کو تقلید کہا جاتا ہے

اور مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے۔ نہ تو وہ خود اس مسئلہ کی تحقیق کر سکتا ہے اور نہ اپنے امام کی تحقیق پر نظر ڈال سکتا ہے۔ ایسی جہالت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حافظ ابن حزم کی الاحکام فی اصول الاحکام اور حافظ ابن قیم کی اعلام الموقعین]

اس سلسلہ کی چند احادیث و آثار بھی ملاحظہ فرمائیں تا کہ یہ مسئلہ پوری طرح نکھر کر سامنے آجائے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ للهِ ﷺ ((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ أَبٰى)) قِيْلَ وَمَنْ أَبٰى ؟ قَالَ :((مَنْ أَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ أَبٰى))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، پوچھا گیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔

[بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۱ حدیث ۷۲۸۰، مشکوۃ المصابیح ۱/۵۱ ح ۱۴۳ طبع بیروت]

ایک موقع پر جب تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال وسنن کو کم سمجھتے ہوئے عبادت میں زیادہ محنت ومشقت کا ارادہ ظاہر کیا یعنی ایک نے پوری رات جاگنے، دوسرے نے ہمیشہ روزہ رکھنے اور تیسرے نے نکاح کو خیر باد کہہ کر پوری زندگی عبادت کرنے کا تہیہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِيْ فَلَيْسَ مِنِّيْ))

پس جو شخص میری سنت سے بے رغبتی اختیار کرے گا (اور اسے استخفافاً وعناداً چھوڑ دے گا) تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

[بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، ۷۵۸ حدیث: ۵۰۶۳، مسلم ج ۱ ص ۴۴۹ حدیث: ۱۴۰۱]

مطلب یہ ہے کہ تم اعمال میں چاہے کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھاؤ لیکن اگر کسی شخص کا عمل میری اتباع اور فرمانبرداری سے خالی ہوگا تو ایسے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (المتوفاۃ ۵۷ھ) روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت فرمائی ہے۔ (ان چھ دمیوں میں سے ایک)

((وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ)) اور میری سنت کو ترک کرنے والا ہے۔

[مستدرک ج ۱ ص ۳۶ وقال الحاکم: صحیح الاسناد ووافقہ الذہبی، سنن الترمذی حدیث: ۲۱۵۴ وسندہ حسن]

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۵ھ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ اس سے چمٹے رہو اور اپنی داڑھوں کے ساتھ (مضبوطی سے) پکڑے رکھو اور تم (دین میں) نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

[احمد ۴/۱۲۶، ۱۲۷ ح ۱۷۲۷۵، ابوداود: ۴۶۰۷ وسندہ صحیح، ترمذی: ۲۶۷۶، ابن ماجہ: ۴۳، مشکوۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۸ ح ۱۶۵، وقال الترمذی: ''حدیث حسن صحیح'' وصححہ جماعۃ منہم ابن حبان (۱۰۲) والحاکم (۱/۹۵، ۹۶) والذہبی والضیاء المقدسی فی ''اتباع السنن واجتناب البدع'' (ق ۱/۷۹)]

معلوم ہوا کہ دین اسلام میں جو نئی بات بھی دین کے نام سے ایجاد کی جائے گی وہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے تقلید بھی بدعت ہے کیوں کہ یہ بھی دین میں ایجاد کی گئی ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔

[صحیح بخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم ۷/۱۸/۱۷۱، مشکوۃ ج ۱ ص ۵۱ ح ۱۴۰]

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَعْمَلُ بِهِ إِلاَّ عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّيْ أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ

میں کسی ایسے کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں جو رسول اللہ ﷺ کیا کرتے تھے مگر یہ کہ میں اس پر عمل پیرا رہوں گا کیوں کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے نبی ﷺ کے کام میں سے کسی چیز (سنت) کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

[صحیح بخاری:۳۰۹۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک اجتہادی حکم کے مقابلے میں فرمایا تھا: ''**مَاكُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ ﷺ لِقَوْلِ أَحَدٍ**''

میں کسی شخص کے کہنے سے نبی ﷺ کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ [صحیح بخاری:۱۵۶۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول آیت: ﴿ **فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ** ﴾ کی بہترین تفسیر ہے، آیت آگے آ رہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''**لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ**''

اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ [صحیح مسلم:۶۵۴]

نبی ﷺ کے ہر امتی پر آپ کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ یہاں تک کہ جب قربِ قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی (آسمان سے نازل ہو کر) آئیں گے تو وہ آپ ﷺ کی سنت کے خود بھی پابند ہوں گے اور لوگوں کو بھی آپ کی سنت پر چلائیں گے اور نبی ﷺ کی سنت کے مقابلے میں کسی اور نبی کی سنت کو اختیار کرنا بھی گمراہی اور ضلالت ہے چہ جائیکہ کسی امام کی تقلید کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ہر حال میں اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ** ۚ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ خرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔ [النسآء:۵۹]

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت غیر مشروط اور اولوالامر کی اطاعت مشروط ہے۔ چنانچہ اولوالامر کی بات اگر کتاب وسنت کے مطابق ہوگی تو ان کی اطاعت بھی لازم ہے، لیکن اگر ان کا حکم کتاب وسنت کے خلاف ہوگا تو پھر ان کی اطاعت درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا طَاعَةَ فِیْ مَعْصِیَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ))

(اللہ اور رسول کی) نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت جو کچھ بھی ہے معروف میں ہے۔ [بخاری:۷۲۵۷، مسلم:۱۸۴۰]

نبی ﷺ کی اطاعت اس لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو انسانوں تک پہنچانا پ کی ذمہ داری ہے اور پھر وہ معصوم بھی ہیں اور وحی کی رہنمائی بھی پ کو حاصل ہے جب کہ غیر نبی میں یہ تمام باتیں مفقود ہوتی ہیں اور اس سے غلطیوں کا صدور ایک لازمی امر ہے لہٰذا ہر مسئلہ میں اس کی تقلید کرنا اور اس کے قول کو حجت سمجھنا گمراہی کا سبب ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی امام کے قول کو پیش کرنا تو سخت ترین گمراہی ہے۔ بھلا جس امام پر خود اللہ اور رسول کی اطاعت لازم ہو اور جو اتباع کے لیے سنتِ رسول کا متلاشی ہو، خود اس کی تقلید کرنا کیسے لازم ہو جائے گی؟

یہ حقیقت ہے کہ ان ائمہ کرام نے بھی اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں حافظ ابن قیم کی شہرۂ آفاق کتاب ''اعلام الموقعین'' اور ''فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ'' ج ۲۰ ص ۱۰،۱۱]

سوال یہ ہے کہ جب ائمہ کرام نے لوگوں کو تقلید سے منع کیا ہے تو پھر تقلید پر اصرار کیوں؟ اصل بات یہ ہے کہ تقلید پر اصرار بعد کے لوگوں کی اختراع ہے ورنہ اہل علم نے تو ہر دور میں تقلید کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً حافظ ابن کثیر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے، لیکن وہ ﴿ حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰی ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے (مختلف اقوال کو ذکر کرنے کے بعد) ارشاد فرماتے ہیں:

''لیکن یہ یاد رہے کہ پچھلے اقوال سب کے سب ضعیف ہیں۔ جھگڑا صرف صبح اور عصر کی نماز میں ہے اور صحیح حدیثوں سے عصر کی نماز کا صلوٰۃ وسطیٰ ہونا ثابت ہے۔ پس لازم ہو گیا کہ سب اقوال کو چھوڑ کر یہی عقیدہ رکھیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔''

امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے اپنی کتاب فضائل شافعی میں روایت کی ہے کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے:

''كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِخِلَافِ قَوْلِي مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ اَوْلٰى وَلَا تُقَلِّدُوْنِيْ''

میرے جس کسی قول کے خلاف (نبی ﷺ کی) کوئی صحیح حدیث مروی ہو تو حدیث ہی اولیٰ ہے خبردار میری تقلید نہ کرنا۔

[آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۶۹ نحو المعنیٰ وسندہ حسن]

امام شافعی کے اس فرمان کو امام ربیع، امام زعفرانی اور امام احمد بن حنبل بھی روایت کرتے ہیں اور موسیٰ ابوالولید بن جارود امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

'' إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ وَ قُلْتُ قَوْلًا فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْ قَوْلِيْ وَ قَائِلٌ بِذٰلِكَ''

میری جو بات صحیح حدیث کے خلاف ہو، میں اپنی اس بات سے رجوع کرتا ہوں

اور صاف کہتا ہوں کہ میرا مذہب وہی ہے جو حدیث میں ہے۔

یہ امام صاحب کی امانت اور سرداری ہے اور پ جیسے ائمہ کرام میں سے بھی ہر ایک نے یہی فرمایا ہے کہ ان کے اقوال کو دین نہ سمجھا جائے۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَ رَضِيَ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ . اس لیے قاضی ماوردی فرماتے ہیں:

''امام صاحب کا صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں یہی مذہب سمجھنا چاہیے کہ وہ عصر ہے گو امام صاحب کا اپنا قول یہ ہے کہ وہ عصر نہیں ہے۔ مگر پ کے فرمان کے مطابق حدیث کے خلاف اس قول کو پا کر ہم نے چھوڑ دیا۔''

[تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۸، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلے میں کسی کے قول کو اہمیت نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خلفائے راشدین کی سنت کو رد کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مُلک شام کے ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے متعلق دریافت کیا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حلال ہے۔ اس شامی نے کہا مگر پ کے والد محترم (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے اس سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اگر میرے والد نے اس سے منع فرمایا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا ہو تو تمھارا کیا خیال ہے؟ (تم میرے والد کے فعل کو حجت سمجھو گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو؟) میرے والد کے طریقہ کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ (سنت) کی۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا۔

[سنن الترمذی: ۸۲۴ وقال: حدیث حسن صحیح]

سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہی بات سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہی، یعنی

عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کیا ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ (حج تمتع) کیا ہے اوران کے ساتھ ہم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی کیا ہے۔
[ایضاً، ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے]

[ایک صحیح روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صاف طور پر تقلید سے منع کیا ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ص ۱۰ وسندہ صحیح]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''أَمَّا الْعَالِمُ إِنِ اهْتَدٰى فَلَا تُقَلِّدُوْهُ دِيْنَكُمْ ''
عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو اس کی تقلید نہ کرو۔
[جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ص ۱۱۱ وسندہ حسن وصححہ الدارقطنی]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ دینی مسائل میں کسی کی تقلید اختیار کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے اور اسلام میں تقلید کا کوئی جواز موجود نہیں ہے اور اگر کسی کی راہنمائی اختیار کرنا ہی لازم ہو تو پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی فرمانبرداری اختیار کی جائے اور ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرمانبرداری بھی کتاب وسنت کے ساتھ مشروط ہے۔
کسی نے غالباً اسی لیے کہا ہے:

فَاهْرِبْ عَنِ التَّقْلِيْدِ فَهُوَ ضَلَالَةٌ   إِنَّ الْمُقَلِّدَ فِيْ سَبِيْلِ الْهَالِكِ

تقلید سے دور بھاگو کیونکہ یہ گمراہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ مقلد ہلاکت کی راہ پر گامزن ہے۔

(حافظ ابن عبدالبر وغیرہ علماء نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ تقلید جہالت کا دوسرا نام ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔[دیکھئے جامع بیان العلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۷، واعلام الموقعین ج ۱ص ۷، ج ۲ص ۱۸۸])

امام ترمذی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ '' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے

جانور کو اشعار کیا یعنی نشان لگایا'' کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''امام وکیع نے جب یہ حدیث بیان کی تو فرمایا کہ اس میں اہل الرائے کے قول کی طرف نظر نہ کرو، کیوں کہ اشعار سنت ہے اور اہل الرائے کا قول بدعت ہے۔ ابو السائب کہتے ہیں کہ ہم امام وکیع کے پاس تھے کہ قیاس کرنے والوں (اہل الرائے) میں سے ایک شخص سے امام وکیع نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ یہ مُثلہ ہے (جانوروں کے کان، ناک وغیرہ اعضا کاٹنے کو مثلہ کہتے ہیں) اس شخص نے کہا اور جو روایت کی گئی ہے کہ ابراہیم نخعی نے فرمایا: اشعار مثلہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے امام وکیع کو دیکھا کہ وہ غصہ سے گ بگولا ہو گئے اور کہا کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ اشعار کرو) اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے کہا (میں تمھارے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے یوں کہا ہے) تم اس قابل ہو کہ تمھیں قید کیا جائے اور جب تک تم اپنے قول سے باز نہ جاؤ اس وقت تک تمھیں نہ نکالا جائے۔ [سنن الترمذی ج ۱ص ۱۷۷، ۱۷۸ح ۹۰۶، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

امام وکیع، امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور ان کے متعلق بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کے مقلد تھے، لیکن یہ واقعہ ان حضرات کے دعوے کو رد کرنے کے لیے بہت ہی کافی و شافی ہے۔ (اس طرح کی بہت سی مثالیں اعلام الموقعین اور ایقاظ ہمم اولی الابصار میں بھی موجود ہیں۔)

مقلدین حضرات عموماً نبی ﷺ کی احادیث کو تقلید کی عینک سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ سنت اور حدیث کو اپنے مقرر کردہ اصول و قواعد کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جب کوئی حدیث ان کے خود ساختہ اصولوں پر پوری طرح فٹ نہیں بیٹھتی تو وہ اسے کھینچ تان کر اِس اصول کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی حدیث ان کے مذہب کے بالکل خلاف ہو تو پھر اس حدیث میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں اور احادیث صحیحہ کا وہ پوسٹ مارٹم کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ.!

چنانچہ دوسرے بہت سے مسائل کے علاوہ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعت سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے ساتھ مقلدین کا جو رویہ رہا ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے کیوں کہ جہاں ایک طرف مقلدین حضرات احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں وہاں دوسری طرف رفع الیدین کو لوگوں کی نگاہوں میں قابل نفرت عمل بنانے کے لیے انھوں نے عجیب وغریب کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ عظیم الشان سنت آج جاہل لوگوں کی نگاہوں میں ایک قابلِ نفرت فعل بن کر رہ گئی ہے۔ سنتِ رسول ﷺ سے نفرت کا اظہار کرنا یا دل میں اس کے خلاف قابلِ نفرت جذبات رکھنا ایمان کے منافی عمل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

(اے محمد ﷺ!) تمھارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ تسلیم کر لیں۔ [النسآء:٦٥]

(بعض نام نہاد "حنفیوں" نے رفع یدین پر اہل حدیث کی تکفیر بھی کر رکھی ہے۔ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں:

"اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو رفع یدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی، بڑی گمراہی تھی۔"

[تذکرۃ الخلیل ص ١٣٢، ١٣٣]

لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اس سنت کی اہمیت کے واضح ہو جانے کے بعد اب وہ پابندی سے اسے ادا کریں اور لومۃ لائم کی کوئی پروانہ کریں کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ))

نماز اس طرح پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

[بخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ ح ۶۳۱]

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے علم وتحقیق کا حق ادا کرتے ہوئے محنتِ شاقہ کے ذریعے رفع الیدین کا مسئلہ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے اور حق وانصاف اور پوری دیانت داری کے ساتھ رفع الیدین کے دونوں پہلوؤں یعنی رفع الیدین اور عدم رفع الیدین کو پوری عرق ریزی اور محدثین وسلف صالحین کی تصدیقات وحوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے اور ناقابل تردید دلائل کے ساتھ جہاں رفع الیدین کا سنت متواترہ ہونا ثابت کیا ہے وہاں دوسری طرف عدم رفع الیدین کے متعلق اہل الرائے والقیاس کے بودے اور کمزور دلائل کا تانا بانا بھی بیان کر دیا ہے اور جمہور محدثین، محققین اور حدیث کے ناقدین سے ان دلائل کی اصل حیثیت اور ان کے ناقابل عمل ہونے کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے اور موجودہ دور کے بعض اہل الرائے والقیاس والتقلید کے جھوٹ وفریب کے پردوں کو بھی چاک کر کے رکھ دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے علم، عمل اور عمر میں اضافہ فرمائے اور انھیں باطل فرقوں کے خلاف ہر محاذ پر سرخرو فرمائے اور باطل فرقوں کو ہر محاذ پر ہزیمت اور ذلت ورسوائی سے دوچار فرمائے، مین۔

اس کتاب کے بعد ان شاء اللہ عنقریب مسئلہ مین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق بھی موصوف کی کتب شائع ہوں گی اور نماز پر ایک جامع اور مکمل کتاب بھی زیر ترتیب ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں بھی کچھ لٹریچر طباعت کے انتظار میں ہے۔ [بحمد اللہ کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں]

ڈاکٹر ابو جابر **عبداللہ دامانوی**
(یکم محرم الحرام ۱۴۱۱ھ)



ہمارے امام اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنت رفع الیدین کے خلاف اس پرفتن دور میں بعض ''اہل الرائے والاہواء'' نے چند کتابچے اور کتابیں لکھی ہیں۔ بے شمار دسیسہ کاریوں ، شعبدہ بازیوں اور مغالطہ دہیوں کے علاوہ انھوں نے صحیحین اور محدثین کا مرتبہ وعزت گھٹانے کی نامسعود اور قابلِ مذمت کوشش بھی کی ہے حالانکہ ان کی یہ ساری کوششیں مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور فضول ہیں۔

(دیوبندیوں اور بریلویوں کے معتمد علیہ) شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان کی تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے، جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' [حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۴۲ مترجم: مولوی عبدالحق حقانی]

مگر کسے معلوم تھا کہ ایک ایسا دور نے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے بدعتی صحیحین (بخاری و مسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھا دھند حملے کریں گے۔

مثلاً سرفراز صفدر صاحب دیوبندی (حیاتی) نے صحیحین کے بعض درج ذیل راویوں پر عملِ جراحی چلایا ہے:

	نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	سرفراز صفدر کی کتاب
1-	مکحول	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۶/۲)
2-	العلاء بن الحارث	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)
3-	ولید بن مسلم	صحیح بخاری وصحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)

4-	سعید بن عامر	صحیح بخاری وصحیح مسلم	احسن الکلام (۱۳۲/۲)
5-	العلاء بن عبدالرحمٰن	صحیح مسلم	احسن الکلام (۲۴۰/۱)

تفصیل کے لیے مولانا ارشاد الحق اثری کی مایۂ ناز کتاب ''توضیح الکلام'' کا مطالعہ کریں۔حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے بھی صحیحین کے راویوں پر تیشہ چلایا ہے۔مثلاً:

نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	حبیب اللہ ڈیروی کی کتاب
1- ابن جریج	بخاری ومسلم	نور الصباح مقدمہ (ص ۱۸)
2- ولید بن مسلم	بخاری ومسلم	نور الصباح (ص ۱۸۱)
3- یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری	بخاری ومسلم	نور الصباح (ص ۲۲۱)

یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں میں صحیحین کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے مگر چاند کی طرف تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ان شاء اللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی۔

صحیح بخاری کی اُمتِ اسلامیہ میں جو پذیرائی ہوئی اس کا اندازہ ترجمان دیوبند ''القاسم'' کے درج ذیل بیان سے بھی صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے:

''صحیح بخاری عجیب شان کی کتاب ہے اور اسے اللہ نے عجیب وغریب مقبولیت بخشی ہے۔ہر عالم وعامی قرآن کے بعد جب نظر اٹھاتا ہے تو صحیح بخاری پر سب سے پہلے نظر پڑتی ہے۔تقریباً ایک ہزار سال سے دنیا(ئے) اسلام میں اس کتاب کو کتاب اللہ کے بعد جو فوقیت اور مرجعیت حاصل رہی ہے اس کی وجہ سے اس کی بھاری بھرکم حیثیت اور اس کے مؤلف کی عظیم شخصیت اسلامی تاریخ پر چھا گئی۔''

[القاسم اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۳۳ بحوالہ اللمحات ج ۱ ص ۳۲]

اور مزید لکھتے ہیں:

''امام بخاری کی دینی خدمت،علمی ثقاہت اور شان وجلالت کی بدولت ان کی شخصیت ایک ایسا مرعوب کن تاریخی باب بن گئی جس کی سلوٹوں میں بہت سی اہم

علمی و دینی خدمات کا طول وعرض اور متعدد جلیل القدر شخصیتوں کا قد وقامت دبا ہوا محسوس ہوتا ہے۔''

[القاسم شمارہ مذکورہ بحوالہ اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات ج ا ص ۳۲، ۳۳]

یہ ایک مخالف کا اعتراف حقیقت ہے، ظاہر ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے خلاف ان بدعتیوں کا لکھنا خود ان کی شرمندگی اور جگ ہنسائی کا باعث بن رہا ہے۔

انوار الباری کے غالی مصنف (جو ماشاء اللہ دیوبندی ہیں) اپنی کتاب کی جلد ۲ کے صفحہ ۵۲ پر اعتراف کرتے ہیں:

'' خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی شخصیت اتنی بلند و برتر ہے کہ ہم نے یا ہم سے قبل دوسروں نے ان پر یا ان کی ''صحیح بخاری'' و دیگر تالیفات پر جتنا نقد کیا ہے اگر اس سے دس بیس گنا مزید بھی تنقید کی جائے تو اس تمام سے بھی امام بخاری کی بلند شخصیت یا صحیح بخاری کی عظمت مجروح نہیں ہو سکتی۔''

[بحوالہ شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ۴۸]

عرض ہے کہ حبیب اللہ ڈیروی صاحب (حیاتی دیوبندی) نے اپنے پیش رووں کی کورانہ تقلید میں کچھ زیادہ ہی سرگرمی دکھائی ہے۔ ان کی کتاب ''نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح'' اس سلسلے میں میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کا مدلل اور مسکت جواب حکیم محمود سلفی صاحب نے ''شمس الضحیٰ'' نامی کتاب میں دے دیا ہے جس میں انھوں نے ڈیروی صاحب کی چیرہ دستیاں اور مغالطات قارئین کرام کے سامنے بے نقاب کر دیئے ہیں تا کہ عام لوگوں پر اس ادیب کی حقیقت واضح ہو جائے۔

چونکہ رفع الیدین کے مسئلہ پر میری یہ کتاب ایک مستقل تصنیف ہے جس میں جمہور محدثین کی تحقیقات کے مطابق اس مسئلے کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا گیا ہے لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں مختصراً ڈیروی صاحب کے چند مغالطات اور کذب بیانیوں کا جائزہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے تا کہ جو زندہ رہے وہ دلیل

دیکھ کر جیئے اور جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔

1- پہلا مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''عثمان بن الحکم الجذامی ضعیف ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: لَهٗ اَوْهَامٌ (تقریب) اس کی روایتوں میں غلطیاں ہیں اور علامہ ذہبیؒ میزان ص ۳۲ ج ۳ میں فرماتے ہیں: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ کہ یہ راوی قوی نہیں ہے۔''

[نور الصباح، مقدمہ طبع دوم ص ۱۹ بترقیمی، نمبر ۱۵]

جواب: یہ سارا بیان غلط ہے۔

① عثمان بن الحکم کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

② حافظ ابن حجر کی بات آدھی نقل کی گئی ہے، ان کا پورا کلام آگے آ رہا ہے۔ اوہام سے کون پاک ہے؟ اس روایت میں ان کا وہم ثابت کریں تو اور بات ہے ورنہ صرف لہ اَوہام کی وجہ سے ایک صدوق راوی کی روایت کو کیوں کر رد کیا جا سکتا ہے؟

③ امام ذہبی نے عثمان مذکور کو لیس بالقوی نہیں کہا بلکہ میزان کے بعض نسخوں میں ہے کہ ابوعمر نے کہا ہے (ج ۳ ص ۳۲) یہ ابوعمر (یہاں) غیر متعین ہے اور اس عبارت کی صحت بھی مشکوک ہے۔ تیسرے یہ کہ القوی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قوی بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

عثمان بن الحکم الجذامی المصری کو امام احمد بن صالح المصری نے ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب ۱۰۲/۷) ابن یونس مؤرخ مصری نے کہا کہ وہ فقیہ اور متدین تھا (ایضاً) ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (کتاب الثقات ۴۵۲/۸) ابن ابی مریم نے کہا: کان من خیار الناس (صحیح ابن خزیمہ ۳۴۵/۱) ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا۔ (ایضاً) (نیز دیکھیں لسان المیزان ۲۲۷/۱) ابن حجر نے کہا: **صدوق له أوهام** (التقریب ص ۲۳۳)

ان کے مقابلے میں ابوحاتم نے فرمایا: لَيْسَ بِالْمَتِيْنِ ، لَيْسَ بِالمتقِنِ

[تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال] ابوعمر نے کہا: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ [میزان الاعتدال ۳۲/۳]

معلوم ہوا کہ عثمان بن الحکم جمہور کے نزدیک ثقہ اور صدوق ہے لہٰذا اسے خود بخود بغیر قوی دلیل کے ضعیف قرار دینا علم وانصاف کا خون کر دینے کے مترادف ہے۔ یاد رہے کہ عثمان مذکور حدیث ابی ہریرہ میں منفرد نہیں بلکہ یحییٰ بن ایوب نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔

2- دوسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے کہ

''حضرت امام شافعی جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر کی زیارت کے لیے پہنچے تو وہاں نمازوں میں رفع الیدین چھوڑ دیا تھا کسی نے امام شافعیؒ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: اس قبر والے سے حیا آتی ہے۔'' [نور الصباح ص ۲۹]

جواب: یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔ شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کر دینا اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔ شاہ رفیع الدین اور امام شافعی کے درمیان کئی سوسال کا فاصلہ ہے جس میں مسافروں کی گردنیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

ڈیروی صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس واقعہ کی مکمل اور مفصل سند پیش کریں تاکہ راویوں کا صدق و کذب معلوم ہو جائے۔ اسناد دین میں سے ہیں اور بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں ہے۔

[بحمد اللہ ابھی تک ڈیروی صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے اس واقعہ کی سند پیش نہیں کی ہے (۱۴۲۰ھ) جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس من گھڑت واقعہ کی ان لوگوں کے پاس کوئی سند موجود نہیں ہے۔ ۱۴۲۷ھ!]

3- تیسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا:

’’حضرت امام ابوحنیفہ.....رفع الیدین کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لسان المیزان ج ۲ ص ۳۲۲ میں لکھتے ہیں: قتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومقاتل کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں رفع الیدین کرتا رہا۔ جب امام ابوحنیفہؒ نے سلام پھیرا تو کہا کہ اے ابومقاتل شاید کہ تو پنکھے والوں سے ہے‘‘ [نورالصباح ص ۳۱]

جواب: پ لسان المیزان کا مذکورہ صفحہ نکالیں، وہاں لکھا ہے کہ قتیبہ نے اس قصہ کے راوی ابومقاتل کو بہت کمزور قرار دیا ہے۔ابن مہدی نے کذاب کہا، حافظ سلیمانی نے کہا: یہ حدیث بناتا تھا، وکیع نے اسے کذاب کہا، ابوسعید النقاش اور الحاکم نے کہا: اس نے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔[لسان المیزان ۳۲۲/۲، ۳۲۳ ملخصاً]

قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ ایک کذاب و وضاع کی روایت پر ڈیروی صاحب اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھ رہے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

دوسرے یہ کہ اس عبارت سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ امام صاحب نے ابومقاتل کو رفع الیدین سے منع کیا تھا۔

4- چوتھا مغالطہ

مزید لکھتے ہیں:

’’حضرت امام شعبیؒ بھی ترک رفع الیدین کرتے تھے.......... **عن اشعث عن الشعبی........**‘‘ [کتاب ڈیروی ص ۴۵]

جواب: اشعث سے مراد اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے۔

دلیل: وہ عامر الشعبی کا شاگرد ہے۔ [تہذیب الکمال للمزی ۲۶۵/۳ط]

اشعث بن سوار مختلف فیہ راوی ہے۔اسے درج ذیل ائمہ حدیث نے ضعیف اور مجروح قرار دیا:

(۱) احمد بن حنبل (۲) ابوزرعہ (۳) نسائی (۴) دارقطنی (۵) ابن حبان

(٦) ابن سعد (٧) العجلی (٨) عثمان بن ابی شیبہ (٩) بندار (١٠) اور ابوداود وغیرہم
ابن معین نے ایک دفعہ ثقہ اور دوسری دفعہ ضعیف کہا لہٰذا ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔ [ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ا ص ٣٠٨، ٣٠٩]

صحیح مسلم میں اس کی روایات متابعۃً ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں فیصلہ کیا ہے کہ (اشعث بن سوار) ضعیف ہے۔

5- ٹھواں مغالطہ

ڈیروی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''حضرت اسود بن یزیدؒ التابعی اور حضرت علقمہ التابعی دونوں ترک رفع الیدین کرتے تھے۔'' [کتاب ڈیروی ص ٧٤ طبع دوم ١٤٠٦ھ]

جواب: اس کی سند ڈیروی صاحب نے اس طرح لکھی ہے:

''عن جابر عن الاسود وعلقمة ....''

جابر سے مراد جابر بن یزید الجعفی الکوفی ہے۔

دلیل: جابر جعفی شریک بن عبداللہ کا استاد ہے۔ [تہذیب الکمال ٤٦٦/٤ ط]

اور یہ روایت اس سے شریک نے بیان کی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ٢٣٧/١]

جابر جعفی مختلف فیہ راوی ہے۔ بعض نے اس کی توثیق کی ہے۔ زائدہ نے کہا: اللہ کی قسم یہ جھوٹا تھا اور رجعت علی پر ایمان رکھتا تھا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ نسائی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی نے کہا: کذاب ہے۔ زائدہ نے مزید بتایا کہ رافضی تھا اور اصحاب النبی ﷺ کو گالیاں دیتا تھا۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین) سعید بن جبیر تابعی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ احمد بن خداش نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ جھوٹ بولتا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ سبائی تھا (عبداللہ بن سبا یہودی کا ایجنٹ تھا)
[ملخصاً من تہذیب التہذیب ٤١/٢۔ ٤٤]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: ''ضعيف رافضي'' یہ ضعیف (اور) رافضی ہے۔

[تقریب التہذیب:۸۷۸]

اس ضعیف وکذاب ومدلس رافضی کی روایت سے ڈیروی صاحب استدلال کررہے ہیں۔کیا یہ کذب نوازی نہیں ہے؟

6- چھٹا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا:''حضرت امام حسن بن زیادؒ اور حضرت امام زفرؒ بھی رفع الیدین نہ کرتے تھے۔'' [نورالصباح ص۳۳]

جناب ڈیروی صاحب کے (ممدوح) ''حضرت الامام'' (حسن بن زیاد اللولوی) کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

حسن بن زیاد اللولوی

ابن معین نے کہا: کذاب ہے۔محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا: ابن جریج پر جھوٹ بولتا ہے۔ابوداود نے کہا: کذاب غیر ثقہ ہے۔محمد بن رافع النیسابوری نے کہا: یہ شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔حسن الحلوانی نے بتایا کہ میں نے اسے دیکھا اس نے سجدہ کی حالت میں ایک لڑکے کا بوسہ لیا۔ابوثور نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا،نماز کی حالت میں وہ ایک نوعمر لڑکے جس کی داڑھی مونچھ نہیں تھی، کے رخسار پر ہاتھ پھیرتا تھا۔یزید بن ہارون نے تعجب سے کہا: کیا یہ مسلمان ہے؟ اسامہ اسے خبیث کہتے تھے۔یعقوب بن سفیان،عقیلی اور الساجی نے کہا: کذاب ہے۔

[ملخصاً من لسان المیزان ۲/۲۰۸،۲۰۹]

ایسا گندا شخص ڈیروی صاحب کا ''حضرت امام'' ہے۔

[تنبیہ: حسن بن زیاد اللولوی کے بارے میں تفصیلی اور تحقیقی مضمون کے لیے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۱۶ص۳۰ تا ۳۷ نصب العماد فی تحقیق الحسن بن زیاد]

7- ساتواں مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ہیثم بن عدیؒ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے
[دیکھئے البدایہ والنہایہ ج۸ص۶۸] '' [نورالصباح ص:۲۰۷]

جواب:

ڈیروی صاحب کے امام ہیثم بن عدی کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

ہیثم بن عدی

بخاری نے کہا: **لَيْسَ بِثِقَةٍ كَانَ يَكْذِبُ**۔ ابوداود نے کہا: **كذاب**۔ نسائی وغیرہ نے کہا: **متروك الحديث**۔ [میزان الاعتدال ۳۲۴/۴]

العجلی نے کہا: کذاب ہے، میں نے اسے دیکھا ہے۔ ابوحاتم نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ الساجی نے کہا: وہ جھوٹ بولتا تھا۔ [لسان المیزان ۲۵۳/۶ ط دارالفکر بیروت]

حافظ ہیثمی نے کہا: **كذاب**۔ [مجمع الزوائد ۱۰/۱۰]

غرض اس کذاب شخص کو ڈیروی صاحب نے اپنا امام قرار دیا ہے۔

تنبیہ: ہیثم بن عدی کے قول کو حافظ ابن کثیر نے '' **زعم** '' کہہ کر ذکر کیا ہے اور ''**وهذا غريب**'' کہہ کر اس کے غلط و باطل ہونے کی طرف اشارہ کردیا ہے۔

[البدایہ والنہایہ ۷۰/۸]

8- ٹھواں مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے:

''ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ و زنا کیا تھا۔
(تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ وغیرہ) ایسے راوی کی روایت کو عبدالرشید انصاری نے

الرسائل میں بار بار لکھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:
دیکھئے الرسائل...'' [نور الصباح، مقدمہ ص ۱۸ بترقیمی]

جواب:

ڈیروی صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر ابن جریج کی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

'' رفع الیدین کے چھوٹ جانے یا چھوڑ دینے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں ۔
حضرت عطا بن ابی رباح کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ **عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاءٍ** ......ابن جریجؒ فرماتے ہیں...''

معلوم ہوا کہ خود ڈیروی صاحب مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ایک راوی پر سخت جرح کرتے ہیں اور پھر اسی کی روایت کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ اس پر طُرہ یہ کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھتے ہیں:

'' اس کی سند میں ابن جریج راوی واقع ہے جو کہ ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے.....''

لہٰذا عبدالرشید انصاری (صاحب) بے چارے پر الزام تراشی کس لیے ہے؟

ابن جریج صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ ابن معین، ابن سعد، ابن حبان اور العجلی نے کہا: ثقہ ہے، احمد بن حنبل وغیرہ نے اس کی تعریف کی ہے۔ [التہذیب ۶/۳۵۷ تا ۳۶۰]

حافظ ذہبی نے کہا: **ثقة حافظ** ۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۲]

رہا متعہ کا مسئلہ تو یہ کئی لحاظ سے مردود ہے:

① اس کی مکمل سند پیش کی جائے۔
② حافظ ذہبی سے ابن جریج تک سند نامعلوم ہے۔
③ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو اسے ابن جریج کی اجتہادی غلطی تصور کیا جائے گا۔

سیدنا ابن عباس سے بھی متعہ کا جواز مروی ہے اور اکابر صحابہ نے ان پر اس مسئلہ میں

سخت تنقید کی ہے۔ [تفصیل کے لیے صحیح مسلم مع شرح النووی ۹/۱۸۴، ۱۸۸، ۱۹۰ کا مطالعہ کریں۔]

یاد رہے کہ متعہ حرام ہے اور اسے نبی ﷺ نے قیامت تک حرام قرار دیا ہے لہٰذا نبی ﷺ کے مقابلہ میں ہر شخص کا فتویٰ مردود ہے۔

[④ اگر بطور تنزل ابن جریج سے اس مسئلہ کو ثابت بھی مان لیا جائے تو بقول حافظ ابن حجر، صحیح ابی عوانہ میں ابن جریج کا رجوع کرنا ثابت ہے۔
[فتح الباری ج۹ ص۱۷۳ التلخیص الحبیر ۳/۱۶۰]

رجوع کرنے والے کے خلاف پروپیگنڈا جاری رکھنا دیوبندیوں کی کس عدالت کا انصاف ہے؟]

تنبیہ: تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں ''زنا'' کا لفظ بالکل نہیں ہے۔ یہ لفظ ڈیروی صاحب نے اپنی طرف سے گھڑ کر بڑھا دیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء میں حافظ ذہبی نے ''تزوج'' (نکاح کیا) کے الفاظ لکھے ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۱]

9- نواں مغالطہ

ڈیروی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مثلاً مسند ابی حنیفہ ج ا ص ۳۵۵ میں جو روایت ئی ہے اس میں بھی عاصم بن کلیب ؒ نہیں بلکہ اس کی سند اس طرح ہے۔" ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود ان عبدالله ابن مسعود ۔۔۔الخ''
[نور الصباح ص۷۹]

جواب

مسند ابی حنیفہ محمد بن محمود الخوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ) کی جمع کردہ ہے۔ الخوارزمی کی عدالت وثقاہت نامعلوم ہے۔ اس نے یہ روایت ابو محمد البخاری عن رجاء بن عبداللہ النہشلی عن شقیق بن ابراہیم عن ابی حنیفۃ کی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ [ج ا ص ۳۵۵]

ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری (متوفی ۳۴۰ھ) کا تعارف

یہ شخص وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔

[ملاحظہ فرمائیں الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث لبرہان الدین الحلبی ص ۲۴۸]

ابواحمد الحافظ اور امام حاکم نے بتایا کہ وہ حدیث بناتا تھا۔

[کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۵۴، دوسرا نسخہ ص ۱۷۸ ح ۳۸۸ وسندہ صحیح]

ابوسعید الرواس نے کہا: اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

احمد السلیمانی کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سند اور متن دونوں گھڑتا تھا۔ ابوزرعہ احمد بن الحسین الرازی نے کہا ضعیف ہے۔ خلیلی نے اسے کمزور اور مدلس قرار دیا ہے۔ خطیب نے بھی جرح کی ہے۔ [دیکھئے لسان المیزان ۳/۳۴۸، ۳۴۹]

کسی نے بھی اس شخص کی توثیق نہیں کی لہٰذا ایسے شخص کی تمام روایات موضوعات اور مردود ہیں۔ حافظ ذہبی دیوان الضعفاء والمتروکین میں ابومحمد الحارثی کو ذکر کر کے لکھتے ہیں: " **یأتي بعجائب و اهية** " وہ عجیب (اور) کمزور روایتیں لاتا ہے۔ [ص ۱۷۶ رقم ۲۲۹۷]

اس کا استاد رجاء النہشلی نامعلوم ہے اور شقیق بن ابراہیم بھی متکلم فیہ ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: **لا یحتج به**۔ [دیوان الضعفاء ص ۱۴۵ رقم ۱۸۹۶]

خلاصہ یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ: میری تحقیق کے مطابق " **جامع المسانید** " میں الخوارزمی سے امام ابوحنیفہ تک ایک روایت بھی باسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے، جسے اس بات سے اختلاف ہے۔ وہ صرف ایک سند ہی پیش کر دے جو جمہور کے نزدیک صحیح یا حسن ہو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم [۱۴۱۰ھ]

[ابھی تک کسی شخص نے ایک بھی صحیح سند پیش نہیں کی۔ ۱۴۲۰ھ والحمدللہ۔ ۱۴۲۷ھ!]

10- دسواں مغالطہ

ڈیروی صاحب آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتے ہیں:

''محمد بن ابی لیلیٰ ۔۔۔ پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہے۔'' [ص۱۶۴]

جواب: آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے (ص۸۹) کہ ابن ابی لیلیٰ کو اکتیس (۳۱) سے زیادہ محدثین وعلماء نے ضعیف وغیرہ قرار دیا ہے اور صرف سات (۷) سے اس کی توثیق ملتی ہے۔ اکتیس (۳۱) کی بات جمہور ہے یا سات (۷) کی؟

محمد بن طاہر المقدسی فرماتے ہیں: اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔
[تذکرۃ الموضوعات ص۲۴، ۹۰]

غالباً یہ اجماع المقدسی کے زمانے میں ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم

انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا:

''**فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور**''

(ابن ابی لیلیٰ میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)
[فیض الباری ج۳ ص۱۶۸]

آپ فیصلہ کریں کہ کاشمیری صاحب کی بات سچ ہے یا ڈیروی صاحب کا دعویٰ جمہوریت جھوٹ ہے؟

بوصیری نے کہا: ''**هو محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلىٰ ضعفه الجمهور**''

وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [زوائد ابن ماجہ: ۸۵۴]

11- گیارہواں مغالطہ

صفحہ ۱۸۰ پر ڈیروی صاحب نے سوار بن مصعب کی ایک روایت پیش کی ہے اور لکھا ہے:

''غیر مقلدین حضرات کے محمد بن اسحاق کذاب اور دجال کی روایت سے تو کسی طرح یہ کم نہیں ہے۔''

جواب: سب سے پہلے سوار بن مصعب کا تعارف ملاحظہ فرمائیں:

یحییٰ نے کہا: **لَيْسَ بِشَيْءٍ**۔ بخاری نے کہا: **منكر الحديث**۔ (کہا جاتا ہے کہ) ابوداود نے کہا: **ليس بثقة**۔ نسائی وغیرہ نے کہا: **متروك الحديث**۔ [میزان الاعتدال ۲/۲۴۶]

احمد بن حنبل، ابوحاتم اور ابونعیم اصبہانی نے کہا: متروك الحديث۔
[لسان المیزان ۱۵۴/۳، کتاب الضعفاء لابی نعیم رقم: ۹۴]

ابوعبداللہ الحاکم نے بتایا کہ اس نے عطیہ بن سعد سے موضوعات بیان کی ہیں اور وہ متروك الحديث بمرة یعنی بالکل متروک الحدیث ہے۔ [المدخل للحاکم ص ۱۴۶ رقم ۷۸]

اس کی یہ روایت بھی عطیہ سے ہے لہٰذا موضوع ہے۔

ابن عدی نے کہا: هو ضعيف۔ [لسان المیزان ۱۵۴/۳]

دارقطنی نے کہا: متروك الحديث۔ [کتاب الضعفاء والمتروکین لابن جوزی ۳۱/۲]

ہیثمی نے کہا: متروك۔ [مجمع الزوائد ۱۶۳/۱]

حافظ ابن حبان نے فرمایا: كان ممن يأتي بالمناكير عن المشاهير حتٰى يسبق (إلى) القلب أنه كان المتعمد لها " [المجروحین ۳۵۶/۱]

اسے کسی نے بھی ثقہ یا صدوق وغیرہ نہیں کہا لہٰذا وہ بالا جماع ضعیف ومتروک ہے۔
اس کے برعکس امام محمد بن اسحٰق بن یسار التابعی رحمہ اللہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ انھیں درج ذیل علماء نے ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث وغیرہ قرار دیا ہے:

(۱) امام بخاری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) زہری (۴) ابن مبارک (۵) شعبہ (۶) علی بن المدینی (۷) احمد (۸) یحیٰی بن معین (۹) ابن حبان (۱۰) العجلی (۱۱) الذہلی (۱۲) البوشنجی (۱۳) الحاکم (۱۴) ابن خزیمہ (۱۵) ابوزرعہ الرازی (۱۶) ابن البرقی (۱۷) ابوزرعہ الدمشقی (۱۸) ابن عدی (۱۹) ابن سعد (۲۰) الخلیلی (۲۱) ابن نمیر (۲۲) الترمذی (۲۳) البیہقی (۲۴) الخطابی (۲۵) ابن حزم (۲۶) المنذری (۲۷) الذہبی (۲۸) محمد بن نصر الفراء (۲۹) ابن قیم (۳۰) السبکی (۳۱) الہیثمی (۳۲) حافظ ابن حجر عسقلانی (۳۳) ابن حجر مکی [مبتدع] (۳۴) خفاجی (۳۵) ابن علان (۳۶) السخاوی (۳۷) ابن کثیر (۳۸) القرطبی (۳۹) شوکانی (۴۰) نواب صدیق حسن خاں (۴۱) احمد شاکر (۴۲) عبدالرحمٰن مبارک پوری (۴۳) شمس الحق عظیم آبادی (۴۴) بشیر احمد سہسوانی (۴۵) ابن ہمام حنفی (۴۶) عینی حنفی

(۴۷)زیلعی حنفی (۴۸) ملاعلی قاری حنفی (۴۹) عبدالحی لکھنوی حنفی (۵۰) سلام اللہ حنفی (۵۱)شارح منیہ (۵۲)امیر علی حنفی (۵۳) نیموی حنفی (۵۴) انور شاہ کاشمیری دیوبندی (۵۵) محمد یوسف بنوری دیوبندی (۵٦) محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی (۵۷) ظفر احمد عثمانی دیوبندی (۵۷) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی (۵۹) کوثری (٦۰) ابوغدہ الکوثری
[تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''توضیح الکلام'' ج ۱ص ۲٦۵ تا ۲۹۳]

ان کے علاوہ:

(٦۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ(٦۲)ابن خلکان(٦۳)السیوطی(٦۴)السہیلی (٦۵) نور محمد ملتانی (٦٦) ابن عبدالبر(٦۷) احمد رضا خاں بریلوی (٦۸) اور محمد حسن وغیرہ نے بھی اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔ [حوالہ مذکورہ](٦۹) طحاوی حنفی نے معانی الا ثار میں اس کی ایک حدیث کے بارے میں ''**فھٰذا حدیث متصل الإسناد صحیح** '' کہا ہے۔[شرح معانی الآثار ج ۲ص ۲۰۸ کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللہ ﷺ مکۃ عنوۃ، دوسرا نسخہ ۲۲/۳] (۷۰)

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے بھی تبلیغی نصاب، فضائل ذکر صفحہ ۵۹۵/۱۱۷ پر محمد بن اسحاق کو ''**ثقۃ مدلس** ''تسلیم کیا ہے۔

[توضیح الکلام طبع جدید چورانوے (۹۴) علماء کے نام با حوالہ لکھے ہوئے ہیں جن سے محمد بن اسحاق کی توثیق وتعریف مروی ہے۔]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق کو جمہور علماء ثقہ وصدوق قرار دیتے ہیں۔

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

'' **وابن إسحاق الأ کثر علٰی توثیقه و ممن و ثقه البخاري** ''

ابن اسحاق کو اکثر نے ثقہ کہا ہے اور توثیق کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں۔
[نصب الرایہ ۷/۴]

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ''**إن ابن إسحاق من الثقات الکبار عند الجمھور** ''

کہ جمہور کے نزدیک ابن اسحاق بڑے ثقات میں سے ہیں۔[عمدۃ القاری ۲۷۰/۷]

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

''جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔'' [سیرت المصطفیٰ ج۱ص۷۶]

علامہ سہیلی فرماتے ہیں:''ثبت فی الحدیث عند أکثر العلماء ''

اکثر علماء کے نزدیک وہ حدیث میں ثبت (ثقہ) ہیں۔[الروض الانف ج۱ص۴]

مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے:'' کان ثبتاً فی الحدیث عند أکثر العلماء''

یعنی وہ حدیث میں اکثر علماء کے نزدیک ثبت (ثقہ) ہیں۔[وفیات الاعیان ۲۱۲/۱]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

'' و ابن إسحاق إذا قال حدثني فهو ثقة عند أهل الحديث ''

اور ابن اسحٰق اگر سماع کی تصریح کریں تو وہ اہل الحدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔

[فتاویٰ ابن تیمیہ ج۳۳ص۸۵]

اور مزید لکھتے ہیں:

'' إذا قال حدثني فحديثه صحيح عند أهل الحديث ''

وہ سماع کی تصریح کرے تو اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے۔[فتاویٰ ابن تیمیہ ج۳۳ص۸۶] (ملخصاً من توضیح الکلام)

غرض جمہور علماء محمد بن اسحاق کو ثقہ کہتے ہیں مگر سرفراز صفدر اینڈ پارٹی برابر'' کذاب '' ''کذاب '' کی رٹ لگا رہی ہے۔

تنبیہ: فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کا دارومدار محمد بن اسحاق پر ہرگز نہیں ہے۔ دیگر بہت سی صحیح احادیث اس مسئلہ پر نص قطعی ہیں۔ مثلاً ابوقلابہ تابعی کی حدیث عن انس (اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے) اور محمد بن ابی عائشہ التابعی عن رجل من اصحاب النبی ﷺ (اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے) نافع بن محمود التابعی جو کہ ثقہ عند الجمہور ہیں، کی حدیث (اکثر محدثین کی شرط پر صحیح یا حسن ہے) وغیرہ

تفصیل کے لیے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی لاجواب کتاب ''توضیح الکلام

فی وجوب القراءۃ خلف الامام‘ جلد اول اور راقم الحروف کی کتاب ’’الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریۃ‘‘ کا مطالعہ فرمائیں۔

مختصر یہ کہ ڈیروی صاحب نے اپنی اس کتاب میں علم و انصاف کا خون کیا ہے۔ اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۴ پر ڈیروی صاحب نے باب باندھا ہے:

’’حضرت امام بخاری کی بے چینی‘‘

اور پھر امام المحدثین و امام الفقہاء: بخاری رحمہ اللہ پر اپنی جہالت کی وجہ سے تنقید کی ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے عبداللہ بن ادریس کی روایت کو سفیان ثوری کی روایت پر کئی وجہ سے ترجیح دی ہے:

1- سفیان ثوری مدلس ہیں اور ابن ادریس مدلس نہیں ہیں۔
2- ابن ادریس بالاجماع ثقہ ہیں۔
3- ایک جماعت ان کی متابع ہے۔
4- ابن ادریس کی روایت کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔
5- ثوری کی روایت کو جمہور علماء نے ضعیف و معلول قرار دیا ہے۔
6- بعض علماء نے بتایا ہے کہ ثوری کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔

پ فیصلہ کریں کہ ان وجوہات کی روشنی میں اگر ابن ادریس کی روایت کو ثوری کی روایت پر ترجیح دی جائے تو کون سے قاعدے کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

محمد بن جابر کے مقابلے میں امام بخاری نے سفیان ثوری کی روایت کو جو ترجیح دی ہے تو اس کی بھی کئی وجوہ ہیں:

1- ثوری ثقہ مدلس ہیں جب کہ محمد بن جابر ضعیف متروک اور مختلط ہے۔
2- محمد بن جابر کی اس روایت پر دیگر محدثین نے بھی سخت جرح کی ہے۔
3- ثوری کی معنوی متابعت حفص، مغیرہ اور حصین وغیرہ نے بھی کی ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶ وغیرہ]

لہٰذا امام بخاری کا فیصلہ بالکل صحیح ہے مگر ڈیروی صاحب کی بے چینی نا قابلِ فہم ہے۔

جو شخص اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۴ پر حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث کہتا ہو اور اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸ پر اسی حجاج بن ارطاۃ کی روایت کو پیش کر کے اسے ''صحیح حدیث'' قرار دیتا ہو علمی دنیا میں اس کا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

[یاد رہے کہ مسند احمد (۳/۴) میں اس کے بعد والی جو روایت ہے اس کا حجاج کی حدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ تشہد کے بارے میں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۸۷ رقم ۸۷۹ میں سفیان کی یہ روایت موجود ہے جس میں ''یدعو فی الصلٰوۃ ھٰکذا'' کے الفاظ ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے زیاد بن سعد سے صرف یہی ایک روایت یاد رکھی ہے جو تشہد کے بارے میں ہے۔ نیز ملاحظہ فرمائیں مجمع الزوائد ۲/۱۰۱]

غیر جانب دارانہ تحقیق

قارئین کرام! اس کتاب (نور العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین) میں ''اصول'' کو سختی کے ساتھ مدنظر رکھا گیا ہے۔ راویوں کی توثیق و تضعیف اور کسی حدیث کی تصحیح و تضعیف میں جمہور محدثین کی تحقیقات کو لازمی ترجیح دی گئی ہے۔ جو روایت جمہور علمائے مسلمین کی تحقیق کے مطابق صحیح یا حسن ہے اسے صحیح یا حسن تسلیم کر کے استدلال کیا گیا ہے اور جو روایت علمائے مسلمین کے نزدیک ضعیف و منکر وغیرہ ہے اسے ضعیف و منکر وغیرہ قرار دے کر رد کر دیا گیا ہے۔ اسماء الرجال کے میدان میں خواہشاتِ نفسانیہ کو مدنظر بالکل نہیں رکھا گیا۔

مثلاً: رفع الیدین کے حق میں دو روایتوں کو پیش نہیں کیا گیا۔

1- سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

یہ حدیث امام حاکم کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۲۱ پر موجود ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں مگر علت یہ ہے کہ ابو الزبیر اسے جابر رضی اللہ عنہ سے ''عن'' کے ساتھ

روایت کر رہے ہیں۔ ابوالزبیر جمہور محدثین کی تحقیق کے مطابق مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔

[اس تحقیق کے کافی عرصہ بعد ابوالعباس محمد بن اسحاق الثقفی السراج النیسابوری کی المسند (قلمی مصور) میں ابوالزبیر کے سماع کی تصریح مل گئی۔ص ۲۵ لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے، والحمدللہ۔(مصنف)]

امام بیہقی جو غالباً ابوالزبیر کو مدلس تسلیم نہیں کرتے ،ابوالزبیر کی اس روایت کو ''الخلافیات'' میں ''هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ'' کہتے ہیں۔

امام حاکم بھی ابوالزبیر کا مدلس ہونا تسلیم نہیں کرتے۔[معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۴]

2- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث

یہ حدیث امام ابویعلیٰ الموصلی کی مسند (ج ۶ ص ۴۲۴، ۴۲۵ رقم ۳۷۹۳) میں موجود ہے۔اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔اس میں علت یہ ہے کہ حمید الطّویل اسے سیدنا انس سے ''عن'' کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔حمید الطّویل مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔بعض علماء حمید کے عنعنہ کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔اس لیے ابن خزیمہ نے یہ حدیث اپنی ''صحیح'' میں روایت کی ہے۔ [دیکھئے التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۱۹]

ابن الملقن نے البدر المنیر میں کہا: ''إسناده صحيح على شرط الشيخين''

ابن دقیق العید نے الامام میں کہا: ''رجاله رجال الصحيحين''

[جلاء العینین للشیخ بدیع الدین راشدی ص ۱۴۱ مع حاشیۃ الشیخ فیض الرحمٰن الثوری رحمہما اللہ تعالیٰ]

بعض لوگوں نے سجدوں میں رفع الیدین کی (ضعیف) روایات پیش کر کے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔

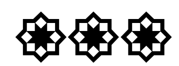
① سجدوں میں باسند صحیح رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔

② ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ رفع الیدین منسوخ ہے بلکہ ہم اس لیے نہیں کرتے کہ نبی ﷺ سجدوں میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔جیسا کہ صحیحین وغیرہما کی صحیح وصریح روایات

سے ثابت ہے۔رکوع والے رفع الیدین کے خلاف صحیح صریح ایک روایت بھی نہیں ہے۔

③ حافظ ابن حجر نے الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ص۱۵۲ پر اس قیاس کی زبردست تردید کی ہے اور اسے نص کے مقابلے میں فاسد قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ بعض علماء ہر اونچ نیچ (سجدوں) میں بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

حافظ صاحب کا یہ جواب اجماع کے موہوم دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہے۔



نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھانے کو رفع الیدین کہتے ہیں۔ اہل الحدیث (کثر اللہ أمثالهم) اس رفع الیدین کو سیدنا امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی غیر منسوخہ و غیر متروکہ سنت کہتے ہیں اور اس پر ایماناً و احتساباً عامل ہیں حتیٰ کہ ان کے بعض جلیل القدر علماء نے رفع الیدین کو اہل الحدیث کا شعار قرار دیا ہے۔

امام ابو احمد الحاکم (۳۷۸ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "شعار اصحاب الحدیث" ہے۔ اسے مکتبہ ظاہریہ، شام کے مخطوطہ سے شائع کیا گیا ہے اس کے صفحہ ۴۷ پر امام ابو احمد رفع الیدین کا باب باندھتے ہیں اور رفع الیدین کی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رفع الیدین تمام محدثین (اہل الحدیث) کا شعار ہے۔

امام ابو احمد الحاکم الکبیر کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن احمد بن اسحٰق ہے۔ آپ نیشاپور کے مایۂ ناز فرزند ہیں۔ آپ کی "کتاب الکنیٰ" ہر طرف (علمائے حدیث میں) مشہور ہے۔ آپ کے بارے میں حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۶۷۳-۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"الإمام الحافظ العلامة الثبت محدث خراسان"

[سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۷۰]

نیشاپور کے امام ابو عبداللہ الحاکم نے آپ کو "إمام عصره في هٰذه الصنعة كثير التصانيف مقدم في معرفة شروط الصحيح والأسامي والكنٰى" قرار دیا ہے۔ یعنی آپ علم حدیث میں زمانے کے امام تھے۔ بے شمار تصانیف کے مصنف، صحیح حدیث، نام اور کنیتوں کی معرفت میں مقدم تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۷۶]

حافظ ابن الجوزی(۵۱۰۔۵۹۷ھ) نے کہا: ''القاضي إمام عصره في صنعة الحديث '' [المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ۷/۱۴۶]

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) نے ان کو''إمام كبير و معروف بسعة الحفظ'' کے ساتھ موصوف کیا۔ [لسان المیزان ۷/۵]

مؤرخ ابوالفلاح عبدالحئی بن العماد الحنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے کہا:

''الحافظ الثقة المأمون أحد أئمة الحديث'' [شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ۳/۹۳]

خلاصہ یہ کہ آپ ثقہ، مامون اور عالم کبیر تھے۔

فائدہ: کسی شخص کے ساتھ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ نسبتوں کے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شخص مقلد ہے۔

[تقریرات الرافعی ج ۱ ص ۱۱ پر ابوبکر القفال، ابوعلی اور قاضی حسین سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: " لسنا مقلدين للشافعي بل وافق رأينا رأيه "ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے (اتفاقاً یا اجتہاداً) موافق ہوگئی ہے۔ نیز دیکھئے التحریر والتقریر ج ۳ ص ۴۵۳۔ النافع الکبیر ص ۷]

احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتب پر حنفیوں کا دارومدار ہے۔ ان سے ایک شخص نے کہا: ''ما ظننتك إلا مقلداً ''

میرا گمان یہ تھا کہ آپ مقلد ہیں تو انھوں نے کہا: ''و هل يقلد إلا عصبي ۔۔۔أوغبي''

تقلید صرف وہی کرتا ہے جو متعصب یا جاہل ہو۔ [لسان المیزان ۱/۲۸۰]

ابومحمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتاب ''نصب الراية لأحاديث الهداية '' کا نام زبان زد عام ہے۔ زیلعی حنفی (المتوفی ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''فالمقلد ذهل والمقلد جهل '' مقلد غافل ہو جاتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے۔ (جاہل ہوتا ہے۔) [نصب الرایۃ ۱/۲۱۹]

عینی حنفی فرماتے ہیں:

"فالمقلد ذهل والمقلد جهل و آفة كل شيء من التقليد "
پس مقلد غافل ہوتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ [البنایۃ فی شرح الہدایۃ ج۱ص۲۲۲ وفی نسخۃ ص۳۱۷]
عقل مند کے لیے یہ چند مثالیں ہی کافی ہیں اور جاہل کے لیے دلائل کے انبار بھی ناکافی ہیں۔

رفع الیدین پر کتابیں

اہل حدیث (نوّر الله وجوههم يوم القيامة) اپنی قدیم وجدید سب کتابوں میں رفع الیدین کا اثبات اورسنت ہونا نقل کرتے ئے ہیں۔
شیخ الاسلام، امام الدنیا فی فقہ الحدیث، امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری نے رفع الیدین کے اثبات پر ایک کتاب "جزء رفع الیدین" لکھی ہے۔

امام بخاری کا تعارف

پ کی امامت، عدالت اور ثقاہت پر اہل السنۃ والجماعۃ (اہل حدیث) کا اجماع ہے۔ پ کی کتاب "صحیح بخاری" ساری دنیا میں مشہور ہے۔ پ کے اساتذہ وتلامذہ سب پ کی تعریف وثناء میں رطب اللسان تھے۔
[امام ترمذی نے فرمایا: میں نے علل، تاریخ اور معرفتِ اسانید میں محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہ عراق میں دیکھا اور نہ خراسان میں۔
[کتاب العلل للترمذی مع شرح ابن رجب ۳۲/۱]
امام مسلم نے فرمایا: (اے امام بخاری) آپ سے صرف حسد کرنے والا شخص ہی بغض کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے۔
[الارشاد للخلیلی ۹۶۱/۳ وسندہ صحیح]
امام ابن خزیمہ نے فرمایا: میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے زیادہ بڑا حدیث کا عالم نہیں دیکھا۔ [معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص۷۴ ح۱۵۵ وسندہ صحیح]

حافظ ابن حبان نے کہا: آپ لوگوں میں بہترین انسان تھے، آپ نے احادیث جمع کیں، کتابیں لکھیں، سفر کیا اور (احادیث) یاد کیں۔ آپ نے مذاکرہ کیا، اس کی ترغیب دی اور اخبار و آثار یاد کرنے میں بہت زیادہ توجہ دی۔ آپ تاریخ اور لوگوں کے حالات کو خوب جانتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک خفیہ پرہیز گاری اور عبادتِ دائمہ پر قائم رہے۔ رحمہ اللہ (کتاب الثقات ۹/۱۱۳، ۱۱۴)]

علمائے حدیث کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امام بخاری زبردست ثقہ امام اور عظیم بے مثال عالم، فقیہ بلکہ فقیہ گر تھے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ''**وكان إماماً حافظاً رأساً في الفقه والحديث مجتهداً من أفراد العالم مع الدين والورع والتأله**'' (الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ ۳/۱۸)

[امام بخاری سے جزء رفع الیدین کے راوی محمود بن اسحٰق بن محمود القواس ہیں ان سے دو ثقہ شخص روایت کرتے ہیں۔ (محمود بن اسحاق کا تذکرہ تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲۵ ص ۸۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی ج ۳ ص ۹۶۸ میں موجود ہے ان کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی رحمہ اللہ)

① احمد بن محمد بن الحسین الرازی (تاریخ بغداد ۱۳/۴۱۱، وفی نسخۃ ۱۳/۴۳۸، تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۲۹) خطیب نے کہا: ثقہ حافظ تھے، احمد بن محمد العتیقی نے کہا: ثقہ مامون تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/۴۳۵)

② ابونصر محمد بن احمد بن محمد بن موسیٰ البخاری الملاحمی [النبلاء ۱۷/۸۶]

حافظ ابن جوزی نے کہا: ''**وكان من أعيان أصحاب الحديث و حفاظهم**'' (المنتظم ۷/۲۳۰) حافظ ابن کثیر اور ابوالعلاء نے اسے حفاظ میں سے قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایۃ ۱۱/۳۵۸، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۸۷)، حافظ ذہبی نے کہا: ''**وكان ثقة يحفظ و يفهم**'' (العبر فی خبر من غبر ۲/۱۸۷) ابن عماد نے کہا: ''**وكان حافظاً ثقةً**'' (شذرات الذہب ۳/۱۴۵) معلوم ہوا کہ دو ثقہ حافظ محمود بن اسحاق کے شاگرد ہیں اور دو

یا دو سے زیادہ ثقہ (مشہور) راوی اگر کسی سے روایت کریں تو اس کی جہالت عین رفع ہو جاتی ہے۔

[الکفایہ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۸۸، ۸۹ مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۶، اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ص ۹۲ تقریب النووی مع تدریب الراوی ۱/ ۳۱۷ قواعد فی علوم الحدیث لظفر احمد تھانوی ص ۱۳۰ لسان المیزان ۶/ ۲۲۶]

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''**ولیس بمجھول من روی عنه ثقتان**''

[اعلاء السنن ۱/ ۱۱۴]

رہی اس کی جہالت حال تو عبدالرحمٰن بن یحیٰی المعلمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل علم نے اس کی توثیق کی ہے۔ [التنکیل بمافی تانیب الکوثری من الاباطیل ۱/ ۴۷۵]

شیخ معلّمی کی تائید درج ذیل علماء کے اقوال سے ہوتی ہے، جنھوں نے جزء رفع الیدین کو بطور جزم امام بخاری سے منسوب کیا ہے۔

① النووی (المجموع شرح المہذب ۳/ ۳۹۹)

② ابن حجر (فتح الباری ۲/ ۱۷۴) وغیرہما

لہٰذا معلوم ہوا کہ

① محمود بن اسحٰق مجہول العین نہیں ہے۔

② علماء کا جزء رفع الیدین کو بطور جزم بخاری کی تصنیف قرار دینا اس کی توثیق ہے۔

③ کسی امام نے بھی اسے مجہول یا ضعیف نہیں کہا ہے۔

④ حافظ ابن حجر نے محمود بن اسحٰق کی سند سے ایک روایت نقل کر کے اسے ''حسن'' کہا ہے۔ [موافقۃ الخبر الخبر ج ۱ ص ۴۱۷]

لہٰذا محمود مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق ہے۔]

⑤ احمد بن علی بن عمرو السلیمانی نے بھی محمود بن اسحاق سے روایت کی ہے۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (۳/ ۱۰۳۶ ت ۹۶۰) لہٰذا معلوم ہوا کہ محمود بن اسحاق کے تین شاگرد ہیں۔ والحمد للہ

امام ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی (متوفی ۲۹۴ھ) نے چار جلدوں میں ایک کتاب ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' لکھی ہے۔

[ذکرہ الصفدی فی الوافی ۱۱۱/۵، کذا فی مقدمۃ ''اختلاف العلماء'' ص ۱۵ نیز ملاحظہ فرمائیں: التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید لابن عبدالبر ۲۱۳/۹، والاستذکار ۱۲۵/۲، مختصر قیام اللیل ص ۸۸]

محدث ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار البصری صاحب المسند الکبیر المعلل (متوفی ۲۹۲ھ) نے مسئلہ رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔

[التحبیر فی المعجم الکبیر لابی سعد السمعانی ۱۸۲-۱۷۹/۱ بحوالہ جلاء العینین لابی محمد السندھی ص ۸ وراجع الاستذکار ۱۲۵/۲]

حافظ ابونعیم الاصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے بھی رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔

[ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۰۶]

تقی الدین السبکی کا جزء رفع الیدین مطبوعہ ہے۔ [نیز ملاحظہ فرمائیں طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۱۴/۶]

حافظ ابن قیم الجوزیہ نے بھی اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے۔

[ذیل طبقات الحنابلہ ۴۵۰/۲ الوافی بالوفیات للصفدی ۲۷۱/۲ الدرر الکامنۃ ۴۰۲/۳ البدر الطالع ۱۴۴/۲، کشف الظنون ۹۱۱/۱]

خلاصہ یہ کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے رفع الیدین کے اثبات میں متعدد کتابیں اور رسالے تصنیف کیے ہیں۔ کسی نے بھی رفع الیدین کے خلاف یا انکار میں کوئی کتاب یا رسالہ نہیں لکھا۔

بعض جہمیہ، مرجئہ اور اہل الرائے نے عصر جدید میں رفع الیدین کی سنت کے خلاف بعض رسالے یا کتابیں لکھ ماری ہیں مگر بحمداللہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ (اور دیگر علماء) ان کی تدلیسات و اغلوطات سے مسلسل پردہ اٹھا رہے ہیں۔

مثلاً شیخ الاسلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی ''التحقیق الراسخ فی ان الاحادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ'' المعروف ''مسئلہ رفع الیدین پر محققانہ نظر'' مولانا عبداللہ

روپڑی کی ''رفع الیدین اور مین'' الاستاذ بدیع الدین الراشدی کی '' جلاء العینین''
مولانا رحمت اللہ ربانی کی '' مسئلہ رفع الیدین مع مین بالجہر'' حکیم محمود سلفی صاحب کی
''شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی اثبات رفع الیدین بعد الافتتاح'' مولانا خالد گرجاکھی کی
''جزء رفع الیدین'' حافظ عبدالمنان نور پوری کی '' مسئلہ رفع الیدین ، تحریری مناظرہ''
عبدالرشید انصاری صاحب کی ''الرسائل'' اور شیخ مولانا حافظ محمد ایوب صابر صاحب سابق
مدرس مدرسہ تعلیم القر ن والحدیث حیدر باد کی '' حصول الفلاح برفع الیدین عندالافتتاح
بعدالافتتاح'' وغیرہ۔

ہم اس کتاب میں اختصار کے ساتھ صحیح احادیث اصول حدیث اور اصول فقہ کی
روشنی میں اس معرکتہ ال راء مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے وہ اصول لکھے جاتے ہیں جن کو اس کتاب میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اصول (۱)

(ہر) خاص (دلیل ہر) عام (دلیل) پر مقدم ہوتی ہے۔ مثلاً مردار عموماً حرام ہے
اور مچھلی خصوصاً حلال ہے لہٰذا مردار کا عمومی حکم مچھلی کے خاص حکم پر نہیں لگتا۔

[نیز دیکھئے ارشاد الفحول للشوکانی ص۱۴۳ و کتب الاصول]

اصول (۲)

عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔ یعنی کسی یت یا حدیث میں کسی بات کے نہ
ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی ہی نہیں جب کہ دیگر یات یا احادیث سے وہ
بات ثابت ہو۔

ہمارے استاد حافظ عبدالمنان نور پوری فرماتے ہیں: کسی شے کا مذکور و منقول نہ ہونا
اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

اصول (۳)

قر ن (وسنت) کی تخصیص خبر واحد صحیح کے ساتھ جائز ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ)

ائمہ اربعہ کا یہی مسلک ہے۔ [الاحکام للآمدی ج ۲ ص ۳۴۷ وغیرہ، حاشیۃ البنانی علی جمع الجوامع ج ۲ ص ۲۷ شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول للقرافی ص:۴۰۸]

اصول (۴)

اثبات نفی پر مقدم ہے۔

بنیادی اصول کا تعارف

1- معیارحق

کتاب اللہ اور حدیثِ رسول حجت اور معیارحق ہیں بشرطیکہ وہ حدیث مقبول ہو یعنی متواتر یا صحیح یا حسن ہو۔

دلیل: قال اللہ تعالیٰ: ﴿یٰۤاَیُّھَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر (اصحابِ اقتدار) کی، پھر جب کسی چیز میں تمھارا تنازعہ (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور قیامت پر یقین رکھتے ہو، یہی بہتر اور اچھی تفسیر ہے۔ [۴:النسآء:۵۹] [تفہیم القرآن ج اص ۳۶۳، ۳۶۶]

اجماع بھی حجت ہے۔

[دیکھئے الرسالہ للشافعی وعام کتبِ اصول وماہنامہ الحدیث حضرو:۱ص۴]

2- مقابلہ

اللہ اور رسول کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے چاہے کہنے والا کتنا ہی بزرگ اور بڑا کیوں نہ ہو۔

3- صحیح حدیث کی تعریف

" أما الحديث الصحيح فهو الحديث المسند الذي يتصل إسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط إلى منتها ہ و لا يكون شاذاً و لا معللًا ـ۔۔ فهٰذا هو الحديث الذي يحكم له بالصحة بلا خلاف بين أهل الحديث "

صحیح حدیث وہ حدیث ہوتی ہے جو باسند ہو، عادل ضابط عن عادل ضابط آخر تک متصل ہو، شاذ اور معلول نہ ہو۔ اس حدیث کی صحت کے حکم میں اہل الحدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ (اجماع ہے)

[مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص۲۰]

متصل کا مطلب یہ ہے کہ منقطع، معلق، معضل اور مرسل نہ ہو۔

شاذ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سے اوثق یا زیادہ ثقات کے خلاف نہ ہو۔

معلول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علت قادحہ نہ ہو۔

① مختلط کا اختلاط کے بعد روایت بیان کرنا علت قادحہ ہے۔

② مدلس کا عن وغیرہ کے ساتھ بدون تصریح سماع روایت کرنا علت قادحہ ہے۔

③ علل حدیث کے ماہر محدثین کا کسی روایت کو بالاتفاق معلول وضعیف قرار دینا علتِ قادحہ ہے۔

4- ضعیف حدیث کی تعریف

ہر وہ حدیث جس میں صحیح حدیث یا حسن حدیث کی صفات موجود نہ ہوں تو وہ حدیث ضعیف ہوگی...... اور اس کی اقسام یہ ہیں مثلاً (ضعیف) موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ

[ملخصاً من مقدمۃ ابن الصلاح ص۲۰ طبع ملتان]

5- تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف

اگر کسی روایت کی تصحیح وتضعیف میں ائمہ محدثین کا اختلاف ہوتو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہر اہل فن کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔

اگر کسی حدیث کے راوی ثقہ ہوں، سند بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہومگر (تمام محدثین یا) محدثین کی اکثریت نے اسے ضعیف قرار دیا ہوتو اسے ضعیف سمجھا جائے گا۔

6- جرح وتعدیل میں ائمہ محدثین کا اختلاف

جس کو ائمہ محدثین ثقہ یا ضعیف کہیں تو وہ ہمیشہ ثقہ یا ضعیف ہی ہوتا ہےاور اگر ان کا اختلاف ہواور جرح وتعدیل دونوں مفسر اور متعارض ہوں، تطبیق ممکن نہ ہوتو ائمہ محدثین (ثقہ، مشہور اور ماہر اہل فن) کی اکثریت کو ہمیشہ اور لامحالہ ترجیح ہوگی۔

① جرح مفسر، تعدیل مبہم پر مقدم ہوگی۔

② تعدیل مفسر، جرح مبہم پر مقدم ہوگی۔

مثال ① دس نے کہا: ''الف'' ثقہ ہے۔

ایک نے کہا: ''الف'' ''ب'' میں ضعیف ہے۔

نتیجہ: ''الف'' ثقہ ہےاور ''ب'' میں ضعیف ہے۔

مثال ② دس نے کہا: ''ج'' ضعیف ہے۔

ایک نے کہا: ''ج'' ''د'' میں ثقہ ہے۔

نتیجہ: ''ج'' ضعیف ہے لیکن ''د'' میں ثقہ ہے۔

③ اگر جرح (مفسر) اور تعدیل (مفسر) باہم برابر ہوں تو جرح مقدم ہوگی۔

7- صحت کتاب

روایات وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی معیار یہ ہے کہ

اولاً: جن کتابوں میں یہ روایات درج ہیں ان کے مصنفین بذات خود ثقہ اور معتبر ہوں۔

[اللمحات ۱/۳۷ للشیخ محمد رئیس ندوی]

ثانیاً: ان کتابوں کا مصنفین تک انتساب بالتواتر یا باسند صحیح ہو۔ کتاب کے دیگر نسخوں کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

ثالثاً: ان مصنفین کی بیان کردہ اسانید، اقوال اور روایات باسند صحیح و متصل ہوں اور علتِ قادحہ سے خالی ہوں۔

8- اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا تحقیقی معیار

اصول نمبر ۷ کی تشریح میں مزید عرض ہے کہ اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی اور تحقیقی معیار یہ ہے:

① اگر صاحب کتاب کا قول اس کی کتاب سے نقل کیا جائے تو اس کتاب کا تصنیفِ مصنف ہونا صحیح و ثابت ہو۔

② اگر صاحب کتاب کسی پہلے کا قول نقل کر رہا ہے تو اس سے قائل تک سند صحیح و متصل ہو۔ اگر یہ شرطیں مفقود ہوں تو اس قول کو کالعدم سمجھا جائے گا۔

9- ایک ہی شخص کے اقوال میں تعارض

اگر ایک ہی شخص (محدث، امام، فقیہ وغیرہ) کے اقوال میں تعارض ہو تو:

① تطبیق و توفیق دی جائے گی، مثلاً:

ایک دفعہ کہا: **ثقة**

دوسری دفعہ کہا: **ثقة سيئ الحفظ يا سيئ الحفظ**

نتیجہ: (عدالت کے لحاظ سے) **ثقة** اور (حافظہ کے لحاظ سے) **سيئ الحفظ** ہے۔

② دونوں اقوال ساقط کر دیے جائیں گے، مثلاً:

عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت پر امام ابن حبان نے جرح کی ہے اور اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے بتایا کہ ابن حبان کے دونوں اقوال ساقط ہو گئے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۲/۵۵۲]



10- معمولی جرح

جس ثقہ یا صدوق عندالجمہور راوی پر معمولی جرح یعنی یہم ، لہ اوہام، یخطئ وغیرہ ہوتو اس کی منفرد حدیث (بشرطیکہ ثقات کے خلاف نہ ہواور محدثین نے خاص اس روایت کو ضعیف وغیرہ نہ کہا ہوتو) حسن ہوتی ہے۔

جو کثیر الغلط ،کثیر الاوہام، کثیر الخطاء اور سئی الحفظ وغیرہ (راوی) ہواس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔

11- مسلکی تفاوت صحت حدیث کے خلاف نہیں

مثلاً جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہو جائے ، اس کا قدری، خارجی، شیعی، معتزلی، جہمی اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی وداعیہ نہ ہواور اس کی بدعت بالا جماع مکفرہ نہ ہو۔

[نیز دیکھئے احسن الکلام، مصنفہ مولوی سرفراز صفدر صاحب دیوبندی ج ا ص ۳۰]

[تنبیہ: راجح قول یہی ہے کہ اگر راوی ثقہ وصدوق عندالجمہور ہوتو اس کی غیر معلول روایت مطلقاً مقبول ہے چاہے وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا داعی ہو یا نہ ہو۔]





بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنف کا مختصر تعارف

(مصنف کے قلم سے)

نام: حافظ زبیر علی زئی

[بن مجدد خان بن دوست محمد خان بن جہانگیر خان علی زئی]

پیدائش: ۲۵ جون ۱۹۵۷ء (حضرو، ضلع اٹک)

تعلیم: 1- فارغ التحصیل از جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ

2- فارغ التحصیل از وفاق المدارس السّلفیہ فیصل آباد

3- ایم اے عربی (پنجاب یونیورسٹی)

4- ایم اے اسلامیات (پنجاب یونیورسٹی)

بعض اساتذہ:

1- مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۰۸ھ)

2- مولانا ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۵ھ)

3- مولانا ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی السندھی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۶ھ)

4- مولانا ابوالفضل فیض الرحمٰن الثوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۱۷ھ)

5- مولانا ابوالرجال اللہ دتہ السوہدروی رحمہ اللہ (متوفی ۱۴۲۲ھ)

6- مولانا حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ، وغیرہم

نرینہ اولاد:

1- طاہر

2- عبداللہ

3- معاذ

اردو تصانیف

1- نور العینین فی اثبات رفع الیدین (اس کا یہی جدید ایڈیشن معتبر ہے)
2- القول الصحیح فیما تواتر فی نزول المسیح (ماہنامہ الحدیث حضرو میں مطبوع ہے)
3- نور القمرین (اسی کتاب کے آخر میں، بعد از مراجعت مطبوع ہے)
4- الکواکب الدریہ (مسئلہ فاتحہ خلف الامام/مطبوع)
5- جنت کا راستہ (مطبوع)
6- ہدیۃ المسلمین (مطبوع از مکتبہ اسلامیہ لاہور/فیصل آباد)
7- تعدادِ رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ (مطبوع)
8- نور المصابیح (مطبوع)
9- تخریج احادیث الرسول کا نک تراہ (مطبوع)
10- ماسٹر امین اوکاڑوی کا تعاقب (مطبوع)
11- القول المتین فی الجہر بالتامین (مطبوع)
12- عبادات میں بدعات اور سنت سے ان کا رد [ترجمہ وتحقیق] (مطبوع)
13- شرح حدیثِ جبریل (مطبوع)
14- نصر الباری فی تحقیق وترجمۃ جزء القراءۃ للبخاری (مطبوع)
15- ترجمہ وتحقیق جزء رفع الیدین (مطبوع)
16- اکاذیب آلِ دیوبند (غیر مطبوع)
17- تخریج نماز نبوی (مطبوع)
18- تسہیل الوصول فی تخریج احادیث صلوٰۃ الرسول (مطبوع)
19- نصر المعبود فی الرد علیٰ سلطان محمود (ایک بریلوی کا رد/مخطوط)
20- تخریج ریاض الصالحین (مطبوع از دار السلام لاہور)

21- تخریج فتاویٰ اسلامیہ (غیر مطبوع)

22- توضیح الاحکام (کتابی صورت میں غیر مطبوع)

23- تلخیص الاحادیث المتواترہ (مخطوط)

24- عصرِ حاضر کے چند کذابین کا تذکرہ (مخطوط)

25- التاسیس فی مسئلۃ التدلیس (مطبوع در محدث لاہور)

26- ترجمہ و تحقیق کتاب الانوار للبغوی (تحت الطبع)

27- ترجمہ شعار اصحاب الحدیث للحاکم الکبیر (مطبوع در ماہنامہ الحدیث حضرو)

28- نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام (تحت الطبع)

29- دین میں تقلید کا مسئلہ (مطبوع)

30- حاجی کے شب و روز، ترجمہ و تحقیق و فوائد (مطبوع)

31- تحقیق و ترجمہ اثبات عذاب القبر للبیہقی (تحت الطبع)

32- مجموعۂ مقالات (تحت الطبع ان شاء اللہ)

33- ترجمہ اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (مخطوط)

34- یمن کا سفر (مطبوع در ماہنامہ الحدیث حضرو)

35- اور علمی و تحقیقی دنیا میں عظیم انقلاب، ماہنامہ الحدیث حضرو کا اجراء۔ والحمدللہ



عربی تصانیف

۱: تحقيق و تخريج جزء علي بن محمد الحميري(مطبوع)

۲: تحفة الأقوياء في تحقيق كتاب الضعفاء (مطبوع)

۳: الفتح المبين في تحقيق طبقات المدلسين (تحت الطبع)

۴: تحقيق مسائل محمد بن عثمان بن أبي شيبة(تحت الطبع)

۵: تحقيق و تخريج مسند الحميدي (مخطوط)

۶: نيل المقصود في تحقيق و تخريج سنن أبي داود (مخطوط)

۷: تسهيل الحاجة في تحقيق و تخريج سنن ابن ماجه (مخطوط)

۸: عمدة المساعي في تحقيق و تخريج سنن النسائي (مخطوط)

۹: تحقيق و تخريج سنن الترمذي (مخطوط)

۱۰: تخريج النهاية فى الفتن والملاحم (مطول ، مخطوط)

۱۱: تخريج كتاب النهاية فى الفتن والملاحم (مختصر،مخطوط)

۱۲: تخريج كتاب الجهاد لإبن تيمية (مخطوط)

۱۳: العقدالتمام في تحقيق السيرة لإبن هشام (مخطوط)

۱۴: الأسانيد الصحيحة في أخبارالإمام أبي حنيفة (مخطوط)

۱۵: تحقيق و تخريج أحاديث اثبات عذاب القبر للبيهقي (مخطوط)

۱۶: تخريج أحاديث منهاج المسلم (مخطوط)

۱۷: تحقيق و تخريج موطأ إمام مالك (مخطوط)

۱۸: تحقيق و تخريج بلوغ المرام

۱۹: أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح (مخطوط)

۲۰: أنوار الصحيفة فى الأحاديث الضعيفة من السنن الأربعة مع الأدلة

(تحت الطبع)

٢١: أنوار السنن في تخريج و تحقيق آثار السنن (مخطوط)

٢٢: تحقيق و تخريج كتاب الأربعين لإبن تيمية (مخطوط)

٢٣: تخريج شعار أصحاب الحديث لأبي أحمد الحاكم (مخطوط)

٢٤: تخريج جزء رفع اليدين للبخاري(مخطوط)

٢٥: أنوار السبيل في ميزان الجرح والتعديل (مخطوط)

٢٦: السراج المنير في تخريج تفسير ابن كثير (مفقود)

٢٧: تلخيص الكامل لإبن عدي (مخطوط)

٢٨: كلام الدارقطني في سننه في أسماء الرجال(مخطوط)

٢٩: في ظلال السنة / الحديث وفقهه
(مطبوع في سياحة الأمة/ إسلام آباد)

٣٠: تخريج الأنوار في شمائل النبي المختار (مخطوط)

٣١: صحيح التفاسير (غير كامل)

٣٢: فضل الإسلام للشيخ محمد بن عبدالوهاب (تخريج)

٣٣: التقبيل و المعانقة لإبن الأعرابي ، تحقيق و تخريج (مخطوط)

وما توفيقي إلا بالله عليهِ توكلت وإليه أنيب

۞۞۞

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سنت کی اہمیت اور تقلید کی مذمت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اس کی آیات انھیں سناتا ہے، ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ [آل عمران:۱۶۴]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا والوں کی ہدایت کا سبب بنایا اور جن لوگوں نے آپ کی پیروی اور اطاعت اختیار کی تو وہ گمراہیوں کی اتھاہ تاریکیوں سے نکل کر فلاح و ہدایت کی روشن شاہراہ پر گامزن ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہدایت کا سبب ہے اور آپ کو چھوڑ کر کسی اور کی اتباع اختیار کرنا گمراہی ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾

اے نبی! لوگوں سے کہہ دو اگر تم حقیقت میں اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمھاری خطاؤں سے درگزر فرمائے گا، وہ بڑا

معاف کرنے والا اور رحیم ہے۔ان سے کہو اللہ اور رسول کی اطاعت قبول کرلو پھر اگر وہ تمھاری دعوت قبول نہ کریں تو یقیناً یہ ناممکن ہے کہ اللہ ایسے لوگوں سے محبت کرے جو اس کی اور اس کے رسول کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔

[آل عمران:۳۱، ۳۲]

اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا شرطِ ایمان ہے کیوں کہ ایمان کی وادی میں قدم رکھنے کا مطلب یہی ہے کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ﴾

اور اہل ایمان اللہ تعالیٰ سے شدید محبت کرتے ہیں۔ [البقرۃ:۱۶۵]

اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا دعوے دار ہے تو اس کے لیے رسول اللہ ﷺ کی اتباع اختیار کرنا لازم ہے۔یہ حقیقت ہے کہ اگر ایک شخص کوئی دعویٰ کرتا ہے تو اپنے اس دعوے پر ثبوت پیش کرنا اس پر لازم ہوگا۔اسی طرح جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویدار ہے تو وہ رسول ﷺ کی اتباع کر کے اس کا ثبوت فراہم کرے گا ورنہ اس کا یہ دعویٰ ہی سرے سے جھوٹا ہوگا۔معلوم ہوا کہ ایمان والوں کے لیے اطاعتِ رسول فرض ہے اور اطاعتِ رسول سے اعراض کرنا کفر کے مترادف ہے۔ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَ ذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا﴾

درحقیقت تمھارے لیے اللہ کے رسول (کی ذات) میں بہترین نمونہ موجود ہے۔
ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یومِ آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرے۔

[الاحزاب:۲۱]

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو مومنوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔مسلمانوں پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے انھیں جو کچھ ملے، وہ اسے مضبوطی سے تھام لیں کیوں کہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان کا یہی تقاضا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَ مَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾

جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کو روک دے اس سے رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ [الحشر:۷]

رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہدایت پر قائم رہنے کا ذریعہ ہے اور یہی صراطِ مستقیم ہے۔ اللہ فرماتا ہے: ﴿وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴾

اور ان (رسول اللہ ﷺ) کی پیروی اختیار کرو تا کہ تمھیں ہدایت نصیب ہو۔ [الاعراف:۱۵۸]

دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾

اور میری پیروی اختیار کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔[الزخرف:٦١]

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو اختیار کرنے کے بجائے کسی اور طریقے کو اختیار کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اسے اختیار کر کے وہ راہِ ہدایت پا لیں گے تو وہ خام خیالی میں مبتلا ہیں۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو چھوڑنے والا گمراہ ہے اور قیامت کے دن بھی وہ ناکام و نامراد ہوگا۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے کہ وہ کسی فتنے میں گرفتار نہ ہو جائیں یا ان پر دردناک عذاب نہ آ جائے۔[النور:٦٣]

''فتنہ'' کی مختلف صورتوں کے علاوہ ایک صورت یہ بھی ہے (اور یہ صورت تاریخ کے ناقابل تردید دلائل سے بالکل واضح ہے) کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی پیروی کو چھوڑ کر مختلف

اماموں کی تقلید اختیار کرلیں گے اور یہ تفرقہ بازی ان میں شدید نفرت اور اختلافات پیدا کردے گی اور آخر کار ان میں خانہ جنگی شروع ہو جائے گی۔

ایک مقام پر ارشاد ہے:

﴿وَ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ؕ﴿۳﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ۙ﴿۴﴾﴾

وہ (نبی) اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

[النجم:۳،۴]

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین میں اگر کسی شخص کی نفسانی خواہشات محترم ہوسکتیں تو یہ مقام رسول اللہ ﷺ کو حاصل ہونا چاہیے تھا، لیکن رسول کی خواہشات کو بھی اللہ تعالیٰ نے دین قرار نہیں دیا بلکہ صاف اعلان فرما دیا کہ میرا یہ نبی اپنی خواہشات سے بولتا ہی نہیں بلکہ یہ جب بھی کلام کرتا ہے وحی کی زبان میں کلام کرتا ہے۔ مقامِ غور ہے کہ جب نبی ﷺ کی خواہشات اور رائے کی پیروی بھی لازم قرار نہ پائے تو پھر کسی اور شخص یا امام کی ذاتی ''آراء'' کس طرح دین بن سکتی ہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوا:

﴿مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ ۚ﴾

جس نے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے دراصل اللہ کی اطاعت کی۔

[النسآء:۸۰]

بتائیں کہ یہ مقام رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی اور انسان یا کسی امام کو حاصل ہوسکتا ہے کہ جس کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت قرار دے اور پھر کسی امام کی اتباع ہی نہیں بلکہ اس سے بھی چند قدم اور آگے بڑھ کر اس کی تقلید اختیار کر لی جائے؟

اتباع علم کی بنیاد پر جب کہ تقلید جہالت کے ساتھ خاص ہے کیوں کہ اتباع بالدلیل ہوتی ہے اور یہ علم ہے جب کہ تقلید ایسے عمل کا نام ہے جو کسی کی بات پر بغیر دلیل کے کیا جائے۔ پھر تقلید میں دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اندھا دھند کسی کے پیچھے چلنے کو تقلید کہا جاتا ہے

اور مقلد کی دلیل صرف اس کے امام کا قول ہے۔ نہ تو وہ خود اس مسئلہ کی تحقیق کر سکتا ہے اور نہ اپنے امام کی تحقیق پر نظر ڈال سکتا ہے۔ ایسی جہالت کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حافظ ابن حزم کی الاحکام فی اصول الاحکام اور حافظ ابن قیم کی اعلام الموقعین]

اس سلسلہ کی چند احادیث و آثار بھی ملاحظہ فرمائیں تا کہ یہ مسئلہ پوری طرح نکھر کر سامنے آ جائے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ للهِ ﷺ ((كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلاَّ مَنْ أَبٰى)) قِيْلَ وَمَنْ أَبٰى ؟ قَالَ:((مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَ مَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى))

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس شخص کے جس نے انکار کیا، پوچھا گیا کہ انکار کرنے والا کون ہے؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔

[بخاری ج ۲ ص ۱۰۸۱ حدیث ۷۲۸۰، مشکوٰۃ المصابیح ۱/۵۱ ح ۱۴۳ طبع بیروت]

ایک موقع پر جب تین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و سنن کو کم سمجھتے ہوئے عبادت میں زیادہ محنت و مشقت کا ارادہ ظاہر کیا یعنی ایک نے پوری رات جاگنے، دوسرے نے ہمیشہ روزہ رکھنے اور تیسرے نے نکاح کو خیر باد کہہ کر پوری زندگی عبادت کرنے کا تہیہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

((فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّيْ))

پس جو شخص میری سنت سے بے رغبتی اختیار کرے گا (اور اسے استخفافاً وعناداً چھوڑ دے گا) تو وہ مجھ سے نہیں ہے۔

[بخاری ج ۲ ص ۷۵۷، ۷۵۸ حدیث: ۵۰۶۳، مسلم ج ۱ ص ۴۴۹ حدیث: ۱۴۰۱]

مطلب یہ ہے کہ تم اعمال میں چاہے کتنی ہی مشقت کیوں نہ اٹھاؤ لیکن اگر کسی شخص کا عمل میری اتباع اور فرمانبرداری سے خالی ہوگا تو ایسے شخص کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا (المتوفاۃ ۵۷ھ) روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

چھ قسم کے لوگ ہیں جن پر میں بھی لعنت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان پر لعنت فرمائی ہے۔ (ان چھ آدمیوں میں سے ایک)

((وَالتَّارِكُ لِسُنَّتِيْ)) اور میری سنت کو ترک کرنے والا ہے۔

[مستدرک ج ۱ ص ۳۶ وقال الحاکم: صحیح الاسناد ووافقہ الذہبی، سنن الترمذی حدیث: ۲۱۵۴ وسندہ حسن]

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ (المتوفی ۷۵ھ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ تَمَسَّكُوْا بِهَا وَعَضُّوْا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَ إِيَّاكُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْأُمُوْرِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ))

تم پر میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ اس سے چمٹے رہو اور اپنی داڑھوں کے ساتھ (مضبوطی سے) پکڑے رکھو اور تم (دین میں) نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے بچو، اس لیے کہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

[احمد ۴/۱۲۶، ۱۲۷ ح ۱۷۲۷۵، ابوداود: ۴۶۰۷ وسندہ صحیح، ترمذی: ۲۶۷۶، ابن ماجہ: ۴۳، مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۵۸ ح ۱۶۵، وقال الترمذی: "حدیث حسن صحیح" وصححہ جماعۃ منہم ابن حبان (۱۰۲) والحاکم (۱/۹۵، ۹۶) والذہبی والضیاء المقدسی فی "اتباع السنن واجتناب البدع" (ق ۹/۱۷)]

معلوم ہوا کہ دین اسلام میں جو نئی بات بھی دین کے نام سے ایجاد کی جائے گی وہ بدعت ہے اور بدعت گمراہی کا دوسرا نام ہے۔ اس لیے تقلید بھی بدعت ہے کیوں کہ یہ بھی دین میں ایجاد کی گئی ہے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِيْ أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

جس شخص نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات نکالی جو اس میں نہیں تھی تو وہ مردود ہے۔

[صحیح بخاری: ۲۶۹۷، صحیح مسلم ۱۷۱۸/۱۷، مشکوٰۃ ج ۱ ص ۵۱ ح ۱۴۰]

سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَعْمَلُ بِهِ إِلاَّ عَمِلْتُ بِهِ فَإِنِّيْ أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِنْ أَمْرِهِ أَنْ أَزِيْغَ

میں کسی ایسے کام کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے مگر یہ کہ میں اس پر عمل پیرا رہوں گا کیوں کہ میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کام میں سے کسی چیز (سنت) کو چھوڑ دیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔

[صحیح بخاری:۳۰۹۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ایک اجتہادی حکم کے مقابلے میں فرمایا تھا: "مَاكُنْتُ لِأَدَعَ سُنَّةَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم لِقَوْلِ أَحَدٍ "

میں کسی شخص کے کہنے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ [صحیح بخاری:۱۵۶۳]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول آیت: ﴿ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُوْلِ ﴾ کی بہترین تفسیر ہے، آیت آگے آ رہی ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "لَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ "

اگر تم اپنے نبی کی سنت کو چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ [صحیح مسلم:۶۵۴]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر امتی پر آپ کی سنت کو اختیار کرنا لازم ہے۔ یہاں تک کہ جب قربِ قیامت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام بھی (آسمان سے نازل ہو کر) آئیں گے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خود بھی پابند ہوں گے اور لوگوں کو بھی آپ کی سنت پر چلائیں گے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلے میں کسی اور نبی کی سنت کو اختیار کرنا بھی گمراہی اور ضلالت ہے چہ جائیکہ کسی امام کی تقلید کو اختیار کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر ہر حال میں اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلاً﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمھارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ یہی ایک صحیح طریق کار ہے اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے۔ [النسآء:۵۹]

اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت غیر مشروط اور اولوالامر کی اطاعت مشروط ہے۔ چنانچہ اولوالامر کی بات اگر کتاب وسنت کے مطابق ہوگی تو ان کی اطاعت بھی لازم ہے، لیکن اگر ان کا حکم کتاب وسنت کے خلاف ہوگا تو پھر ان کی اطاعت درست نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول گزر چکا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةٍ اِنَّمَا الطَّاعَةُ فِی الْمَعْرُوْفِ))

(اللہ اور رسول کی) نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں، اطاعت جو کچھ بھی ہے معروف میں ہے۔ [بخاری:۷۲۵۷، مسلم:۱۸۴۰]

نبی ﷺ کی اطاعت اس لیے لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نمائندہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو انسانوں تک پہنچانا آپ کی ذمہ داری ہے اور پھر وہ معصوم بھی ہیں اور وحی کی رہنمائی بھی آپ کو حاصل ہے جب کہ غیر نبی میں یہ تمام باتیں مفقود ہوتی ہیں اور اس سے غلطیوں کا صدور ایک لازمی امر ہے لہٰذا ہر مسئلہ میں اس کی تقلید کرنا اور اس کے قول کو حجت سمجھنا گمراہی کا سبب ہے اور پھر رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں کسی امام کے قول کو پیش کرنا تو سخت ترین گمراہی ہے۔ بھلا جس امام پر خود اللہ اور رسول کی اطاعت لازم ہو اور جو اتباع کے لیے سنتِ رسول کا متلاشی ہو، خود اس کی تقلید کرنا کیسے لازم ہو جائے گی؟

یہ حقیقت ہے کہ ان ائمۂ کرام نے بھی اپنی تقلید سے لوگوں کو منع کیا ہے۔

[تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں حافظ ابن قیم کی شہرۂ آفاق کتاب ''اعلام الموقعین'' اور ''فتاویٰ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ'' ج ۲۰ص ۱۰،۱۱]

سوال یہ ہے کہ جب ائمۂ کرام نے لوگوں کو تقلید سے منع کیا ہے تو پھر تقلید پر اصرار کیوں؟ اصل بات یہ ہے کہ تقلید پر اصرار بعد کے لوگوں کی اختراع ہے ورنہ اہل علم نے تو ہر دور میں تقلید کی مخالفت کی ہے۔ مثلاً حافظ ابن کثیر کے متعلق مشہور ہے کہ وہ شافعی المذہب تھے، لیکن وہ ﴿ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ﴾ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے (مختلف اقوال کو ذکر کرنے کے بعد) ارشاد فرماتے ہیں:

''لیکن یہ یاد رہے کہ پچھلے اقوال سب کے سب ضعیف ہیں۔ جھگڑا صرف صبح اور عصر کی نماز میں ہے اور صحیح حدیثوں سے عصر کی نماز کا صلوٰۃ وسطیٰ ہونا ثابت ہے۔ پس لازم ہو گیا کہ سب اقوال کو چھوڑ کر یہی عقیدہ رکھیں کہ صلوٰۃ وسطیٰ نماز عصر ہے۔''

امام ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازی نے اپنی کتاب فضائل شافعی میں روایت کی ہے کہ امام شافعی فرمایا کرتے تھے:

''كُلُّ مَا قُلْتُ فَكَانَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ بِخِلَافِ قَوْلِي مِمَّا يَصِحُّ فَحَدِيْثُ النَّبِيِّ ﷺ اَوْلٰى وَلَا تُقَلِّدُوْنِي''

میرے جس کسی قول کے خلاف (نبی ﷺ کی) کوئی صحیح حدیث مروی ہو تو حدیث ہی اولیٰ ہے خبردار میری تقلید نہ کرنا۔

[آداب الشافعی لابن ابی حاتم ص ۶۹ نحو المعنیٰ وسندہ حسن]

امام شافعی کے اس فرمان کو امام ربیع، امام زعفرانی اور امام احمد بن حنبل بھی روایت کرتے ہیں اور موسیٰ ابوالولید بن جارود امام شافعی سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

'' إِذَا صَحَّ الْحَدِيْثُ وَ قُلْتُ قَوْلًا فَأَنَا رَاجِعٌ عَنْ قَوْلِي وَ قَائِلٌ بِذٰلِكَ''

میری جو بات صحیح حدیث کے خلاف ہو، میں اپنی اس بات سے رجوع کرتا ہوں

اور صاف کہتا ہوں کہ میرا مذہب وہی ہے جو حدیث میں ہے۔

یہ امام صاحب کی امانت اور سرداری ہے اور آپ جیسے ائمۂ کرام میں سے بھی ہر ایک نے یہی فرمایا ہے کہ ان کے اقوال کو دین نہ سمجھا جائے۔ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَ رَضِيَ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ . اس لیے قاضی ماوردی فرماتے ہیں:

''امام صاحب کا صلوٰۃ وسطیٰ کے بارے میں یہی مذہب سمجھنا چاہیے کہ وہ عصر ہے گو امام صاحب کا اپنا قول یہ ہے کہ وہ عصر نہیں ہے۔ مگر آپ کے فرمان کے مطابق حدیث کے خلاف اس قول کو پا کر ہم نے چھوڑ دیا۔''

[تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۱۱۸، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مقابلے میں کسی کے قول کو اہمیت نہ دیتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ خلفائے راشدین کی سنت کو رد کر دیتے تھے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال ملاحظہ فرمائیں۔

سالم بن عبداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مُلک شام کے ایک شخص نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حج تمتع کے متعلق دریافت کیا تو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حلال ہے۔ اس شامی نے کہا مگر آپ کے والد محترم (عمر فاروق رضی اللہ عنہ) نے اس سے منع فرمایا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ اگر میرے والد نے اس سے منع فرمایا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا ہو تو تمھارا کیا خیال ہے؟ (تم میرے والد کے فعل کو حجت سمجھو گے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو؟) میرے والد کے طریقہ کی پیروی کی جائے گی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی؟ تو اس شخص نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ (سنت) کی۔ پھر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج تمتع کیا تھا۔

[سنن الترمذی: ۸۲۴ وقال: حدیث حسن صحیح]

سیدنا ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے یہی بات سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہی، یعنی

عمر رضی اللہ عنہ نے حج تمتع سے منع کیا ہے، سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ (حج تمتع) کیا ہے اور ان کے ساتھ ہم (صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم) نے بھی کیا ہے۔
[ایضاً، ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے]

[ایک صحیح روایت میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے صاف طور پر تقلید سے منع کیا ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۰ وسندہ صحیح]

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' أَمَّا الْعَالِمُ إِنِ اهْتَدیٰ فَلَا تُقَلِّدُوْهُ دِيْنَكُمْ ''
عالم اگر سیدھے راستے پر بھی ہو تو اس کی تقلید نہ کرو۔
[جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۱۱۱ وسندہ حسن وصححہ الدارقطنی]

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فرمان سے معلوم ہوا کہ دینی مسائل میں کسی کی تقلید اختیار کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہے اور اسلام میں تقلید کا کوئی جواز موجود نہیں ہے اور اگر کسی کی راہنمائی اختیار کرنا ہی لازم ہو تو پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی فرمانبرداری اختیار کی جائے اور ایک روایت میں نبی ﷺ نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فرمانبرداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فرمانبرداری بھی کتاب وسنت کے ساتھ مشروط ہے۔
کسی نے غالباً اسی لیے کہا ہے:

فَاهْرِبْ عَنِ التَّقْلِيْدِ فَهُوَ ضَلَالَةٌ إِنَّ الْمُقَلِّدَ فِيْ سَبِيْلِ الْهَالِكِ

تقلید سے دور بھاگو کیونکہ یہ گمراہی ہے اور اس میں شک نہیں کہ مقلد ہلاکت کی راہ پر گامزن ہے۔

(حافظ ابن عبدالبر وغیرہ علماء نے اس پر مسلمانوں کا اجماع نقل کیا ہے کہ تقلید جہالت کا دوسرا نام ہے اور مقلد جاہل ہوتا ہے۔[دیکھئے جامع بیان العلم جلد ۲ صفحہ ۱۱۷، واعلام الموقعین ج ۱ ص ۷، ج ۲ ص ۱۸۸])

امام ترمذی، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ '' نبی ﷺ نے قربانی کے

جانور کو اشعار کیا یعنی نشان لگایا'' کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''امام وکیع نے جب یہ حدیث بیان کی تو فرمایا کہ اس میں اہل الرائے کے قول کی طرف نظر نہ کرو، کیوں کہ اشعار سنت ہے اور اہل الرائے کا قول بدعت ہے۔ ابو السائب کہتے ہیں کہ ہم امام وکیع کے پاس تھے کہ قیاس کرنے والوں (اہل الرائے) میں سے ایک شخص سے امام وکیع نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے اشعار کیا اور ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ یہ مُثلہ ہے (جانوروں کے کان، ناک وغیرہ اعضا کاٹنے کو مثلہ کہتے ہیں) اس شخص نے کہا اور جو روایت کی گئی ہے کہ ابراہیم نخعی نے فرمایا: اشعار مثلہ ہے۔ کہتے ہیں میں نے امام وکیع کو دیکھا کہ وہ غصہ سے آگ بگولا ہو گئے اور کہا کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (کہ اشعار کرو) اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے کہا (میں تمھارے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد پیش کر رہا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ابراہیم نخعی نے یوں کہا ہے) تم اس قابل ہو کہ تمھیں قید کیا جائے اور جب تک تم اپنے قول سے باز نہ آ جاؤ اس وقت تک تمھیں نہ نکالا جائے۔ [سنن الترمذی ج ۱ ص ۱۷۷، ۱۷۸ ح ۹۰۶، اردو ترجمہ نور محمد کارخانہ کتب کراچی]

امام وکیع، امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں اور ان کے متعلق بعض لوگوں کا دعویٰ ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کے مقلد تھے، لیکن یہ واقعہ ان حضرات کے دعوے کو رد کرنے کے لیے بہت ہی کافی و شافی ہے۔ (اس طرح کی بہت سی مثالیں اعلام الموقعین اور ایقاظ ہمم اولی الابصار میں بھی موجود ہیں۔)

مقلدین حضرات عموماً نبی ﷺ کی احادیث کو تقلید کی عینک سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ سنت اور حدیث کو اپنے مقرر کردہ اصول وقواعد کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور جب کوئی حدیث ان کے خودساختہ اصولوں پر پوری طرح فٹ نہیں بیٹھتی تو وہ اسے کھینچ تان کر اِس اصول کے مطابق بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی حدیث ان کے مذہب کے بالکل خلاف ہو تو پھر اس حدیث میں کیڑے نکالنا شروع کر دیتے ہیں اور احادیث صحیحہ کا وہ پوسٹ مارٹم کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ.!

چنانچہ دوسرے بہت سے مسائل کے علاوہ رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعت سے اٹھتے وقت رفع الیدین کے ساتھ مقلدین کا جو رویہ رہا ہے وہ انتہائی افسوس ناک ہے کیوں کہ جہاں ایک طرف مقلدین حضرات احادیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں وہاں دوسری طرف رفع الیدین کو لوگوں کی نگاہوں میں قابل نفرت عمل بنانے کے لیے انھوں نے عجیب وغریب کہانیاں مشہور کر رکھی ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ عظیم الشان سنت آج جاہل لوگوں کی نگاہوں میں ایک قابلِ نفرت فعل بن کر رہ گئی ہے۔ سنتِ رسول ﷺ سے نفرت کا اظہار کرنا یا دل میں اس کے خلاف قابلِ نفرت جذبات رکھنا ایمان کے منافی عمل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ﴾

(اے محمد ﷺ!) تمھارے رب کی قسم یہ کبھی مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے باہمی اختلافات میں یہ تم کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں، پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ تسلیم کر لیں۔ [النسآء:٦٥]

(بعض نام نہاد "حنفیوں" نے رفع یدین پر اہل حدیث کی تکفیر بھی کر رکھی ہے۔ عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی لکھتے ہیں:

"اصل بات یہ تھی کہ بعض حنفیوں نے اہل حدیث یعنی غیر مقلدین زمانہ کو رفع یدین پر کافر کہنا شروع کر دیا تھا اور یہ سخت ترین غلطی تھی، بڑی گمراہی تھی۔"

[تذکرۃ الخلیل ص ١٣٢، ١٣٣]

لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ اس سنت کی اہمیت کے واضح ہو جانے کے بعد اب وہ پابندی سے اسے ادا کریں اور لومۃ لائم کی کوئی پروا نہ کریں کیوں کہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ))

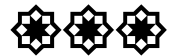
نماز اس طرح پڑھو جیسا کہ تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔

[بخاری کتاب الاذان باب الاذان للمسافرین اذا کانوا جماعۃ ح ۶۳۱]

فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے علم و تحقیق کا حق ادا کرتے ہوئے محنتِ شاقہ کے ذریعے رفع الیدین کا مسئلہ قارئین کے سامنے پیش کیا ہے اور حق و انصاف اور پوری دیانت داری کے ساتھ رفع الیدین کے دونوں پہلوؤں یعنی رفع الیدین اور عدم رفع الیدین کو پوری عرق ریزی اور محدثین و سلف صالحین کی تصدیقات و حوالہ جات کے ساتھ پیش کیا ہے اور ناقابل تردید دلائل کے ساتھ جہاں رفع الیدین کا سنت متواترہ ہونا ثابت کیا ہے وہاں دوسری طرف عدم رفع الیدین کے متعلق اہل الرائے والقیاس کے بودے اور کمزور دلائل کا تانا بانا بھی بیان کر دیا ہے اور جمہور محدثین، محققین اور حدیث کے ناقدین سے ان دلائل کی اصل حیثیت اور ان کے ناقابل عمل ہونے کا ثبوت بھی پیش کر دیا ہے اور موجودہ دور کے بعض اہل الرائے والقیاس والتقلید کے جھوٹ و فریب کے پردوں کو بھی چاک کر کے رکھ دیا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فضیلۃ الشیخ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے علم، عمل اور عمر میں اضافہ فرمائے اور انھیں باطل فرقوں کے خلاف ہر محاذ پر سرخرو فرمائے اور باطل فرقوں کو ہر محاذ پر ہزیمت اور ذلت و رسوائی سے دوچار فرمائے، آمین۔

اس کتاب کے بعد ان شاء اللہ عنقریب مسئلہ آمین بالجہر، فاتحہ خلف الامام اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کے متعلق بھی موصوف کی کتب شائع ہوں گی اور نماز پر ایک جامع اور مکمل کتاب بھی زیر ترتیب ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں بھی کچھ لٹریچر طباعت کے انتظار میں ہے۔ [بحمد اللہ کئی کتابیں شائع ہو چکی ہیں]

ڈاکٹر ابو جابر **عبداللہ دامانوی**
(یکم محرم الحرام ۱۴۱۱ھ)



مقدمہ

ہمارے امام اعظم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنت رفع الیدین کے خلاف اس پرفتن دور میں بعض ''اہل الرائے والا ہواء'' نے چند کتابچے اور کتابیں لکھی ہیں۔ بے شمار دسیسہ کاریوں، شعبدہ بازیوں اور مغالطہ دہیوں کے علاوہ انھوں نے صحیحین اور محدثین کا مرتبہ وعزت گھٹانے کی نامسعود اور قابلِ مذمت کوشش بھی کی ہے حالانکہ ان کی یہ ساری کوششیں مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور اور فضول ہیں۔

(دیوبندیوں اور بریلویوں کے معتمد علیہ) شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں:

''صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان کی تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے، جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے۔'' [حجۃ اللہ البالغہ ص ۲۴۲ مترجم: مولوی عبدالحق حقانی]

مگر کسے معلوم تھا کہ ایک ایسا دور آنے والا ہے جب مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنے والے بدعتی صحیحین (بخاری و مسلم) کی احادیث اور راویوں پر اندھا دھند حملے کریں گے۔

مثلاً سرفراز صفدر صاحب دیوبندی (حیاتی) نے صحیحین کے بعض درج ذیل راویوں پر عملِ جراحی چلایا ہے:

	نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	سرفراز صفدر کی کتاب
1-	مکحول	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۶/۲)
2-	العلاء بن الحارث	صحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)
3-	ولید بن مسلم	صحیح بخاری وصحیح مسلم	احسن الکلام (۸۵/۲)

4-	سعید بن عامر	صحیح بخاری وصحیح مسلم	احسن الکلام (۱۳۲/۲)
5-	العلاء بن عبدالرحمٰن	صحیح مسلم	احسن الکلام (۲۴۰/۱)

تفصیل کے لیے مولانا ارشادالحق اثری کی مایۂ ناز کتاب ''توضیح الکلام'' کا مطالعہ کریں۔حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے بھی صحیحین کے راویوں پر تیشہ چلایا ہے۔مثلاً:

نام راوی	کتاب جس کا راوی ہے	حبیب اللہ ڈیروی کی کتاب
1- ابن جریج	بخاری ومسلم	نورالصباح مقدمہ (ص ۱۸)
2- ولید بن مسلم	بخاری ومسلم	نورالصباح (ص ۱۸۱)
3- یحییٰ بن ایوب الغافقی المصری	بخاری ومسلم	نورالصباح (ص ۲۲۱)

یہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں میں صحیحین کی عزت میں کمی کی کوشش کریں گے مگر چاند کی طرف تھوکنے والے کا تھوک اس کے منہ پر ہی پڑتا ہے۔ان شاءاللہ ان بدعتیوں کی یہ کوششیں بالکل ہی رائیگاں جائیں گی۔

صحیح بخاری کی اُمتِ اسلامیہ میں جو پذیرائی ہوئی اس کا اندازہ ترجمان دیوبند ''القاسم'' کے درج ذیل بیان سے بھی صاف طور پر واضح ہو جاتا ہے:

''صحیح بخاری عجیب شان کی کتاب ہے اور اسے اللہ نے عجیب وغریب مقبولیت بخشی ہے۔ ہر عالم وعامی قرآن کے بعد جب نظر اٹھاتا ہے تو صحیح بخاری پر سب سے پہلے نظر پڑتی ہے۔تقریباً ایک ہزار سال سے دنیا (ئے) اسلام میں اس کتاب کو کتاب اللہ کے بعد جو فوقیت اور مرجعیت حاصل رہی ہے اس کی وجہ سے اس کی بھاری بھرکم حیثیت اور اس کے مؤلف کی عظیم شخصیت اسلامی تاریخ پر چھا گئی۔''

[القاسم اکتوبر ۱۹۶۱ء ص ۳۳ بحوالہ اللمحات ج ا ص ۳۲]

اور مزید لکھتے ہیں:

''امام بخاری کی دینی خدمت، علمی ثقاہت اور شان وجلالت کی بدولت ان کی شخصیت ایک ایسا مرعوب کن تاریخی باب بن گئی جس کی سلوٹوں میں بہت سی اہم

علمی و دینی خدمات کا طول وعرض اور متعدد جلیل القدر شخصیتوں کا قد وقامت دبا ہوامحسوس ہوتا ہے۔''

[القاسم شمارہ مذکورہ بحوالہ اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات ج۱ص۳۲،۳۳]

یہ ایک مخالف کا اعتراف حقیقت ہے، ظاہر ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کے خلاف ان بدعتیوں کا لکھنا خود ان کی شرمندگی اور جگ ہنسائی کا باعث بن رہا ہے۔

انوار الباری کے غالی مصنف (جو ماشاء اللہ دیوبندی ہیں) اپنی کتاب کی جلد۲ کے صفحہ۵۲ پر اعتراف کرتے ہیں:

''خلاصہ یہ کہ امام بخاری کی شخصیت اتنی بلند و برتر ہے کہ ہم نے یا ہم سے قبل دوسروں نے ان پر یا ان کی ''صحیح بخاری'' و دیگر تالیفات پر جتنا نقد کیا ہے اگر اس سے دس بیس گنا مزید بھی تنقید کی جائے تو اس تمام سے بھی امام بخاری کی بلند شخصیت یا صحیح بخاری کی عظمت مجروح نہیں ہوسکتی۔''

[بحوالہ شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص۴۸]

عرض ہے کہ حبیب اللہ ڈیروی صاحب (حیاتی دیوبندی) نے اپنے پیش رووں کی کورانہ تقلید میں کچھ زیادہ ہی سرگرمی دکھائی ہے۔ ان کی کتاب ''نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح'' اس سلسلے میں میرے پیش نظر ہے۔ اس کتاب کا مدلل اور مسکت جواب حکیم محمود سلفی صاحب نے ''شمس الضحیٰ'' نامی کتاب میں دے دیا ہے جس میں انھوں نے ڈیروی صاحب کی چیرہ دستیاں اور مغالطات قارئین کرام کے سامنے بے نقاب کر دیئے ہیں تاکہ عام لوگوں پر اس ادیب کی حقیقت واضح ہو جائے۔

چونکہ رفع الیدین کے مسئلہ پر میری یہ کتاب ایک مستقل تصنیف ہے جس میں جمہور محدثین کی تحقیقات کے مطابق اس مسئلے کا غیر جانب دارانہ جائزہ لیا گیا ہے لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ اس کتاب کے مقدمہ میں مختصراً ڈیروی صاحب کے چند مغالطات اور کذب بیانیوں کا جائزہ قارئین کے سامنے پیش کر دیا جائے تاکہ جو زندہ رہے وہ دلیل

دیکھ کر جیئے اور جسے مرنا ہے وہ دلیل دیکھ کر مرے۔

1- پہلا مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''عثمان بن الحکم الجذ امی ضعیف ہے، ابن حجر فرماتے ہیں: لَهٗ اَوْهَامٌ (تقریب) اس کی روایتوں میں غلطیاں ہیں اور علامہ ذہبیؒ میزان ص ۳۲ ج ۳ میں فرماتے ہیں: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ کہ یہ راوی قوی نہیں ہے۔''
[نور الصباح، مقدمہ طبع دوم ص ۱۹ بترقیمی، نمبر ۱۵]

جواب: یہ سارا بیان غلط ہے۔

① عثمان بن الحکم کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

② حافظ ابن حجر کی بات آدھی نقل کی گئی ہے، ان کا پورا کلام آگے آ رہا ہے۔ اوہام سے کون پاک ہے؟ اس روایت میں ان کا وہم ثابت کریں تو اور بات ہے ورنہ صرف لہ اَوہام کی وجہ سے ایک صدوق راوی کی روایت کو کیوں کر رد کیا جا سکتا ہے؟

③ امام ذہبی نے عثمان مذکور کو لیس بالقوی نہیں کہا بلکہ میزان کے بعض نسخوں میں ہے کہ ابوعمر نے کہا ہے (ج ۳ ص ۳۲) یہ ابوعمر (یہاں) غیر متعین ہے اور اس عبارت کی صحت بھی مشکوک ہے۔ تیسرے یہ کہ القوی نہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قوی بھی نہیں ہے۔ واللہ اعلم!

عثمان بن الحکم الجذ امی المصری کو امام احمد بن صالح المصری نے ثقہ قرار دیا ہے (تہذیب التہذیب ۱۰۲/۷) ابن یونس مؤرخ مصری نے کہا کہ وہ فقیہ اور متدین تھا (ایضاً) ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے (کتاب الثقات ۴۵۲/۸) ابن ابی مریم نے کہا: کان من خیار الناس (صحیح ابن خزیمہ ۳۴۵/۱) ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اس سے استدلال کیا۔ (ایضاً) (نیز دیکھیں لسان المیزان ۲۲۷/۱) ابن حجر نے کہا: صدوق له أوهام (التقریب ص ۲۳۳)

ان کے مقابلے میں ابوحاتم نے فرما: لَيْسَ بِالْمَتِيْنِ ، لَيْسَ بِالمتقِنِ
[تہذیب التہذیب ومیزان الاعتدال] ابوعمر نے کہا: لَيْسَ بِالْقَوِيِّ [میزان الاعتدال ۳۲/۳]

معلوم ہوا کہ عثمان بن الحکم جمہور کے نزدیک ثقہ اور صدوق ہے لہٰذا اسے خود بخود بغیر قوی دلیل کے ضعیف قرار دینا علم وانصاف کا خون کردینے کے مترادف ہے۔ یاد رہے کہ عثمان مذکور حدیث ابی ہریرہ میں منفرد نہیں بلکہ یحییٰ بن ایوب نے اس کی متابعت کررکھی ہے۔

2- دوسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے کہ

''حضرت امام شافعی جب حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر کی زیارت کے لیے پہنچے تو وہاں نمازوں میں رفع الیدین چھوڑ دیا تھا کسی نے امام شافعیؒ سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: اس قبر والے سے حیا آتی ہے۔'' [نورالصباح ص۲۹]

جواب: یہ واقعہ جعلی اور سفید جھوٹ ہے۔ شاہ رفیع الدین کا کسی واقعہ کو بغیر سند کے نقل کردینا اس واقعہ کی صحت کی دلیل نہیں ہے۔ شاہ رفیع الدین اور امام شافعی کے درمیان کئی سوسال کا فاصلہ ہے جس میں مسافروں کی گردنیں بھی ٹوٹ جاتی ہیں۔

ڈیروی صاحب کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس واقعہ کی مکمل اور مفصل سند پیش کریں تاکہ راویوں کا صدق وکذب معلوم ہوجائے۔ اسناد دین میں سے ہیں اور بغیر سند کے کسی کی بات کی ذرہ برابر بھی حیثیت نہیں ہے۔

[بحمداللہ ابھی تک ڈیروی صاحب یا ان کے کسی ساتھی نے اس واقعہ کی سند پیش نہیں کی ہے (۱۴۲۰ھ) جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اس من گھڑت واقعہ کی ان لوگوں کے پاس کوئی سند موجود نہیں ہے۔ ۱۴۲۷ھ!]

3- تیسرا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا:

''حضرت امام ابوحنیفہ.....رفع الیدین کرنے والوں کو منع کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر لسان المیزان ج ۲ ص۳۲۲ میں لکھتے ہیں: قتیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابومقاتل کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کے پہلو میں نماز پڑھی اور میں رفع الیدین کرتا رہا۔ جب امام ابوحنیفہؒ نے سلام پھیرا تو کہا کہ اے ابومقاتل شاید کہ تو پنکھے والوں سے ہے'' [نور الصباح ص۳۱]

جواب: آپ لسان المیزان کا مذکورہ صفحہ نکالیں، وہاں لکھا ہے کہ قتیبہ نے اس قصہ کے راوی ابومقاتل کو بہت کمزور قرار دیا ہے۔ابن مہدی نے کذاب کہا، حافظ سلیمانی نے کہا: یہ حدیث بناتا تھا، وکیع نے اسے کذاب کہا، ابوسعید النقاش اور الحاکم نے کہا: اس نے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔[لسان المیزان ۳۲۲/۲، ۳۲۳ ملخصاً]

قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ ایک کذاب و وضاع کی روایت پر ڈیروی صاحب اپنے دعویٰ کی بنیاد رکھ رہے ہیں، کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

دوسرے یہ کہ اس عبارت سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ امام صاحب نے ابومقاتل کو رفع الیدین سے منع کیا تھا۔

4- چوتھا مغالطہ

مزید لکھتے ہیں:

''حضرت امام شعبیؒ بھی ترک رفع الیدین کرتے تھے.......... **عن اشعث عن الشعبی**........'' [کتاب ڈیروی ص۴۵]

جواب: اشعث سے مراد اشعث بن سوار الکندی الکوفی ہے۔

دلیل: وہ عامر الشعبی کا شاگرد ہے۔ [تہذیب الکمال للمزی ۲۶۵/۳ ط]

اشعث بن سوار مختلف فیہ راوی ہے۔اسے درج ذیل ائمۂ حدیث نے ضعیف اور مجروح قرار دیا:

(۱) احمد بن حنبل (۲) ابوزرعہ (۳) نسائی (۴) دارقطنی (۵) ابن حبان

(٦) ابن سعد (٧) العجلی (٨) عثمان بن ابی شیبہ (٩) بندار (١٠) اور ابوداود وغیرہم
ابن معین نے ایک دفعہ ثقہ اور دوسری دفعہ ضعیف کہا لہٰذا ان کے دونوں قول ساقط
ہو گئے۔ [ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ا ص ٣٠٨، ٣٠٩]
صحیح مسلم میں اس کی روایات متابعۃً ہیں۔ حافظ ابن حجر نے تقریب التہذیب میں
فیصلہ کیا ہے کہ (اشعث بن سوار) ضعیف ہے۔

5- آٹھواں مغالطہ

ڈیروی صاحب تحریر کرتے ہیں:
''حضرت اسود بن یزیدؒ التابعی اور حضرت علقمہ التابعی دونوں ترک رفع الیدین
کرتے تھے۔'' [کتاب ڈیروی ص ٧۴ طبع دوم ١۴٠٦ھ]

جواب: اس کی سند ڈیروی صاحب نے اس طرح لکھی ہے:
''**عن جابر عن الاسود وعلقمة....**''
جابر سے مراد جابر بن یزید الجعفی الکوفی ہے۔

دلیل: جابر جعفی شریک بن عبداللہ کا استاد ہے۔ [تہذیب الکمال ۴/٣٦٦ ط]
اور یہ روایت اس سے شریک نے بیان کی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ١/٢٣٧]

جابر جعفی مختلف فیہ راوی ہے۔ بعض نے اس کی توثیق کی ہے۔ زائدہ نے کہا: اللہ کی
قسم یہ جھوٹا تھا اور رجعت علی پر ایمان رکھتا تھا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا: میں نے اس سے زیادہ
جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ نسائی نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی نے کہا: کذاب ہے۔
زائدہ نے مزید بتایا کہ رافضی تھا اور اصحاب النبی ﷺ کو گالیاں دیتا تھا۔ (رضی اللہ عنہم
اجمعین) سعید بن جبیر تابعی نے اسے جھوٹا قرار دیا۔ احمد بن خداش نے اللہ کی قسم کھا کر کہا
کہ جھوٹ بولتا تھا۔ ابن حبان نے کہا کہ سبائی تھا (عبداللہ بن سبا یہودی کا ایجنٹ تھا)
[ملخصاً من تہذیب التہذیب ٢/۴١-۴۴]

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا: ''ضعيف رافضي'' یہ ضعیف (اور) رافضی ہے۔

[تقریب التہذیب:۸۷۸]

اس ضعیف وکذاب ومدلس رافضی کی روایت سے ڈیروی صاحب استدلال کررہے ہیں۔کیا یہ کذب نوازی نہیں ہے؟

6- چھٹا مغالطہ

ڈیروی صاحب نے کہا:''حضرت امام حسن بن زیادؒ اور حضرت امام زفرؒ بھی رفع الیدین نہ کرتے تھے۔'' [نورالصباح ص۳۳]

جناب ڈیروی صاحب کے (ممدوح)''حضرت الامام''(حسن بن زیاد اللؤلؤی) کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

حسن بن زیاد اللؤلؤی

ابن معین نے کہا: کذاب ہے۔محمد بن عبداللہ بن نمیر نے کہا: ابن جریج پر جھوٹ بولتا ہے۔ابوداود نے کہا: کذاب غیر ثقہ ہے۔محمد بن رافع النیسابوری نے کہا: یہ شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا تھا اور امام سے پہلے سجدہ کرتا تھا۔حسن الحلوانی نے بتایا کہ میں نے اسے دیکھا اس نے سجدہ کی حالت میں ایک لڑکے کا بوسہ لیا۔ابوثور نے کہا: میں نے اس سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا،نماز کی حالت میں وہ ایک نوعمر لڑکے جس کی داڑھی مونچھ نہیں تھی، کے رخسار پر ہاتھ پھیرتا تھا۔یزید بن ہارون نے تعجب سے کہا: کیا یہ مسلمان ہے؟اسامہ اسے خبیث کہتے تھے۔یعقوب بن سفیان،عقیلی اور الساجی نے کہا: کذاب ہے۔

[ملخصاً من لسان المیزان ۲/۲۰۸،۲۰۹]

ایسا گندا شخص ڈیروی صاحب کا''حضرت امام'' ہے۔

[تنبیہ: حسن بن زیاد اللؤلؤی کے بارے میں تفصیلی اور تحقیقی مضمون کے لیے دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:۱۶ص۳۰ تا ۳۷ نصب العماد فی تحقیق الحسن بن زیاد]

7- ساتواں مغالطہ

ڈیروی صاحب لکھتے ہیں:

''امام ہیثم بن عدیؒ بھی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے [دیکھئے البدایہ والنہایہ ج۸ص۶۸] '' [نور الصباح ص:۲۰۷]

جواب:

ڈیروی صاحب کے امام ہیثم بن عدی کا مختصر تعارف درج ذیل ہے:

ہیثم بن عدی

بخاری نے کہا: لَيْسَ بِثِقَةٍ كَانَ يَكْذِبُ۔ ابوداود نے کہا: **کذاب**۔ نسائی وغیرہ نے کہا: **متروك الحديث**۔ [میزان الاعتدال ۳۲۴/۴]

العجلی نے کہا: کذاب ہے، میں نے اسے دیکھا ہے۔ ابوحاتم نے کہا: متروک الحدیث ہے۔ الساجی نے کہا: وہ جھوٹ بولتا تھا۔ [لسان المیزان ۲۵۳/۶ ط دار الفکر بیروت]

حافظ ہیثمی نے کہا: **کذاب**۔ [مجمع الزوائد ۱۰/۱۰]

غرض اس کذاب شخص کو ڈیروی صاحب نے اپنا امام قرار دیا ہے۔

تنبیہ: ہیثم بن عدی کے قول کو حافظ ابن کثیر نے '' **زعم** '' کہہ کر ذکر کیا ہے اور ''**وهذا غريب**'' کہہ کر اس کے غلط و باطل ہونے کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔

[البدایہ والنہایہ ۷۰/۸]

8- آٹھواں مغالطہ

ڈیروی صاحب نے لکھا ہے:

''ابن جریج ایک راوی ہے جس نے نوے عورتوں سے متعہ و زنا کیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ وغیرہ) ایسے راوی کی روایت کو عبدالرشید انصاری نے

الرسائل میں بار بار لکھ کر مسلمانوں کو دھوکا دیا ہے کہ یہ نبی ﷺ کا فرمان ہے:
دیکھئے الرسائل...'' [نور الصباح، مقدمہ ص ۱۸ بترقیمی]

جواب:

ڈیروی صاحب نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۲۲ پر ابن جریج کی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

'' رفع الیدین کے چھوٹ جانے یا چھوڑ دینے سے نماز کا اعادہ لازم نہیں ۔ حضرت عطا بن ابی رباح کا فتویٰ ملاحظہ ہو۔ **عَبْدُالرَّزَّاقِ عَن اِبْنِ جُرَيْجٍ قَالَ قُلْتُ لِعَطَاء** ......ابن جریج فرماتے ہیں...''

معلوم ہوا کہ خود ڈیروی صاحب مسلمانوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ ایک راوی پر سخت جرح کرتے ہیں اور پھر اسی کی روایت کو بطور حجت پیش کرتے ہیں۔ اس پر طُرہ یہ کہ اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۲ پر لکھتے ہیں:

'' اس کی سند میں ابن جریج راوی واقع ہے جو کہ ثقہ ہے مگر سخت قسم کا مدلس ہے.....''

لہٰذا عبدالرشید انصاری (صاحب) بے چارے پر الزام تراشی کس لیے ہے؟

ابن جریج صحاح ستہ کا مرکزی راوی ہے۔ ابن معین، ابن سعد، ابن حبان اور العجلی نے کہا: ثقہ ہے، احمد بن حنبل وغیرہ نے اس کی تعریف کی ہے۔ [التہذیب ۶/۳۵۷ تا ۳۶۰]

حافظ ذہبی نے کہا: **ثقة حافظ** ۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۲]

رہا متعہ کا مسئلہ تو یہ کئی لحاظ سے مردود ہے:

① اس کی مکمل سند پیش کی جائے۔
② حافظ ذہبی سے ابن جریج تک سند نامعلوم ہے۔
③ اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو اسے ابن جریج کی اجتہادی غلطی تصور کیا جائے گا۔

سیدنا ابن عباس سے بھی متعہ کا جواز مروی ہے اور اکابر صحابہ نے ان پر اس مسئلہ میں

سخت تنقید کی ہے۔ [تفصیل کے لیے صحیح مسلم مع شرح النووی ۹/۱۸۴، ۱۸۸، ۱۹۰ کا مطالعہ کریں۔]

یاد رہے کہ متعہ حرام ہے اور اسے نبی ﷺ نے قیامت تک حرام قرار دیا ہے لہٰذا نبی ﷺ کے مقابلہ میں ہر شخص کا فتویٰ مردود ہے۔

[④ اگر بطور تنزل ابن جریج سے اس مسئلہ کو ثابت بھی مان لیا جائے تو بقول حافظ ابن حجر، صحیح ابی عوانہ میں ابن جریج کا رجوع کرنا ثابت ہے۔

[فتح الباری ج۹ ص۱۷۳ التلخیص الحبیر ۳/۱۶۰]

رجوع کرنے والے کے خلاف پروپیگنڈا جاری رکھنا دیوبندیوں کی کس عدالت کا انصاف ہے؟]

تنبیہ: تذکرۃ الحفاظ وغیرہ میں ''زنا'' کا لفظ بالکل نہیں ہے۔ یہ لفظ ڈیروی صاحب نے اپنی طرف سے گھڑ کر بڑھا دیا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء میں حافظ ذہبی نے ''تزوج'' (نکاح کیا) کے الفاظ لکھے ہیں۔ [سیر اعلام النبلاء ۶/۳۳۱]

9- نواں مغالطہ

ڈیروی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مثلاً مسند ابی حنیفہ ج ا ص ۳۵۵ میں جو روایت آئی ہے اس میں بھی عاصم بن کلیب ؒ نہیں بلکہ اس کی سند اس طرح ہے۔'' ابو حنیفة عن حماد عن ابراهیم عن الاسود ان عبدالله ابن مسعود ۔۔۔الخ''

[نورالصباح ص۷۹]

جواب

مسند ابی حنیفہ محمد بن محمود الخوارزمی (متوفی ٦٦٥ھ) کی جمع کردہ ہے۔ الخوارزمی کی عدالت وثقاہت نامعلوم ہے۔ اس نے یہ روایت ابو محمد البخاری عن رجاء بن عبداللہ النہشلی عن شقیق بن ابراہیم عن ابی حنیفۃ کی سند کے ساتھ ذکر کی ہے۔ [ج ا ص ۳۵۵]

ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری (متوفی ۳۴۰ھ) کا تعارف

یہ شخص وضع حدیث کے ساتھ متہم ہے۔

[ملاحظہ فرمائیں الکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث لبرہان الدین الحلبی ص ۲۴۸]

ابواحمد الحافظ اور امام حاکم نے بتایا کہ وہ حدیث بناتا تھا۔

[کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۵۴، دوسرا نسخہ ص ۱۷۸ ح ۳۸۸ وسندہ صحیح]

ابوسعید الرواس نے کہا: اس پر وضع حدیث کا الزام ہے۔

احمد السلیمانی کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ سند اور متن دونوں گھڑتا تھا۔ ابوزرعہ احمد بن الحسین الرازی نے کہا ضعیف ہے۔ خلیلی نے اسے کمزور اور مدلس قرار دیا ہے۔ خطیب نے بھی جرح کی ہے۔ [دیکھئے لسان المیزان ۳/۳۴۸، ۳۴۹]

کسی نے بھی اس شخص کی توثیق نہیں کی لہٰذا ایسے شخص کی تمام روایات موضوعات اور مردود ہیں۔ حافظ ذہبی دیوان الضعفاء والمتروکین میں ابومحمد الحارثی کو ذکر کر کے لکھتے ہیں: "**یأتي بعجائب واهية**" وہ عجیب (اور) کمزور روایتیں لاتا ہے۔ [ص ۱۷۶ رقم ۲۲۹۷]

اس کا استاد رجاء النہشلی نامعلوم ہے اور شقیق بن ابراہیم بھی متکلم فیہ ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: **لا یحتج به**۔ [دیوان الضعفاء ص ۱۴۵ رقم ۱۸۹۶]

خلاصہ یہ کہ یہ روایت موضوع ہے۔

تنبیہ: میری تحقیق کے مطابق "**جامع المسانید**" میں الخوارزمی سے امام ابوحنیفہ تک ایک روایت بھی باسند صحیح یا حسن ثابت نہیں ہے، جسے اس بات سے اختلاف ہے۔ وہ صرف ایک سند ہی پیش کر دے جو جمہور کے نزدیک صحیح یا حسن ہو۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم [۱۴۱۰ھ]

[ابھی تک کسی شخص نے ایک بھی صحیح سند پیش نہیں کی۔ ۱۴۲۰ھ والحمدللہ۔ ۱۴۲۷ھ!]

10- دسواں مغالطہ

ڈیروی صاحب آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے لکھتے ہیں:

''محمد بن ابی لیلیٰ ۔۔۔پھر بھی جمہور کے ہاں وہ صدوق اور ثقہ ہے۔'' [ص۱۶۴]

جواب: آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے (ص۸۹) کہ ابن ابی لیلیٰ کو اکتیس (۳۱) سے زیادہ محدثین وعلماء نے ضعیف وغیرہ قرار دیا ہے اور صرف سات (۷) سے اس کی توثیق ملتی ہے۔اکتیس (۳۱) کی بات جمہور ہے یا سات (۷) کی؟

محمد بن طاہر المقدسی فرماتے ہیں: اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔
[تذکرۃ الموضوعات ص۲۴، ۹۰]

غالباً یہ اجماع المقدسی کے زمانے میں ہوا ہوگا۔ واللہ اعلم

انور شاہ کاشمیری دیوبندی نے کہا:

''**فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور**''

(ابن ابی لیلیٰ میرے نزدیک ضعیف ہے جیسا کہ جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔)
[فیض الباری ج۳ ص۱۶۸]

آپ فیصلہ کریں کہ کاشمیری صاحب کی بات سچ ہے یا ڈیروی صاحب کا دعویٰ جمہوریت جھوٹ ہے؟

بوصیری نے کہا: ''**هو محمد بن عبدالرحمن بن أبي ليلىٰ ضعفه الجمهور**''

وہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ ہے، اسے جمہور نے ضعیف قرار دیا ہے۔ [زوائد ابن ماجہ: ۸۵۴]

11- گیارہواں مغالطہ

صفحہ ۱۸۰ پر ڈیروی صاحب نے سوار بن مصعب کی ایک روایت پیش کی ہے اور لکھا ہے:

''غیر مقلدین حضرات کے محمد بن اسحاق کذاب اور دجال کی روایت سے تو کسی طرح یہ کم نہیں ہے۔''

جواب: سب سے پہلے سوار بن مصعب کا تعارف ملاحظہ فرمائیں:

یحییٰ نے کہا: **لَيْسَ بِشَيْءٍ**۔ بخاری نے کہا: **منكر الحديث**۔ (کہا جاتا ہے کہ) ابوداود نے کہا: **ليس بثقة**۔ نسائی وغیرہ نے کہا: **متروك الحديث**۔ [میزان الاعتدال ۲/۲۴۶]

احمد بن حنبل، ابوحاتم اور ابونعیم اصبہانی نے کہا: متروك الحديث۔
[لسان المیزان ۱۵۴/۳، کتاب الضعفاء لابی نعیم رقم:۹۴]

ابوعبداللہ الحاکم نے بتایا کہ اس نے عطیہ بن سعد سے موضوعات بیان کی ہیں اور وہ **متروك الحديث بمرة** یعنی بالکل متروک الحدیث ہے۔[المدخل للحاکم ص۱۴۶ رقم ۷۸]

اس کی یہ روایت بھی عطیہ سے ہے لہٰذا موضوع ہے۔

ابن عدی نے کہا: **هو ضعيف**۔[لسان المیزان ۱۵۴/۳]

دارقطنی نے کہا: **متروك الحديث**۔ [کتاب الضعفاء والمتروکین لابن جوزی ۳۱/۲]

ہیثمی نے کہا: **متروك**۔ [مجمع الزوائد ۱۶۳/۱]

حافظ ابن حبان نے فرمایا: **كان ممن يأتي بالمناكير عن المشاهير حتٰى يسبق (إلى) القلب أنه كان المتعمد لها** " [المجروحین ۳۵۶/۱]

اسے کسی نے بھی ثقہ یا صدوق وغیرہ نہیں کہا لہٰذا وہ بالاجماع ضعیف و متروک ہے۔
اس کے برعکس امام محمد بن اسحٰق بن یسار التابعی رحمہ اللہ صحیح مسلم وغیرہ کے راوی ہیں۔ انھیں درج ذیل علماء نے ثقہ و صدوق، صحیح الحدیث یا حسن الحدیث وغیرہ قرار دیا ہے:

(۱) امام بخاری (۲) سفیان بن عیینہ (۳) زہری (۴) ابن مبارک (۵) شعبہ (۶) علی بن المدینی (۷) احمد (۸) یحیٰی بن معین (۹) ابن حبان (۱۰) العجلی (۱۱) الذہلی (۱۲) البوشنجی (۱۳) الحاکم (۱۴) ابن خزیمہ (۱۵) ابوزرعہ الرازی (۱۶) ابن البرقی (۱۷) ابوزرعہ الدمشقی (۱۸) ابن عدی (۱۹) ابن سعد (۲۰) الخلیلی (۲۱) ابن نمیر (۲۲) الترمذی (۲۳) البیہقی (۲۴) الخطابی (۲۵) ابن حزم (۲۶) المنذری (۲۷) الذہبی (۲۸) محمد بن نصر الفراء (۲۹) ابن قیم (۳۰) السبکی (۳۱) الہیثمی (۳۲) حافظ ابن حجر عسقلانی (۳۳) ابن حجر مکی [مبتدع] (۳۴) خفاجی (۳۵) ابن علان (۳۶) السخاوی (۳۷) ابن کثیر (۳۸) القرطبی (۳۹) شوکانی (۴۰) نواب صدیق حسن خاں (۴۱) احمد شاکر (۴۲) عبدالرحمٰن مبارک پوری (۴۳) شمس الحق عظیم آبادی (۴۴) بشیر احمد سہسوانی (۴۵) ابن ہمام حنفی (۴۶) عینی حنفی

(۴۷) زیلعی حنفی (۴۸) ملا علی قاری حنفی (۴۹) عبدالحیٔ لکھنوی حنفی (۵۰) سلام اللہ حنفی (۵۱) شارح منیہ (۵۲) امیر علی حنفی (۵۳) نیموی حنفی (۵۴) انور شاہ کاشمیری دیوبندی (۵۵) محمد یوسف بنوری دیوبندی (۵٦) محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی (۵۷) ظفر احمد عثمانی دیوبندی (۵۷) خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی (۵۹) کوثری (٦۰) ابوغدہ الکوثری

[تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''توضیح الکلام'' ج ا ص ۲٦۵ تا ۲۹۳]

ان کے علاوہ:

(٦۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ (٦۲) ابن خلکان (٦۳) السیوطی (٦۴) السہیلی (٦۵) نور محمد ملتانی (٦٦) ابن عبدالبر (٦۷) احمد رضا خاں بریلوی (٦۸) اور محمد حسن وغیرہ نے بھی اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے۔ [حوالہ مذکورہ] (٦۹) طحاوی حنفی نے معانی الآثار میں اس کی ایک حدیث کے بارے میں ''**فهٰذا حديث متصل الإسناد صحيح**'' کہا ہے۔ [شرح معانی الآثار ج ۲ ص ۲۰۸ کتاب الحجۃ فی فتح رسول اللہ ﷺ مکۃ عنوۃ، دوسرا نسخہ ۲۲/۳] (۷۰)

تبلیغی جماعت کے شیخ الحدیث محمد زکریا صاحب نے بھی تبلیغی نصاب، فضائل ذکر صفحہ ۵۹۵/۱۱۷ پر محمد بن اسحاق کو ''**ثقة مدلس**'' تسلیم کیا ہے۔

[توضیح الکلام طبع جدید چورانوے (۹۴) علماء کے نام باحوالہ لکھے ہوئے ہیں جن سے محمد بن اسحاق کی توثیق وتعریف مروی ہے۔]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ محمد بن اسحٰق کو جمہور علماء ثقہ وصدوق قرار دیتے ہیں۔

علامہ زیلعی حنفی لکھتے ہیں:

''**وابن إسحاق الأكثر علٰى توثيقه و ممن و ثقه البخاري**''

ابن اسحاق کو اکثر نے ثقہ کہا ہے اور توثیق کرنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں۔

[نصب الرایہ ۷/۴]

علامہ عینی حنفی لکھتے ہیں: ''**إن ابن إسحاق من الثقات الكبار عند الجمهور**''

کہ جمہور کے نزدیک ابن اسحاق بڑے ثقات میں سے ہیں۔ [عمدۃ القاری ۲۷۰/۷]

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں:

''جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔'' [سیرت المصطفیٰ ج۱ص۷۶]

علامہ سہیلی فرماتے ہیں: ''ثبت فی الحدیث عند أکثر العلماء ''

اکثر علماء کے نزدیک وہ حدیث میں ثبت (ثقہ) ہیں۔ [الروض الانف ج۱ص۴]

مؤرخ ابن خلکان نے لکھا ہے: '' کان ثبتاً فی الحدیث عند أکثر العلماء''

یعنی وہ حدیث میں اکثر علماء کے نزدیک ثبت (ثقہ) ہیں۔ [وفیات الاعیان ۱/۶۱۲]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

'' و ابن إسحاق إذا قال حدثني فهو ثقة عند أهل الحديث ''

اور ابن اسحٰق اگر سماع کی تصریح کریں تو وہ اہل الحدیث کے نزدیک ثقہ ہیں۔

[فتاویٰ ابن تیمیہ ج۳۳ص۸۵]

اور مزید لکھتے ہیں:

'' إذا قال حدثني فحديثه صحيح عند أهل الحديث ''

وہ سماع کی تصریح کرے تو اہل حدیث (محدثین) کے نزدیک اس کی حدیث صحیح ہے۔ [فتاویٰ ابن تیمیہ ج۳۳ص۸۶] (ملخصاً من توضیح الکلام)

غرض جمہور علماء محمد بن اسحاق کو ثقہ کہتے ہیں مگر سرفراز صفدر اینڈ پارٹی برابر'' کذاب '' ''کذاب '' کی رٹ لگا رہی ہے۔

تنبیہ: فاتحہ خلف الامام کے مسئلہ کا دارومدار محمد بن اسحاق پر ہرگز نہیں ہے۔ دیگر بہت سی صحیح احادیث اس مسئلہ پر نص قطعی ہیں۔ مثلاً ابو قلابہ تابعی کی حدیث عن انس (اس کی سند بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے) اور محمد بن ابی عائشہ التابعی عن رجل من اصحاب النبی ﷺ (اس کی سند مسلم کی شرط پر صحیح ہے) نافع بن محمود التابعی جو کہ ثقہ عند الجمہور ہیں، کی حدیث (اکثر محدثین کی شرط پر صحیح یا حسن ہے) وغیرہ

تفصیل کے لیے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی لاجواب کتاب '' توضیح الکلام

فی وجوب القراءۃ خلف الامام' جلد اول اور راقم الحروف کی کتاب ''الکواکب الدریۃ فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجہریۃ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

مختصر یہ کہ ڈیروی صاحب نے اپنی اس کتاب میں علم و انصاف کا خون کیا ہے۔

اپنی کتاب کے صفحہ ۱۵۴ پر ڈیروی صاحب نے باب باندھا ہے:

''حضرت امام بخاری کی بے چینی''

اور پھر امام المحدثین و امام الفقہاء: بخاری رحمہ اللہ پر اپنی جہالت کی وجہ سے تنقید کی ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے عبداللہ بن ادریس کی روایت کو سفیان ثوری کی روایت پر کئی وجہ سے ترجیح دی ہے:

1- سفیان ثوری مدلس ہیں اور ابن ادریس مدلس نہیں ہیں۔

2- ابن ادریس بالاجماع ثقہ ہیں۔

3- ایک جماعت ان کی متابع ہے۔

4- ابن ادریس کی روایت کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

5- ثوری کی روایت کو جمہور علماء نے ضعیف و معلول قرار دیا ہے۔

6- بعض علماء نے بتایا ہے کہ ثوری کو اس روایت میں وہم ہوا ہے۔

آپ فیصلہ کریں کہ ان وجوہات کی روشنی میں اگر ابن ادریس کی روایت کو ثوری کی روایت پر ترجیح دی جائے تو کون سے قاعدے کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

محمد بن جابر کے مقابلے میں امام بخاری نے سفیان ثوری کی روایت کو جو ترجیح دی ہے تو اس کی بھی کئی وجوہ ہیں:

1- ثوری ثقہ مدلس ہیں جب کہ محمد بن جابر ضعیف متروک اور مختلط ہے۔

2- محمد بن جابر کی اس روایت پر دیگر محدثین نے بھی سخت جرح کی ہے۔

3- ثوری کی معنوی متابعت حفص، مغیرہ اور حصین وغیرہ نے بھی کی ہے۔

[مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۶ وغیرہ]

لہٰذا امام بخاری کا فیصلہ بالکل صحیح ہے مگر ڈیروی صاحب کی بے چینی نا قابل فہم ہے۔

جو شخص اپنی کتاب کے صفحہ ۲۲۴ پر حجاج بن ارطاۃ کو ضعیف، مدلس، کثیر الخطاء اور متروک الحدیث کہتا ہو اور اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۷، ۱۶۸ پر اسی حجاج بن ارطاۃ کی روایت کو پیش کر کے اسے ''صحیح حدیث'' قرار دیتا ہو علمی دنیا میں اس کا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

[یاد رہے کہ مسند احمد (۳/۴) میں اس کے بعد والی جو روایت ہے اس کا حجاج کی حدیث سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ تشہد کے بارے میں ہے۔ دلیل یہ ہے کہ مسند حمیدی ج ۲ ص ۳۸۷ رقم ۸۷۹ میں سفیان کی یہ روایت موجود ہے جس میں ''یدعو فی الصلوٰۃ ھٰکذا'' کے الفاظ ہیں۔ سفیان بن عیینہ نے زیاد بن سعد سے صرف یہی ایک روایت یاد رکھی ہے جو تشہد کے بارے میں ہے۔ نیز ملاحظہ فرمائیں مجمع الزوائد ۲/۱۰۱]

غیر جانب دارانہ تحقیق

قارئین کرام! اس کتاب (نور العینین فی اثبات مسئلۃ رفع الیدین) میں ''اصول'' کو سختی کے ساتھ مدنظر رکھا گیا ہے۔ راویوں کی توثیق و تضعیف اور کسی حدیث کی تصحیح و تضعیف میں جمہور محدثین کی تحقیقات کو لازمی ترجیح دی گئی ہے۔ جو روایت جمہور علمائے مسلمین کی تحقیق کے مطابق صحیح یا حسن ہے اسے صحیح یا حسن تسلیم کر کے استدلال کیا گیا ہے اور جو روایت علمائے مسلمین کے نزدیک ضعیف و منکر وغیرہ ہے اسے ضعیف و منکر وغیرہ قرار دے کر رد کر دیا گیا ہے۔ اسماء الرجال کے میدان میں خواہشاتِ نفسانیہ کو مدنظر بالکل نہیں رکھا گیا۔ مثلاً: رفع الیدین کے حق میں دو روایتوں کو پیش نہیں کیا گیا۔

1- سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث

یہ حدیث امام حاکم کی کتاب معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۲۱ پر موجود ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں مگر علت یہ ہے کہ ابو الزبیر اسے جابر رضی اللہ عنہ سے ''عن'' کے ساتھ

روایت کررہے ہیں۔ ابوالزبیر جمہور محدثین کی تحقیق کے مطابق مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔

[اس تحقیق کے کافی عرصہ بعد ابوالعباس محمد بن اسحاق الثقفی السراج النیسابوری کی المسند (قلمی مصور) میں ابوالزبیر کے سماع کی تصریح مل گئی۔ص ۲۵ لہٰذا یہ حدیث بھی صحیح ہے، والحمدللہ۔(مصنف)]

امام بیہقی جو غالباً ابوالزبیر کو مدلس تسلیم نہیں کرتے ،ابوالزبیر کی اس روایت کو ''الخلافیات'' میں ''هُوَ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ'' کہتے ہیں۔

امام حاکم بھی ابوالزبیر کا مدلس ہونا تسلیم نہیں کرتے۔[معرفۃ علوم الحدیث ص ۳۴]

2- سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث

یہ حدیث امام ابویعلیٰ الموصلی کی مسند (ج ۶ ص ۴۲۴، ۴۲۵ رقم ۳۷۹۳) میں موجود ہے۔اس کے سارے راوی ثقہ ہیں۔اس میں علت یہ ہے کہ حمید الطّویل اسے سیدنا انس سے ''عن'' کے ساتھ روایت کر رہے ہیں۔حمید الطّویل مدلس ہیں لہٰذا ان کی یہ معنعن روایت ضعیف ہے۔بعض علماء حمید کے عنعنہ کو بھی صحیح تسلیم کرتے ہیں۔اس لیے ابن خزیمہ نے یہ حدیث اپنی ''صحیح'' میں روایت کی ہے۔ [دیکھئے التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۱۹]

ابن الملقن نے البدرالمنیر میں کہا: ''إسناده صحيح على شرط الشيخين''

ابن دقیق العید نے الامام میں کہا: ''رجاله رجال الصحيحين''

[جلاء العینین للشیخ بدیع الدین راشدی ص ۱۴۱ مع حاشیۃ الشیخ فیض الرحمٰن الثوری رحمہما اللہ تعالیٰ]

بعض لوگوں نے سجدوں میں رفع الیدین کی (ضعیف) روایات پیش کر کے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ رفع الیدین منسوخ ہے۔

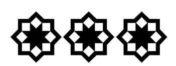
① سجدوں میں باسند صحیح رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔

② ہم یہ نہیں کہتے کہ یہ رفع الیدین منسوخ ہے بلکہ ہم اس لیے نہیں کرتے کہ نبی ﷺ سجدوں میں رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔جیسا کہ صحیحین وغیرہما کی صحیح وصریح روایات

سے ثابت ہے۔ رکوع والے رفع الیدین کے خلاف صحیح صریح ایک روایت بھی نہیں ہے۔

③ حافظ ابن حجر نے الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ ص۱۵۲ پر اس قیاس کی زبردست تردید کی ہے اور اسے نص کے مقابلے میں فاسد قرار دیا ہے اور بتایا ہے کہ بعض علماء ہر اونچ نیچ (سجدوں) میں بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

حافظ صاحب کا یہ جواب اجماع کے موہوم دعویٰ کی تردید کے لیے کافی ہے۔



ابتدائیہ

نماز میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد دونوں ہاتھوں کو کندھوں یا کانوں تک اٹھانے کو رفع الیدین کہتے ہیں۔ اہل الحدیث (کثر اللہ أمثالھم) اس رفع الیدین کو سیدنا امام اعظم محمد رسول اللہ ﷺ کی غیر منسوخہ وغیر متروکہ سنت کہتے ہیں اور اس پر ایماناً واحتساباً عامل ہیں حتیٰ کہ ان کے بعض جلیل القدر علماء نے رفع الیدین کو اہل الحدیث کا شعار قرار دیا ہے۔

امام ابواحمد الحاکم (۳۷۸ھ) نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "شعار اصحاب الحدیث" ہے۔ اسے مکتبہ ظاہریہ، شام کے مخطوطہ سے شائع کیا گیا ہے اس کے صفحہ ۴۷ پر امام ابواحمد رفع الیدین کا باب باندھتے ہیں اور رفع الیدین کی حدیثیں بیان کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ رفع الیدین تمام محدثین (اہل الحدیث) کا شعار ہے۔

امام ابواحمد الحاکم الکبیر کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد بن محمد بن احمد بن اسحٰق ہے۔ آپ نیشاپور کے مایۂ ناز فرزند ہیں۔ آپ کی "کتاب الکنیٰ" ہر طرف (علمائے حدیث میں) مشہور ہے۔ آپ کے بارے میں حافظ شمس الدین محمد بن احمد بن عثمان الذہبی (۶۷۳۔۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

"الإمام الحافظ العلامة الثبت محدث خراسان"

[سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۷۰]

نیشاپور کے امام ابوعبداللہ الحاکم نے آپ کو "إمام عصره في هٰذه الصنعة كثير التصانيف مقدم في معرفة شروط الصحيح والأسامي والكنٰى"

قرار دیا ہے۔ یعنی آپ علم حدیث میں زمانے کے امام تھے۔ بے شمار تصانیف کے مصنف، صحیح حدیث، نام اور کنیتوں کی معرفت میں مقدم تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۳/۹۷۶]

حافظ ابن الجوزی (۵۱۰۔۵۹۷ھ) نے کہا: ''القاضي إمام عصره في صنعة الحديث '' [المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ۱۴۶/۷]

حافظ احمد بن علی بن حجر العسقلانی (۷۷۳۔۸۵۲ھ) نے ان کو ''إمام كبير و معروف بسعة الحفظ'' کے ساتھ موصوف کیا۔ [لسان المیزان ۵/۷]

مؤرخ ابوالفلاح عبدالحیٔ بن العماد الحنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ) نے کہا:

''الحافظ الثقة المأمون أحد أئمة الحديث'' [شذرات الذہب فی اخبار من ذہب ۹۳/۳]

خلاصہ یہ کہ آپ ثقہ، مامون اور عالم کبیر تھے۔

فائدہ: کسی شخص کے ساتھ حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی وغیرہ نسبتوں کے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ شخص مقلد ہے۔

[تقریرات الرافعی ج ۱ ص ۱۱ پر ابوبکر القفال، ابوعلی اور قاضی حسین سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: " لسنا مقلدين للشافعي بل وافق رأينا رأيه "ہم امام شافعی کے مقلد نہیں ہیں، بلکہ ہماری رائے ان کی رائے کے (اتفاقاً یا اجتہاداً) موافق ہوگئی ہے۔ نیز دیکھئے التحریر والتقریر ج ۳ ص ۴۵۳۔ النافع الکبیر ص ۷]

احمد بن محمد بن سلامہ الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتب پر حنفیوں کا دارومدار ہے۔ ان سے ایک شخص نے کہا: ''ما ظننتك إلا مقلداً ''

میرا گمان یہ تھا کہ آپ مقلد ہیں تو انھوں نے کہا: ''و هل يقلد إلا عصبي ---أو غبي''

تقلید صرف وہی کرتا ہے جو متعصب یا جاہل ہو۔ [لسان المیزان ۲۸۰/۱]

ابومحمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی مشہور حنفی عالم ہیں۔ ان کی کتاب ''نصب الراية لأحاديث الهداية '' کا نام زبان زد عام ہے۔ زیلعی حنفی (المتوفی ۷۶۲ھ) فرماتے ہیں: ''فالمقلد ذهل و المقلد جهل '' مقلد غافل ہو جاتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے۔ (جاہل ہوتا ہے۔) [نصب الرایۃ ۲۱۹/۱]

عینی حنفی فرماتے ہیں:

"فالمقلد ذهل و المقلد جهل و آفة كل شيء من التقليد "
پس مقلد غافل ہوتا ہے اور مقلد جہالت کا مرتکب ہوتا ہے اور ہر چیز کی مصیبت تقلید کی وجہ سے ہے۔ [البنایۃ فی شرح الہدایۃ ج۱ص۲۲۲ وفی نسخۃ ص۳۱۷]
عقل مند کے لیے یہ چند مثالیں ہی کافی ہیں اور جاہل کے لیے دلائل کے انبار بھی ناکافی ہیں۔

رفع الیدین پر کتابیں

اہل حدیث (نوّر الله وجوههم يوم القيامة) اپنی قدیم وجدید سب کتابوں میں رفع الیدین کا اثبات اور سنت ہونا نقل کرتے آئے ہیں۔
شیخ الاسلام، امام الدنیا فی فقہ الحدیث، امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری نے رفع الیدین کے اثبات پر ایک کتاب "جزء رفع الیدین" لکھی ہے۔

امام بخاری کا تعارف

آپ کی امامت، عدالت اور ثقاہت پر اہل السنۃ والجماعۃ (اہل حدیث) کا اجماع ہے۔ آپ کی کتاب "صحیح بخاری" ساری دنیا میں مشہور ہے۔ آپ کے اساتذہ وتلامذہ سب آپ کی تعریف وثناء میں رطب اللسان تھے۔
[امام ترمذی نے فرمایا: میں نے علل، تاریخ اور معرفتِ اسانید میں محمد بن اسماعیل (بخاری) رحمہ اللہ سے بڑا کوئی عالم نہ عراق میں دیکھا اور نہ خراسان میں۔
[کتاب العلل للترمذی مع شرح ابن رجب ۳۲/۱]
امام مسلم نے فرمایا: (اے امام بخاری) آپ سے صرف حسد کرنے والا شخص ہی بغض کرتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا میں آپ جیسا کوئی نہیں ہے۔
[الارشاد للخلیلی ۹۶۱/۳ وسندہ صحیح]
امام ابن خزیمہ نے فرمایا: میں نے آسمان کے نیچے محمد بن اسماعیل البخاری سے زیادہ بڑا حدیث کا عالم نہیں دیکھا۔ [معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص۷۴ ح۱۵۵ وسندہ صحیح]

حافظ ابن حبان نے کہا: آپ لوگوں میں بہترین انسان تھے، آپ نے احادیث جمع کیں، کتابیں لکھیں، سفر کیا اور (احادیث) یاد کیں۔ آپ نے مذاکرہ کیا، اس کی ترغیب دی اور اخبار و آثار یاد کرنے میں بہت زیادہ توجہ دی۔ آپ تاریخ اور لوگوں کے حالات کو خوب جانتے تھے۔ آپ اپنی وفات تک خفیہ پرہیزگاری اور عبادتِ دائمہ پر قائم رہے۔ رحمہ اللہ
(کتاب الثقات ۹/۱۱۳، ۱۱۴)]

علمائے حدیث کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ امام بخاری زبردست ثقہ امام اور عظیم بے مثال عالم، فقیہ بلکہ فقیہ گر تھے۔

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: ''**وكان إماماً حافظاً رأساً في الفقه والحديث مجتهداً من أفراد العالم مع الدين والورع والتأله**'' (الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ ۳/۱۸)

[امام بخاری سے جزء رفع الیدین کے راوی محمود بن اسحٰق بن محمود القواس ہیں ان سے دو ثقہ شخص روایت کرتے ہیں۔ (محمود بن اسحاق کا تذکرہ تاریخ الاسلام للذہبی ج ۲۵ ص ۸۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث للخلیلی ج ۳ ص ۹۶۸ میں موجود ہے ان کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی رحمہ اللہ)

① احمد بن محمد بن الحسین الرازی (تاریخ بغداد ۱۳/۴۱۱، وفی نسخۃ ۱۳/۴۳۸، تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۰۲۹) خطیب نے کہا: ثقہ حافظ تھے، احمد بن محمد العتیقی نے کہا: ثقہ مامون تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/۴۳۵)

② ابونصر محمد بن احمد بن محمد بن موسیٰ البخاری الملاحمی [النبلاء ۱۷/۸۶]

حافظ ابن جوزی نے کہا: ''**وكان من أعيان أصحاب الحديث و حفاظهم**'' (المنتظم ۷/۲۳۰) حافظ ابن کثیر اور ابوالعلاء نے اسے حفاظ میں سے قرار دیا ہے۔ (البدایہ والنہایۃ ۱۱/۳۵۸، سیر اعلام النبلاء ۱۷/۸۷)، حافظ ذہبی نے کہا: ''**وكان ثقة يحفظ و يفهم**'' (العبر فی خبر من غبر ۲/۱۸۷) ابن عماد نے کہا: ''**وكان حافظاً ثقةً**'' (شذرات الذہب ۳/۱۴۵) معلوم ہوا کہ دو ثقہ حافظ محمود بن اسحاق کے شاگرد ہیں اور دو

یا دو سے زیادہ ثقہ (مشہور) راوی اگر کسی سے روایت کریں تو اس کی جہالت عین رفع ہو جاتی ہے۔

[الکفایہ فی علم الروایۃ للخطیب ص ۸۸، ۸۹ مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۴۶، اختصار علوم الحدیث لابن کثیر ص ۹۲ تقریب النووی مع تدریب الراوی ۳۱۷/۱ قواعد فی علوم الحدیث لظفر احمد تھانوی ص ۱۳۰ لسان المیزان ۲۲۶/۶]

ظفر احمد تھانوی صاحب لکھتے ہیں: ''**ولیس بمجهول من روی عنه ثقتان**''

[اعلاء السنن ۱۱۴/۱]

رہی اس کی جہالت حال تو عبدالرحمٰن بن یحییٰ المعلمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اہل علم نے اس کی توثیق کی ہے۔ [التنکیل بمافی تأنیب الکوثری من الاباطیل ۴۷۵/۱]

شیخ معلّمی کی تائید درج ذیل علماء کے اقوال سے ہوتی ہے، جنھوں نے جزء رفع الیدین کو بطور جزم امام بخاری سے منسوب کیا ہے۔

① النووی (المجموع شرح المہذب ۳۹۹/۳)

② ابن حجر (فتح الباری ۱۷۴/۲) وغیرہما

لہٰذا معلوم ہوا کہ

① محمود بن اسحٰق مجہول العین نہیں ہے۔

② علماء کا جزء رفع الیدین کو بطور جزم بخاری کی تصنیف قرار دینا اس کی توثیق ہے۔

③ کسی امام نے بھی اسے مجہول یا ضعیف نہیں کہا ہے۔

④ حافظ ابن حجر نے محمود بن اسحٰق کی سند سے ایک روایت نقل کر کے اسے ''حسن'' کہا ہے۔ [موافقۃ الخبر الخبر ج ۱ ص ۴۱۷]

لہٰذا محمود مذکور حافظ ابن حجر کے نزدیک صدوق ہے۔]

⑤ احمد بن علی بن عمرو السلیمانی نے بھی محمود بن اسحاق سے روایت کی ہے۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (۱۰۳۶/۳ ت ۹۶۰) لہٰذا معلوم ہوا کہ محمود بن اسحاق کے تین شاگرد ہیں۔ والحمدللہ

امام ابوعبداللہ محمد بن نصر المروزی (متوفی ۲۹۴ھ) نے چار جلدوں میں ایک کتاب ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' لکھی ہے۔

[ذکرہ الصفدی فی الوافی ۱۱۱/۵، کذا فی مقدمۃ ''اختلاف العلماء'' ص ۱۵ نیز ملاحظہ فرمائیں: التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید لابن عبدالبر ۲۱۳/۹، والاستذکار ۱۲۵/۲، مختصر قیام اللیل ص ۸۸]

محدث ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار البصری صاحب المسند الکبیر المعلل (متوفی ۲۹۲ھ) نے مسئلہ رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔

[التحبیر فی المعجم الکبیر لابی سعد السمعانی ۱/۱۷۹۔۱۸۲ بحوالہ جلاء العینین لابی محمد السندھی ص ۸ وراجع الاستذکار ۱۲۵/۲]

حافظ ابونعیم الاصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے بھی رفع الیدین پر ایک کتاب لکھی ہے۔

[ملاحظہ فرمائیں سیر اعلام النبلاء ج ۱۹ ص ۳۰۶]

تقی الدین السبکی کا جزء رفع الیدین مطبوعہ ہے۔ [نیز ملاحظہ فرمائیں طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۱۴/۶]

حافظ ابن قیم الجوزیہ نے بھی اس مسئلہ پر ایک کتاب لکھی ہے۔

[ذیل طبقات الحنابلہ ۴۵۰/۲ الوافی بالوفیات للصفدی ۲۷۱/۲ الدرر الکامنۃ ۴۰۲/۳ البدر الطالع ۱۴۴/۲، کشف الظنون ۹۱۱/۱]

خلاصہ یہ کہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ نے رفع الیدین کے اثبات میں متعدد کتابیں اور رسالے تصنیف کیے ہیں۔ کسی نے بھی رفع الیدین کے خلاف یا انکار میں کوئی کتاب یا رسالہ نہیں لکھا۔

بعض جہمیہ، مرجئہ اور اہل الرائے نے عصر جدید میں رفع الیدین کی سنت کے خلاف بعض رسالے یا کتابیں لکھ ماری ہیں مگر بحمد اللہ علمائے اہل السنۃ والجماعۃ (اور دیگر علماء) ان کی تدلیسات واغلوطات سے مسلسل پردہ اٹھا رہے ہیں۔

مثلاً شیخ الاسلام حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ کی ''التحقیق الراسخ فی ان الاحادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ'' المعروف ''مسئلہ رفع الیدین پر محققانہ نظر'' مولانا عبداللہ

روپڑی کی ''رفع الیدین اور آمین'' الاستاذ بدیع الدین الراشدی کی '' جلاء العینین ''
مولانا رحمت اللہ ربانی کی '' مسئلہ رفع الیدین مع آمین بالجہر '' حکیم محمود سلفی صاحب کی
''شمس الضحیٰ بجواب نور الصباح فی اثبات رفع الیدین بعد الافتتاح'' مولانا خالد گرجاکھی کی
''جزء رفع الیدین'' حافظ عبدالمنان نور پوری کی '' مسئلہ رفع الیدین ، تحریری مناظرہ''
عبدالرشید انصاری صاحب کی ''الرسائل'' اور شیخ مولانا حافظ محمد ایوب صابر صاحب سابق
مدرس مدرسہ تعلیم القرآن والحدیث حیدر آباد کی '' حصول الفلاح برفع الیدین عند الافتتاح
بعد الافتتاح'' وغیرہ۔

ہم اس کتاب میں اختصار کے ساتھ صحیح احادیث اصول حدیث اور اصول فقہ کی
روشنی میں اس معرکۃ الآراء مسئلہ کا جائزہ لیتے ہیں۔

سب سے پہلے وہ اصول لکھے جاتے ہیں جن کو اس کتاب میں پیش نظر رکھا گیا ہے۔

اصول (۱)

(ہر) خاص (دلیل ہر) عام (دلیل) پر مقدم ہوتی ہے۔ مثلاً مردار عموماً حرام ہے
اور مچھلی خصوصاً حلال ہے لہٰذا مردار کا عمومی حکم مچھلی کے خاص حکم پر نہیں لگتا۔
[نیز دیکھئے ارشاد الفحول للشوکانی ص ۱۴۳ و کتب الاصول]

اصول (۲)

عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔ یعنی کسی آیت یا حدیث میں کسی بات کے نہ
ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ بات ہوئی ہی نہیں جب کہ دیگر آیات یا احادیث سے وہ
بات ثابت ہو۔

ہمارے استاد حافظ عبدالمنان نور پوری فرماتے ہیں: کسی شے کا مذکور و منقول نہ ہونا
اس شے کے نہ ہونے کو مستلزم نہیں۔

اصول (۳)

قرآن (وسنت) کی تخصیص خبر واحد صحیح کے ساتھ جائز ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ)

ائمۂ اربعہ کا یہی مسلک ہے۔ [الاحکام للآمدی ج ۲ ص ۳۴۷ وغیرہ، حاشیۃ البنانی علی جمع الجوامع ج ۲ ص ۲۷ شرح تنقیح الفصول فی اختصار المحصول فی الاصول للقرافی ص:۲۰۸]

(۴) اصول

اثبات نفی پر مقدم ہے۔

بنیادی اصول کا تعارف

1- معیارِ حق

کتاب اللہ اور حدیثِ رسول حجت اور معیارِ حق ہیں بشرطیکہ وہ حدیث مقبول ہو یعنی متواتر یا صحیح یا حسن ہو۔

دلیل: قال اللہ تعالیٰ: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴾

اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اولوالامر (اصحابِ اقتدار) کی، پھر جب کسی چیز میں تمھارا تنازعہ (اختلاف) ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ اور قیامت پر یقین رکھتے ہو، یہی بہتر اور اچھی تفسیر ہے۔ [۴: النسآء: ۵۹] [تفہیم القرآن ج ۱ ص ۳۶۳، ۳۶۶]

اجماع بھی حجت ہے۔

[دیکھئے الرسالہ للشافعی و عام کتبِ اصول و ماہنامہ الحدیث حضرو: ۱ ص ۴]

2- مقابلہ

اللہ اور رسول کے مقابلے میں ہر شخص کی بات مردود ہے چاہے کہنے والا کتنا ہی بزرگ اور بڑا کیوں نہ ہو۔

3- صحیح حدیث کی تعریف

" أما الحديث الصحيح فهو الحديث المسند الذي يتصل إسناده بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط إلى منتها ہ و لا يكون شاذاً و لا معللًا ـــ فهذا هو الحديث الذي يحكم له بالصحة بلا خلاف بين أهل الحديث "

صحیح حدیث وہ حدیث ہوتی ہے جو باسند ہو، عادل ضابط عن عادل ضابط آخر تک متصل ہو، شاذ اور معلول نہ ہو۔ اس حدیث کی صحت کے حکم میں اہل الحدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ (اجماع ہے)

[مقدمہ ابن الصلاح مع شرح العراقی ص۲۰]

متصل کا مطلب یہ ہے کہ منقطع، معلق، معضل اور مرسل نہ ہو۔

شاذ نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سے اوثق یا زیادہ ثقات کے خلاف نہ ہو۔

معلول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں علت قادحہ نہ ہو۔

① مختلط کا اختلاط کے بعد روایت بیان کرنا علت قادحہ ہے۔

② مدلس کا عن وغیرہ کے ساتھ بدون تصریح سماع روایت کرنا علت قادحہ ہے۔

③ علل حدیث کے ماہر محدثین کا کسی روایت کو بالاتفاق معلول وضعیف قرار دینا علتِ قادحہ ہے۔

4- ضعیف حدیث کی تعریف

ہر وہ حدیث جس میں صحیح حدیث یا حسن حدیث کی صفات موجود نہ ہوں تو وہ حدیث ضعیف ہوگی...... اور اس کی اقسام یہ ہیں مثلاً (ضعیف) موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور معضل وغیرہ

[ملخصاً من مقدمۃ ابن الصلاح ص۲۰ طبع ملتان]

5- تصحیح وتضعیف میں ائمۂ محدثین کا اختلاف

اگر کسی روایت کی تصحیح وتضعیف میں ائمۂ محدثین کا اختلاف ہوتو حدیث کے ثقہ مشہور اور ماہر اہل فن کی اکثریت کو لامحالہ ترجیح دی جائے گی۔

اگر کسی حدیث کے راوی ثقہ ہوں، سند بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہومگر (تمام محدثین یا) محدثین کی اکثریت نے اسے ضعیف قرار دیا ہوتو اسے ضعیف سمجھا جائے گا۔

6- جرح وتعدیل میں ائمۂ محدثین کا اختلاف

جس کو ائمۂ محدثین ثقہ یا ضعیف کہیں تو وہ ہمیشہ ثقہ یا ضعیف ہی ہوتا ہے اور اگر ان کا اختلاف ہو اور جرح وتعدیل دونوں مفسر اور متعارض ہوں، تطبیق ممکن نہ ہوتو ائمۂ محدثین (ثقہ، مشہور اور ماہر اہل فن) کی اکثریت کو ہمیشہ اور لامحالہ ترجیح ہوگی۔

① جرح مفسر، تعدیل مبہم پر مقدم ہوگی۔

② تعدیل مفسر، جرح مبہم پر مقدم ہوگی۔

مثال① دس نے کہا: ''الف'' ثقہ ہے۔

ایک نے کہا: ''الف'' ''ب'' میں ضعیف ہے۔

نتیجہ: ''الف'' ثقہ ہے اور ''ب'' میں ضعیف ہے۔

مثال② دس نے کہا: ''ج'' ضعیف ہے۔

ایک نے کہا: ''ج'' ''د'' میں ثقہ ہے۔

نتیجہ: ''ج'' ضعیف ہے لیکن ''د'' میں ثقہ ہے۔

③ اگر جرح (مفسر) اور تعدیل (مفسر) باہم برابر ہوں تو جرح مقدم ہوگی۔

7- صحت کتاب

روایات وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی معیار یہ ہے کہ

اولاً: جن کتابوں میں یہ روایات درج ہیں ان کے مصنفین بذات خود ثقہ اور معتبر ہوں۔

[اللمحات ۱/۳۱۷ للشیخ محمد رئیس ندوی]

ثانیاً: ان کتابوں کا مصنفین تک انتساب بالتواتر یا باسند صحیح ہو۔ کتاب کے دیگر نسخوں کو بھی مدنظر رکھا جائے۔

ثالثاً: ان مصنفین کی بیان کردہ اسانید، اقوال اور روایات باسند صحیح و متصل ہوں اور علتِ قادحہ سے خالی ہوں۔

8- اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا تحقیقی معیار

اصول نمبر ۷ کی تشریح میں مزید عرض ہے کہ اقوال وغیرہ کے صحیح ہونے کا علمی اور تحقیقی معیار یہ ہے:

① اگر صاحب کتاب کا قول اس کی کتاب سے نقل کیا جائے تو اس کتاب کا تصنیفِ مصنف ہونا صحیح و ثابت ہو۔

② اگر صاحب کتاب کسی پہلے کا قول نقل کر رہا ہے تو اس سے قائل تک سند صحیح و متصل ہو۔ اگر یہ شرطیں مفقود ہوں تو اس قول کو کالعدم سمجھا جائے گا۔

9- ایک ہی شخص کے اقوال میں تعارض

اگر ایک ہی شخص (محدث، امام، فقیہ وغیرہ) کے اقوال میں تعارض ہو تو:

① تطبیق و توفیق دی جائے گی، مثلاً:

ایک دفعہ کہا: **ثقة**

دوسری دفعہ کہا: **ثقة سيئ الحفظ** یا **سيئ الحفظ**

نتیجہ: (عدالت کے لحاظ سے) **ثقة** اور (حافظہ کے لحاظ سے) **سيئ الحفظ** ہے۔

② دونوں اقوال ساقط کر دیے جائیں گے، مثلاً:

عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت پر امام ابن حبان نے جرح کی ہے اور اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ذہبی نے بتایا کہ ابن حبان کے دونوں اقوال ساقط ہو گئے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۲/۵۵۲]

10- معمولی جرح

جس ثقہ یا صدوق عندالجمہو رراوی پر معمولی جرح یعنی یہم ،لہ اوہام، یخطئی وغیرہ ہوتو اس کی منفرد حدیث (بشرطیکہ ثقات کے خلاف نہ ہواور محدثین نے خاص اس روایت کو ضعیف وغیرہ نہ کہا ہوتو) حسن ہوتی ہے۔

جو کثیر الغلط ،کثیر الاوہام، کثیر الخطاء اور سئی الحفظ وغیرہ (راوی) ہو اس کی منفرد حدیث ضعیف ہوتی ہے۔

11- مسلکی تفاوت صحت حدیث کے خلاف نہیں

مثلاً جس راوی کا ثقہ وصدوق ہونا ثابت ہو جائے، اس کا قدری، خارجی، شیعی، معتزلی، جہمی اور مرجی وغیرہ ہونا صحت حدیث کے خلاف نہیں ہے بشرطیکہ وہ اپنی بدعت کی طرف داعی وداعیہ نہ ہو اور اس کی بدعت بالا جماع مکفرہ نہ ہو۔

[نیز دیکھئے احسن الکلام، مصنفہ مولوی سرفراز صفدر صاحب دیوبندی ج ا ص ۳۰]

[تنبیہ: راجح قول یہی ہے کہ اگر راوی ثقہ وصدوق عندالجمہو ر ہو تو اس کی غیر معلول روایت مطلقاً مقبول ہے چاہے وہ اپنی بدعت کی طرف دعوت دینے والا داعی ہو یا نہ ہو۔]



باب:اول

اثبات رفع الیدین فی الصلوٰۃ

رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کے اثبات میں چند صحیح احادیث درج ذیل ہیں:

[۱] **عن ابن عمر أن رسول اللّٰه ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلوة و إذا كبر للركوع وإذا رفع رأسه من الركوع رفعهما كذلك وقال:((سمع اللّٰه لمن حمده ، ربنا لك الحمد)) و كان لا يفعل ذلك في السجود.**

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔ اسی طرح جب رکوع کی تکبیر کہتے (تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے) اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اُٹھاتے اور **((سمع اللّٰه لمن حمده، ربنا لك الحمد))** کہتے اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کرتے تھے۔

[صحیح بخاری ج۱ص۱۰۲ ح ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۸ صحیح مسلم ج۱ص ۱۶۸ ح ۳۹۰ مشکوٰۃ المصابیح / اضواء المصابیح:۷۹۳ واللفظ لہ]

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:

صحیح ابن خزیمہ (۲۳۲/۱ ح ۴۵۶) صحیح ابن حبان (۱۶۸/۳ ح ۱۸۵۸) صحیح ابی عوانہ (۹۰/۲) منتقیٰ ابن الجارود (ص۶۹ ح ۱۷۷، ۱۷۸) جامع ترمذی (۵۹/۱ ح ۲۵۵) وقال: "**حديث حسن صحيح**" شرح السنۃ للبغوی (۲۰/۳ ح ۵۵۹) قال: "**هذا حديث متفق على صحته**" الاستذکار لابن عبدالبر (۱۲۵/۲) وقال: "**وهو حديث لا مطعن لأحد فيه**"

حافظ عراقی نے یہ حدیث ذکر کر کے ارشاد فرمایا:

" **فیه فوائد :الأولٰی فیه رفع الیدین في هٰذه المواطن الثلاثة عند تکبیرة الإحرام و عندالرکوع وعندالرفع منه وبه قال أکثر العلماء من السلف والخلف ۔**"

اس حدیث میں کئی فائدے ہیں: پہلا فائدہ یہ ہے کہ رفع الیدین ان تین مقامات پر (ثابت) ہے، نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور اسی پر اکثر علمائے سلف وخلف نے فتویٰ دیا ہے۔

[طرح التثریب فی شرح التقریب ج۱ص۲۵۲]

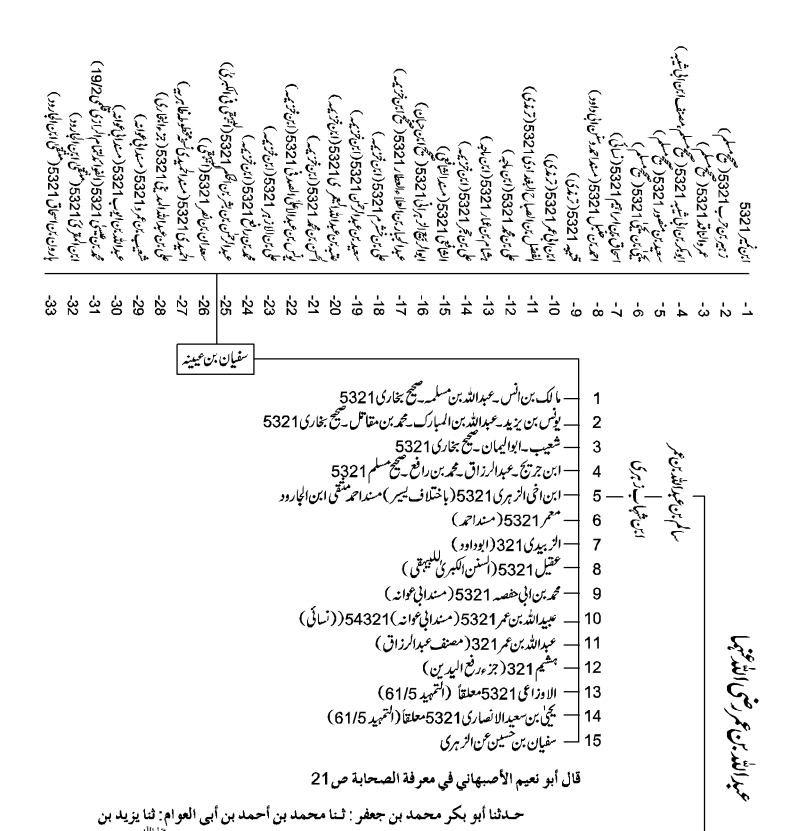
سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو ان کے فرزند ارجمند سالم اور ان سے شیخ الاسلام ثقہ بالاجماع امام زہری نے روایت کیا ہے۔ یہ روایت (رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین والی) امام زہری سے متواتر ہے۔ [لسان المیزان ۲۸۹/۵، ترجمہ محمد بن عکاشہ]

اس حدیث کی مختصر تحقیق کا جدول اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

تنبیہ:

جدول ملاحظہ کرتے وقت مندرجہ ذیل علامات کو مدنظر رکھا جائے۔

- تکبیر تحریمہ والا رفع الیدین 1
- رکوع والا رفع الیدین 2
- بعد از رکوع والا رفع الیدین 3
- بعد از رکعتین رفع الیدین 4
- سجدوں میں نہ کرتے تھے 5



قال أبو نعيم الأصبهاني في معرفة الصحابة ص 21

حدثنا أبو بكر محمد بن جعفر: ثنا محمد بن أحمد بن أبي العوام: ثنا يزيد بن هارون: ثنا سفيان بن حسين عن الزهري عن سالم عن ابن عمر قال كان النبي ﷺ إذا كبر للصلوٰة رفع يديه حذو منكبيه وإذا ركع فعل مثل ذلك ولا يفعل ذلك بين السجدتين

ارطاۃ بن المنذر ۔الجراح بن ملیح ۔عبدالوہاب بن نجدۃ ۔احمد بن عبدالوہاب (الطبرانی فی المعجم الاوسط 39/1 ح16

ولفظه كان يرفع يديه عندالتكبير للركوع وعندالتكبير حين يهوى ساجداً

امام مالک کی بیان کردہ حدیث کا جدول

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما — سالم بن عبداللہ بن عمر — ابن شہاب الزہری — مالک بن انس

30 اسحٰق بن ابراہیم الحنینی 531 (التمہید 210/9)
29 عبداللہ بن نافع الزبیری 531 (ایضاً)
28 ابوحذیفہ احمد بن اسماعیل 531
27 کامل بن طلحہ 531 (ایضاً)
26 روح بن عبادہ 531 (ایضاً)
25 اسحٰق بن الطباع 531 (ایضاً)
24 الشافعی 31 (ایضاً)
23 معن بن عیسیٰ 531 (ایضاً)
22 سعید بن الحکم ابن ابی مریم 531 (ایضاً)
21 ابن بکیر 531 (ایضاً)
20 محمد بن الحسن 5321 (الموطا)
19 یحییٰ بن یحییٰ 531 (موطأ یحییٰ)
18 قتیبہ 321 (نسائی)
17 عبداللہ بن مسلمہ 5321 (صحیح بخاری) 531
16 عبداللہ بن المبارک 5321 (صحیح ابن حبان)
15 عثمان بن عمر 5321 (دارمی)
14 ابن وہب 5321 (بیہقی)
13 ابومصعب 531 (موطأ) 5321 (شرح السنہ للبغوی)
12 عبداللہ بن یوسف 5321 (جزء البخاری)
11 ابن القاسم 5321 (معلقاً التمہید 211,210/9) موطا ابن القاسم ص113 ح59
10 یحییٰ بن سعید القطان 5321 (ایضاً)
9 عبدالرحمٰن بن مہدی 5321 (ایضاً)
8 جویریہ بن اسماء 5321 (ایضاً)
7 ابراہیم بن طہمان 5321 (ایضاً)
6 خالد بن مخلد 5321 (ایضاً)
5 مکی بن ابراہیم 5321 (ایضاً)
4 عبداللہ بن نافع الصائغ 5321 (ایضاً)
3 ابوقرہ موسیٰ بن طارق 5321 (ایضاً)
2 مطرف بن عبداللہ 5321 (ایضاً)
1 بشر بن عمر 5321 (ایضاً)

اس تحقیق سے متعدد باتیں معلوم ہوئیں:

① امام زہری سے عندالرکوع وبعدہ، والا رفع الیدین متواتر ہے۔

② سفیان بن عیینہ سے عندالرکوع وبعدہ، والا رفع الیدین متواتر ہے۔

③ مالک بن انس سے عندالرکوع وبعدہ، والا رفع الیدین متواتر ہے۔

مسندالحمیدی اور حدیث رفع الیدین

مسندالحمیدی کو اس کے معلق حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی ہندوستانی نے نسخۂ دیوبندیہ (ہندوستانیہ) سے شائع کیا ہے اور اس کی تائید میں نسخہ سعیدیہ اور نسخہ عثمانیہ سے مدد لی ہے۔ [دیکھئے مقدمہ مسندالحمیدی ص۲،۳]

نسخۂ سعیدیہ کی تاریخ نوشت ۱۳۱۱ھ، نسخۂ دیوبندیہ کی تاریخ نوشت ۱۳۲۴ھ

نسخۂ عثمانیہ کی تاریخ نوشت ۱۱۵۹ھ سے پہلے۔ [ایضاً]

اعظمی ہندوستانی دیوبندی نے نسخۂ دیوبندیہ کو اصل بنایا۔ [ایضاً ص۳]

مسندالحمیدی کا ایک دوسرا نسخہ بھی ہے جسے نسخۂ ظاہریہ کہتے ہیں۔ [مقدمہ ص۴،۲۵]

یہ نسخہ شام میں ہے اور اس کی تصاویر (Photostats) مکہ مکرمہ وغیرہ میں ہیں۔

نسخۂ ظاہریہ کی تاریخ نوشت ۶۸۹ھ [مقدمہ مسندالحمیدی ص۱۹]

نسخۂ دیوبندیہ اصلیہ میں بے شمار غلطیاں ہیں، مثلاً ملاحظہ ہو مسند الحمیدی ج۱ ص۱، ۲،۳،۴،۵،۶،۷،۱۱،۱۲،۱۳،۱۴،۱۵۔۔۔۔وغیرہ

کئی مقامات پر تحریف بھی ہوئی ہے۔ مثلاً دیکھئے: ج۱ ص۱۵ حاشیہ۷ نیز ملاحظہ ہو ۱/۱۷

کئی مقامات پر اس (دیوبندی معلق) نے نسخۂ ظاہریہ کو ترجیح دے کر نسخہ دیوبندیہ کی تصحیح کی ہے مثلاً دیکھئے: ۲/۲۷۵،۲۸۵،۲۸۷،۳۰۲ وغیرہ

بعض مقامات پر خود اعظمی دیوبندی نے اعتراف کیا ہے کہ یہاں اصل میں تحریف ہے۔ دیکھئے مسندالحمیدی بتحقیق الاعظمی (ج۱ ص۱۵ حاشیہ عربی) وغیرہ۔

مسند حمیدی نسخۂ دیوبندیہ کا عکس

ابیه قال: قال رسول الله صلی الله علیه و سلم: ان بلالا یؤذن بلیل فکلوا و اشربوا حتی تسمعوا اذان ابن ام مکتوم[1] ٭

٦١٢ــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا سفیان قال: ثنا الزهری عن سالم عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: اذا استاذنت احدکم امرأته الی المسجد فلا یمنعها[2] قال سفیان: یرون[3] انه باللیل ٭

٦١٣ــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا سفیان قال: ثنا الزهری و حدی (و لیس معی)[4] ولا معه احد قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه و سلم قال: من باع عبدا وله مال فماله للذی باعه الا ان یشترط المبتاع، (و من باع نخلا بعد ان تؤبّر فثمرها للبائع الا ان یشترطه المبتاع)[5] ٭

٦١٤ــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا الزهری قال: اخبرنی سالم بن عبد الله عن ابیه قال: رأیت رسول الله صلی الله علیه و سلم اذا افتتح الصلوٰة رفع یدیه حذومنکبیه، و اذا اراد ان یرکع و بعد ما یرفع راسه من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدتین[6] ٭

٦١٥ــ حدثنا الحمیدی قال: ثنا الولید بن مسلم قال: سمعت زید بن

(١) اخرجه البخاری من طریق نافع، و الترمذی من طریق سالم عن ابن عمر (ج ١ ص ١٧٩) ۔ (٢) اخرجه البخاری فی النکاح من طریق سفیان و فی الصلوٰة من طریق معمر و طریق آخر ۔ (٣) فی الاصل «ترونه» و فی ظ «یرون» ۔

(٤) سقط من الاصل زدناه من ع و ظ ۔

(٥) ما بین القوسین سقط من الاصل زدناه من ع و ظ ۔

والحدیث اخرجه البخاری تاما من طریق اللیث عن الزهری عن سالم (ج ٥ ص ٣٢) ۔

(٦) اخرج البخاری اصل الحدیث من طریق یونس عن الزهری و اما روایة سفیان عنه فاخرجها احمد فی مسنده و ابو داؤد عن احمد فی سننه لکن روایة احمد عن

مسند حمیدی رمخطوطہ ظاہریہ کا عکس

حدثنا الحميدي ثنا سفيان ثنا الزهري قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه قال رأيت رسول
الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع
وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين. حدثنا الحميدي قال ثنا الوليد بن
مسلم سمعت زيد بن واقد يحدث عن نافع أن عبد الله بن عمر كان إذا أبصر رجلا
يصلي لا يرفع كلما خفض ورفع حصبه حتى يرفع يديه. حدثنا الحميدي
ثنا سفيان الزهري حدثني سالم عن أبيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم
إذا جد به السير جمع بين المغرب والعشاء. حدثنا الحميدي ثنا سفيان
الزهري عن سالم عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا حسد إلا في اثنتين
رجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء الليل وآناء النهار ورجل آتاه الله مالا
فهو ينفق منه آناء الليل وآناء النهار. حدثنا الحميدي ثنا سفيان الزهري عن
سالم بن عبد الله عن أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تتركوا
النار في بيوتكم حين تنامون. حدثنا الحميدي ثنا سفيان ثنا والله الزهري
عن سالم عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال خمس من الدواب
لا جناح على من قتلهن في الحل والحرم الغراب والحدأة والعقرب
والفارة والكلب العقور. قيل لسفيان إن معمرا يرويه عن الزهري
عن عروة عن عائشة فقال ثنا والله الزهري عن سالم عن أبيه ما ذكر
عروة عن عائشة. حدثنا الحميدي ثنا سفيان ثنا الزهري عن سالم عن
أبيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقتلوا الحيات وذا الطفيتين
والأبتر فإنهما يلتمسان البصر ويستسقطان الحبل قال وكان عبد الله
يقتل كل حية وجدها فأبصره أبو لبابة أو زيد بن الخطاب وهو يطارد
حية فقال إنه قد نهي عن ذوات البيوت قال سفيان قال الزهري
إنما نقول فذكرناه أو أبو لبابة. حدثنا الحميدي ثنا سفيان
الزهري عن سالم عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الشؤم
في ثلاث في الفرس والمرأة والدار فقيل لسفيان فإنهم يقولون فيه
عن حمزة قال سفيان ما سمعت الزهري يذكر في هذا الحديث حمزة

فأبصره

مسند حمیدی کے دوسرے قدیم مخطوطے کا عکس

حدثنا الحميدي قال ثنا [illegible]
سالم بن عبد الله عن ابيه انه سمع رسول الله صلى الله
عليه وسلم على المنبر يقول من جاء منكم الجمعة فليغتسل
حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا عبد الله بن
دينار عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم مثله
حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا اسمعيل بن
امية وايوب السختياني عن نافع عن ابن عمر عن النبي
صلى الله عليه وسلم مثله ٥ حدثنا الحميدي قال حدثنا
سفين قال ثنا الزهري عن سالم عن ابيه قال قال
رسول الله صلى الله عليه وسلم ان بلالا يؤذن بليل
فكلوا واشربوا حتى تسمعوا اذان ابن ام مكتوم
حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا الزهري
عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال
اذا استاذنت احدكم امراته الى المسجد فلا يمنعها قال
سفين نرى انه بالليل ٥ حدثنا الحميدي قال حدثنا
سفين قال ثنا الزهري وحدي وليس معي ولا معه
احد قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه ان رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال من باع عبدا وله مال فماله للذي
باعه الا ان يشترطه المبتاع ومن باع نخلا بعد ان تؤبر
فثمرها للبايع الا ان يشترطه المبتاع ومن باع نخلا بعد
ان تؤبر ٥ حدثنا الحميدي قال ثنا سفين قال ثنا الزهري
قال اخبرني سالم بن عبد الله عن ابيه قال رايت رسول
الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة يرفع يديه حذو
منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع راسه
من الركوع ولا يرفع بين السجدتين ٥ حدثنا

بلادِ عرب میں مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخے کا عکس

٦٢٦- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري، قال: أخبرني سالم بن عبد الله،

عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلاةَ، رَفَعَ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ، وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَرْكَعَ، وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَلاَ يَرْفَعُ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ(١) .

٦٢٧- حدثنا الحميدي، قال:حدثنا (ع: ١٨٣) الوليد بن مسلم قال: سمعت زيد ابن واقد يحدث عن نافع،

أَنَّ عَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَبْصَرَ رَجُلاً يُصَلِّي لاَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ كُلَّمَا خَفَضَ وَرَفَعَ حَصَبَهُ(٢) حَتَّى يَرْفَعَ يَدَيْهِ(٣).

٦٢٨- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري قال:حدثني سالم

عَنْ أَبِيهِ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ إِذَا جَدَّ بِهِ السَّيْرُ جَمَعَ بَيْنَ المَغْرِبِ وَالعِشَاءِ(٤) .

٦٢٩- حدثنا الحميدي، قال: حدثنا سفيان، قال: حدثنا الزهري، عن سالم،

عَنْ أَبِيهِ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: **((لاَحَسَدَ إِلاَّ فِي اثْنَتَيْنِ: رَجُلٌ آتَاهُ اللهُ القُرْآنَ فَهُوَ يَقُومُ بِهِ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ، وَرَجُلٌ آتَاهُ اللهُ مَالاً فَهُوَ يُنْفِقُ مِنهُ آنَاءَ اللَّيْلِ وَآنَاءَ النَّهَارِ))**(٥) .

---

(١)- إسناده صحيح، وأخرجه البخاري في الأذان (٧٣٥) باب: رفع اليدين في التكبيرة الأولى مع الإفتتاح سواء، ومسلم في الصلاة (٣٩٠) باب: استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام.

وقد استوفينا تخريجه في ((مسند الموصلي)) برقم (٥٤٢٠، ٥٤٨١، ٥٥٣٤، ٥٥٦٤)، وفي ((صحيح ابن حبان)) برقم (١٨٦١) و (١٨٦٤، ١٨٦٨، ١٨٧٧).

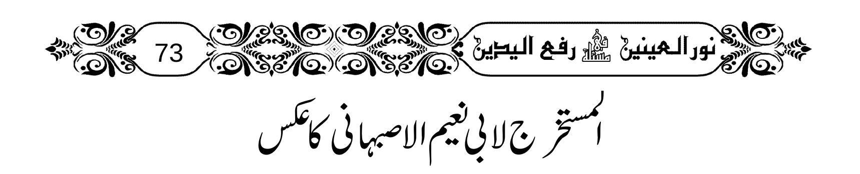
(٢)- حصبه: رماه بالحصا.

(٣)- إسناده صحيح، ونسبه الحافظ في الفتح ٢ / ٢٢٠ إلى البخاري في جزء رفع اليدين.

(٤)- إسناده صحيح، وأخرجه البخاري في تقصير الصلاة (١٠٩١) باب: يصلي المغرب ثلاثاً في السفر – وأطرافه (١٠٩٢، ١١٠٦، ١١٠٩، ١٦٦٨....) –، ومسلم في صلاة المسافرين (٧٠٣) باب: جواز الجمع بين الصلاتين في السفر.

ولتمام التخريج انظر ((مسند الموصلي)) (٥٤٢٢، ٥٤٣٠، ٥٤٨٥).

(٥)- إسناده صحيح، وأخرجه البخاري في فضائل القرآن (٥٠٢٥) باب: اغتباط صاحب القرآن، وفي التوحيد (٧٥٢٩)، ومسلم في صلاة المسافرين (٨١٥) باب: فضل من يقوم بالقرآن ويعلمه. =



المستخرج لابی نعیم الاصبہانی کا عکس

٦٨ - باب في رفع اليدين في الصلاة

٨٥٦ـ **حدثنا** أبو علي محمد بن أحمد بن الحسن ، ثنا بشر بن موسى ، ثنا الحميدي ح ، وحدثنا فاروق ، ثنا أبو مسلم ، ثنا القعنبي ح ، وحدثنا أبو بكر الطلحي ، ثنا عبيد بن غنام ، ثنا أبو بكر بن أبي شيبة ، وحدثنا جعفر بن محمد بن عمرو ، ثنا أبو حصين ، ثنا يحيى بن عبد الحميد ح ، وحدثنا محمد بن إبراهيم ، ثنا أحمد بن علي بن المثنى ، ثنا زهير بن حرب ، وإسحاق بن أبي إسرائيل ح ، وحدثنا أبو علي مخلدبن جعفر ، ثنا الفريابي ، ثنا قتيبة ح ، وحدثنا أبو محمد بن عبدان ، ثنا عثمان بن أبي شيبة ، وأبو بكر بن خلاد وزيد بن الحريش ، وحدثنا أبو علي الصواف ، ثنا عبد الله بن أحمد بن حنبل ، حدثني أبي ،قالوا : ثنا سفيان بن عيينة ، ثنا الزهري ، أخبرني سالم ابن عبد الله ، عن أبيه قال : « **رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين** »(١) . اللفظ للحميدي .

رواه مسلم عن يحيى بن يحيى ، وسعيد بن منصور ،وأبي بكر بن أبي شيبة ، وعمرو الناقد، وزهير بن حرب ، وابن نمير كلهم عن سفيان .

٨٥٧ـ **أخبرنا** سليمان بن أحمد ، ثنا إسحاق ، أنبا عبد الرزاق ، عن ابن جريج ، حدثني ابن شهاب ، عن سالم ، عن ابن عمر قال : « **كان نبي الله ﷺ إذا قام إلى الصلاة يرفع يديه حتى يكونا حذو منكبيه ثم يكبر فإذا أراد أن يركع فعل مثل ذلك وإذا رفع من الركوع فعل مثل ذلك ولا يفعله حتى يرفع رأسه من السجود** »(٢) .

رواه مسلم عن محمد بن رافع عن عبد الرزاق.

٨٥٨ـ **حدثنا** أبو بكر بن خلاد ، ثنا أحمد بن إبراهيم بن ملحان ، ثنا يحيى بن بكير، ثنا الليث بن سعد ، حدثني عقيل ، عن الزهري ، عن سالم بن عبد الله أن عبد الله بن عمر قال : «**كان رسول الله ﷺ إذ قام إلى الصلاة رفع يديه حتى يكونا حذو منكبيه ثم كبروا وإذا أراد أن يركع فعل مثل ذلك وإذا رفع من الركوع فعل مثل ذلك ولا يفعله حين**

= [٢/ ٤١٩] الحديث [٨١٥٩] .

(١) أخرجه مسلم في كتاب الصلاة [١/ ٢٩٢] الحديث [٢١/ ٣٩٠] . والترمذي في كتاب الصلاة [٢/ ٣٥] الحديث [٢٥٥] . والنسائي في كتاب افتتاح الصلاة [٢/ ١٤٢] باب :رفع اليدين للركوع حذاء المنكبين. ,وابن ماجة في كتاب إقامة الصلاة [١/ ٢٧٩] الحديث [٨٥٨]. والإمام أحمد في مسنده [٢/ ١٢] الحديث [٤٥٣٩] .

(٢) أخرجه مسلم في كتاب الصلاة [١/ ٢٩٢] الحديث [٢٢/ ٣٩٠] . والبيهقي في الكبرى في كتاب الصلاة [٢/ ٣٦] الحديث [٢٣٠١] .

مسند الحمیدی کے دونوں قلمی قدیم نسخوں میں لکھا ہوا ہے کہ

رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوة رفع يديه حذو منكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفع بين السجدتين.

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نسخۂ دیوبندیہ میں فلایرفع کا اضافہ ہندوستانی کاتب یا ناسخ کا خودساختہ ہے جیسا کہ حال ہی میں مصنف ابن ابی شیبہ کو کراچی میں جب بمبئی کے طبع شدہ نسخہ کا عکس لے کر شائع کیا گیا تو اس میں بھی متعصب دیوبندی ناشر نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت کے آخر میں **تحت السرة** کے خودساختہ الفاظ بڑھا دیئے۔

مسند حمیدی کی اس روایت کی سند میں جلدی اور عجلت کی وجہ سے **حدثنا سفیان** کے الفاظ بھی چھوڑ دیئے گئے تھے جس کا احساس معلق کو بہت بعد میں ہوا کیونکہ غلطیوں کا جو چارٹ کتاب کے آخر میں ہے اس میں بھی اس غلطی کا ازالہ نہیں کیا گیا ہے۔

نسخۂ ظاہریہ تمام نسخوں سے زیادہ صحیح اور قابل اعتماد ہے اور ایک دوسرے نسخے میں بھی یہ روایت نسخۂ ظاہریہ کی طرح ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی (رفع یدین والی موقوف) روایت کو امام حمیدی نے ایک اور سند سے بھی بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین کو ضروری (واجب) سمجھتے تھے۔

اسی روایت کے بعد امام الحمیدی کا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کا ذکر کرنا کہ ''وہ رفع الیدین کے تارک کو اس وقت تک کنکریوں سے مارتے تھے جب تک وہ رفع الیدین نہ کرنے لگتا۔'' سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ امام الحمیدی، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اثبات رفع الیدین کی حدیث اور پھر ان کا عمل ذکر کر کے گویا اس مسئلے پر مہر ثبت کرنا چاہتے ہیں اور اسی بنا پر امام الحمیدی خود بھی رفع الیدین پر عمل پیرا تھے۔

اسی حدیث کو امام ابوعوانہ نے سفیان کے دوسرے شاگردوں سے نقل کرنے کے بعد امام حمیدی کی سند سے بھی اس حدیث کے ابتدائی الفاظ نقل کر دیئے اور پھر **مثله** کہہ کر اشارہ کر دیا کہ امام حمیدی کی حدیث کے الفاظ بھی اسی طرح ہیں۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ

فلا یرفع کے الفاظ غلط اور مردود ہیں۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ

① مسند حمیدی کے مطبوعہ نسخہ کی متنازعہ عبارت محرف اور مصحف ہے۔

② دیگر ثقہ راویوں نے اسے سفیان بن عیینہ سے رفع الیدین عندالرکوع و بعدہ کے اثبات کے ساتھ روایت کیا ہے لہٰذا اگر یہ عبارت مسند الحمیدی کے تمام قلمی نسخوں میں بھی موجود ہوتی تو بلا شک وشبہ تصحیف وخطاء فاحش تھی۔

③ چونکہ ابتدائی صدیوں میں اس خودساختہ روایت کا نام ونشان تک نہیں تھا اس لیے اسے کسی نے بھی پیش نہیں کیا۔

④ جن لوگوں نے زوائد پر کتابیں لکھیں ہیں مثلاً المطالب العالیہ فی زوائد المسانید الثمانیہ لابن حجر (وفیہا مسند الحمیدی) اور اتحاف السادۃ المہرۃ الخیرۃ للبوصیری۔
ان میں سے کسی نے بھی اس روایت کو پیش نہیں کیا، اگر ہوتی تو پیش کرتے۔!

⑤ مکتبہ ظاہریہ کے مسند الحمیدی کے قدیم مخطوطے میں یہ حدیث علی الصواب (رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کے اثبات کے ساتھ) موجود ہے۔

⑥ حافظ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنی نے مسند ابی عوانہ (ج۲ص۹۱) میں اسے امام شافعی اور امام ابوداود کی روایت کے مثل قرار دیا ہے۔

امام شافعی کی روایت عندالرکوع اور بعدہ کے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ ''کتاب الام'' میں موجود ہے۔ [ج۱ص۱۰۳ط بیروت]

ابوداود (غالباً الحرانی) کی بواسطہ علی (بن عبداللہ المدینی) والی روایت ہمیں نہیں ملی مگر سنن ابی داود میں احمد بن حنبل والی روایت اثبات رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کے ساتھ موجود ہے۔ [سنن ابی داود ج۱ص۱۱۱ح۷۲۱]

اور علی بن عبداللہ (المدینی) والی روایت اثبات رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ کے ساتھ جزء رفع الیدین للبخاری میں موجود ہے۔ [ص۷ح۲]

⑦ اس حدیث کے مرکزی راوی امام سفیان بن عیینہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین باسند صحیح ثابت ہے۔ [دیکھئے سنن ترمذی ج۲ ص۳۹ حدیث ۲۵۶ بتحقیق احمد شاکر]

⑧ امام حمیدی بھی رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے قائل ہیں۔
[جزء رفع الیدین للبخاری ص۳۵ ح۱ بتحقیقی]

خلاصہ یہ ہے کہ مسند الحمیدی میں زہری عن سالم عن ابیہ والی روایت رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ ہے۔ نفی کے ساتھ نہیں ہے۔ لہٰذا نسخۂ دیوبندیہ کی خودساختہ اور خانہ ساز عبارت موضوع و باطل ہے اور اسے پیش کرنا انتہائی ظلم، پرلے درجے کی خیانت اور سینہ زوری ہے۔

⑨ اس تحقیق کے بعد المستخرج لابی نعیم الاصبہانی (ج۲ ص۱۲) دیکھنے کا موقع ملا، وہاں بھی یہ روایت مسند حمیدی کی سند کے ساتھ منقول ہے جس میں اثبات رفع الیدین ہے، نفی نہیں۔ والحمد للہ

⑩ مسند حمیدی جو شام سے شائع ہوئی ہے اس میں بھی رفع الیدین کرنے والی حدیث موجود ہے اور نہ کرنے کا کوئی نام ونشان نہیں۔ [دیکھئے ج۱ ص۵۱۵ ح۶۲۶]

مسند ابی عوانہ اور حدیث رفع الیدین

اس سلسلہ میں مولانا ارشاد الحق اثری صاحب کا ایک کتابچہ ''مسئلہ رفع الیدین پر ایک نئی کاوش کا تحقیقی جائزہ'' کافی عرصہ پہلے شائع ہوا تھا۔ اس میں ڈیروی صاحب کے شبہات واَوہام کے مسکت اور تسلی بخش جوابات دیئے گئے ہیں۔

چونکہ اس (حدیث) کو امام ابوعوانہ نے تین راویوں سے بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ تین حدیثوں کے حکم میں ہے۔ اس لیے امام ابوعوانہ (الاسفرائنی) نے انتہائی دیانت داری کے ساتھ روایات کے اختلاف کا بھی ذکر فرما دیا ہے۔ کسی نے کہا: ''**یحاذي بهما**'' (**منکبیه**) اور کسی نے کہا: ''**حذو منکبیه**'' اسی طرح کسی نے کہا: ''**لا یرفعهما**''

(بين السجدتين) اور کسی نے کہا: " لا یرفع " (بين السجدتين)

لیکن ان سب کا مطلب ایک ہی ہے۔امام ابوعوانہ نے کہا: " والمعنیٰ واحد "
یعنی معنی (مطلب) ایک ہی ہے۔صحیح مسلم میں سفیان بن عیینہ (جو کہ مسند ابی عوانہ والی حدیث کے بنیادی راوی ہیں) سے چھ ثقہ راوی " لا یرفعھما بین السجدتین " کا لفظ ذکر کرتے ہیں۔امام احمد وغیرہ " لا یرفع بین السجدتین " کا لفظ بیان کرتے ہیں۔

مسند ابی عوانہ کے محرف مطبوعہ نسخے کا عکس

مسند ابي عوانة ٩٠ ج - ٢

مالك انه قال ماصليت وراء امام قط اخف صلاة ولأتم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وان كان ليسمع بكاء الصبي فيخفف مخافة ان تفتن امه •

صلاة ابي بكر و عمر رضي الله عنهما

حدثنا يونس بن حبيب قال ثنا ابو داود قال ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس قال ماصليت خلف احد اخف صلاة من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام وكانت صلاة ابي بكر متقاربة فلما كان عمر مد في الفجر •

بيان رفع اليدين

في افتتاح الصلاة قبل التكبير بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع رأسه من الركوع وانه لايرفع بين السجدتين •

حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب ابن عمرو في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع لايرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد، حدثنا الربيع بن سليمان عن الشافعي عن ابن عيينة بنحوه ولا يفعل ذلك بين السجدتين حدثني ابو داود قال ثنا علي قال ثنا سفيان ثنا الزهري اخبرني سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم بمثله •

مسند ابي عوانة ٩١ ج - ٢

حدثنا الصائغ بمكة قال ثنا الحميدي قال ثنا سفيان عن الزهري قال اخبرني سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله •

حدثنا الربيع قال ثنا الشافعي ان مالك (١) اخبره عن ابن شهاب عن سالم عن ابيه ان النبي صلى الله عليه وسلم كان اذا افتتح الصلاة رفع يديه حذو منكبيه واذا رفع رأسه من الركوع رفعهما وكان لايفعل ذلك في السجود •

حدثنا اسحاق بن ابراهيم الصنعاني قال انبأ عبد الرزاق قال اخبرني ابن جريج قال حدثني ابن شهاب عن سالم ان ابن عمر كان يقول كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا قام الى الصلاة رفع يديه حتى تكونا حذو منكبيه، ثم كبر واذا اراد ان يركع فعل مثل ذلك واذا رفع من الركوع فعل مثل ذلك ولا يفعله حين يرفع رأسه من السجود •

حدثنا يوسف بن مسلم قال ثنا حجاج قال ثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب باسناده بنحوه وفيه رفع يديه ثم كبر •

حدثنا ابو محمد يحيى بن اسحاق بن سافري واحمد بن الوليد الفحام قالا ثنا زكريا بن عدي قال انبأ ابن المبارك عن يونس ومعمر وعبيد الله بن عمر ومحمد بن ابي حفصة عن الزهري عن سالم عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان يرفع يديه اذا

(١) كذا

مسند ابی عوانہ/مدینہ منورہ والے قلمی نسخے کا عکس

ما صليت وراء امام قط اخف صلاة ولا اتم من رسول الله صلى الله عليه
وسلم وان كان ليسمع بكا الصبي فيخفف مخافة ان تفتن امه ٥
حدثنا يونس بن حبيب ثنا ابو داود ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس
قال ما صليت خلف احد اخف صلاة من رسول الله صلى الله عليه وسلم
في تمام وكانت صلاة ابي بكر رضي الله عنه متقاربة فلما كان عمر رضي الله
عنه مد في الفجر ٥

باب

بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة قبل التكبير
بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع راسه من الركوع
وانه لا يرفع بين السجدتين ٥

حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو
في آخرين قالوا ثنا سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن ابيه
قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح الصلاة رفع يديه حتى
يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد
ما يرفع راسه من الركوع ولا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين
والمعنى واحد ٥ حدثنا الربيع ثنا سليمان عن الشافعي عن
ابن عيينة نحوه ولا يفعل ذلك بين السجدتين ٥ حدثنا ابو داود
اخبرنا علي اخبرنا سفيان قال اخبرنا الزهري قال اخبرني سالم عن ابيه
قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله ٥ حدثنا الصائغ
بمكة اخبرنا الحميدي اخبرنا سفيان اخبرنا الزهري اخبرني سالم عن
ابيه رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله ٥ حدثنا الربيع

● مخطوطة مسند أبي عوانة (مصورة الجامعة الإسلامية في المدينة المنورة) ●



مسند ابی عوانہ سندھی مخطوطے کا عکس

يخفف الصلاة ٥ حدثنا الصغاني وابن ابي الدنيا قالا ثنا عبيد الله يعني القواريري قال
ثنا حماد بن زيد قال ثنا عبد العزيز عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يوجز الصلاة
ويتم ٥ حدثنا يوسف بن مسلم قال ثنا حجاج عن شعبة عن قتادة عن انس قال كان رسول الله
صلى الله عليه وسلم من اخف الناس صلاة في تمام ٥ حدثنا ابن ابي رجاء قال ثنا وكيع قال ثنا
ابو عبيدة وهشام الدستوائي عن قتادة عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم من اخف
الناس صلاة في تمام ٥ حدثنا احمد بن محمد بن ابي بكر المقدمي [illegible] قال ثنا عبد الله
ابن ابي بكر العتكي قال ثنا شعبة عن قتادة عن انس بن مالك قال ما رأيت احدا اوجز
صلاة من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام ٥ حدثنا عمار بن رجاء قال ثنا الجعفي
قال ثنا زائدة عن المختار عن انس قال ما صليت مع احد اتم صلاة واوجز من النبي صلى الله
عليه وسلم ٥ حدثنا عبد الله بن سعيد بن يحيى بن سعيد قال ثنا ابي قال ثنا سليمان بن بلال
قال حدثني شريك بن عبد الله بن ابي نمر عن انس بن مالك انه قال ما صليت وراء امام قط اخف صلاة
ولا اتم من رسول الله صلى الله عليه وسلم وان كان ليسمع بكاء الصبي فيخفف مخافة [illegible]
حدثنا يونس بن حبيب قال ثنا ابو داود قال ثنا حماد بن سلمة عن ثابت عن انس قال ما صليت خلف احد صلاة
من رسول الله صلى الله عليه وسلم في تمام وكانت صلاة ابي بكر متقاربة فلما كان عمر مد في الفجر

بيان رفع اليدين في افتتاح الصلاة

قبل التكبير بحذاء منكبيه وللركوع ولرفع رأسه وانه لا يرفع بين السجدتين ٥
حدثنا عبد الله بن ايوب المخرمي وسعدان بن نصر وشعيب بن عمرو في آخرين قالوا ثنا
سفيان بن عيينة عن الزهري عن سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا افتتح
الصلاة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذو منكبيه واذا اراد ان يركع وبعد ما
يرفع رأسه من الركوع فلا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد
حدثنا الربيع بن سليمان ثنا الشافعي ثنا ابن عيينة بنحوه ولا يفعل ذلك بين السجدتين ٥
حدثنا ابو داود قال ثنا علي قال ثنا سفيان ثنا الزهري اخبرني سالم عن ابيه قال رأيت رسول الله
صلى الله عليه وسلم بمثله ٥ حدثنا الصائغ بمكة قال ثنا الحميدي قال ثنا سفيان عن الزهري قال

مسند ابی عوانہ کی اس حدیث کے ایک راوی سعدان بن نصر کی روایت السنن الکبریٰ للبیہقی میں ہے۔(سعدان تک سند بلاشک صحیح ہے)

اس میں ہے:"**رأیت رسول اللّٰہ ﷺ إذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتٰی یحاذي منکبیہ وإذا أراد أن یرکع وبعد ما یرفع من الرکوع ولا یرفع بین السجدتین**" [السنن الکبریٰ ج۲ص۶۹]

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ حدیث اثبات رفع الیدین کی زبردست دلیل ہے۔ اس لیے "**الحافظ الثقۃ الکبیر**" امام ابوعوانہ اس کو باب"**رفع الیدین في افتتاح الصلوٰۃ قبل التکبیر بحذاء منکبیہ وللرکوع ولرفع رأسہ من الرکوع وأنہ لا یرفع بین السجدتین**" کے باب میں لائے ہیں۔

بعض ناسمجھ لوگوں نے "**لا یرفعھما**" کو پچھلی عبارت سے لگا دیا ہے حالانکہ دلائل ان کی واضح تردید کرتے ہیں:

① مسند ابی عوانہ کے مطبوعہ نسخہ سے عمداً یا سہواً "واؤ" گرائی گئی ہے یا گر گئی ہے۔ یہ "واؤ" مسند ابی عوانہ کے قلمی نسخوں اور صحیح مسلم وغیرہما میں موجود ہے۔(علامہ سید احسان اللہ شاہ الراشدی پیر آف جھنڈا کے نسخہ میں یہ واؤ موجود ہے بلکہ مدینہ طیبہ کے نسخہ میں بھی واؤ موجود ہے۔ والحمدللہ)

② سعدان کی روایت بھی اثبات رفع الیدین کی تائید کرتی ہے۔

③ ابوعوانہ کی تبویب بھی اسی پر شاہد (گواہ) ہے۔

④ امام شافعی، امام ابوداود اور امام حمیدی کی روایات بھی اثبات **رفع الیدین عند الرکوع وبعدہ** کے ساتھ ہیں جن کے بارے میں ابوعوانہ نے "**نحوہ**"... "**بمثلہ**"... اور "**مثلہ**" کہا ہے۔

⑤ اس حدیث کو سابقہ حنفی علماء مثلاً زیلعی (وغیرہ) نے عدم رفع الیدین کے حق میں پیش نہیں کیا۔ اس وقت تک یہ روایت بنی ہی نہیں تھی، لہٰذا وہ پیش کیسے کرتے؟!

معلوم ہوا کہ اس روایت کے ساتھ عدم رفع پر استدلال کرنا غلط، باطل اور چودہویں صدی کی "بدعت" ہے۔

مسند ابی عوانہ قدیم دور میں بھی مشہور و معروف رہی ہے۔ کسی ایک امام نے بھی اس کی محولہ بالا عبارت کو ترک و عدم رفع الیدین کے بارے میں نہیں پیش کیا۔

مدونہ کبریٰ کی ایک روایت

سابقہ صفحات پر گزر چکا ہے کہ امام مالک بن انس رحمہ اللہ سے عندالرکوع وبعدہ کے رفع الیدین کی روایت کا اثبات تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ [دیکھئے ص ٦٨]

بعض لوگوں نے اس کے خلاف "المدونۃ الکبریٰ" کی ایک روایت پیش کی ہے۔

عن ابن وهب و ابن القاسم عن مالك عن ابن شهاب عن سالم عن أبيه أن رسول اللّٰه ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه إذا افتتح الصلوٰة

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (سیدنا) رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے تھے۔

[المدونۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۷۱ بحوالہ معارف السنن ج ۲ ص ۴۹۷ محمد یوسف بنوری کوثری دیوبندی، نور الصباح فی ترک رفع الیدین بعد الافتتاح ص ٦٠، ٦١]

اس روایت کو کسی قابلِ اعتماد محدث نے رفع الیدین کے خلاف پیش نہیں کیا اور نہ کوئی عقل مند اسے پیش کر سکتا ہے۔ اس کے ساتھ استدلال کئی وجہ سے مردود ہے:

① یہ حدیث مختصر ہے۔ اس میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں اور عدمِ ذکر نفی ذکر کے لیے مستلزم نہیں ہوتا، جیسا کہ گزر چکا ہے۔

② امام مالک سے رفع الیدین کی روایت متواتر ہے۔

③ ابن وہب عن مالک عن (ابن شہاب) الزہری والی روایت السنن الکبریٰ (٦٩/٢) میں موجود ہے۔ اس میں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کا اثبات ہے۔

ابن وہب تک بیہقی کی سند بالکل صحیح ہے۔

④ ابن القاسم کی روایت میں بھی عندالرکوع وبعدہ رفع الیدین کا اثبات ہے (التمہید ۹/۲۱۰، ۲۱۱ معلقاً) ابن القاسم کی روایت موطأ امام مالک (روایت ابن القاسم) میں بھی موجود ہے۔ [ص۱۱۳ ح۵۹]

⑤ امام ابن شہاب الزہری سے رفع الیدین کے اثبات کی روایات متواتر ہیں (کما تقدم) لہٰذا اس ''عدم ذکر'' والی روایت سے دلیل پکڑنا باطل ہے۔

⑥ بذات خود کتاب مدونہ کبریٰ کی سند اور توثیق محلِ نظر ہے۔

''المدونة الکبریٰ'' امام مالک کی کتاب نہیں ہے۔صاحب مدونہ ''سحنون'' تک متصل سند نامعلوم ہے لہٰذا یہ ساری کتاب بے سند ہوئی۔ایک مشہور عالم ابوعثمان سعید بن محمد بن صبیح بن الحداد المغربی (صاحب سحنون) جو کہ مجتہدین میں سے تھے۔[سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۲۰۵]

انھوں نے مدونہ کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے۔ [ایضاً ص۲۰۶]

وہ مدونہ کو ''مدوّدہ'' (کیڑوں والی کتاب) کہتے تھے۔ [العبر فی خبر من غبر ۲/۱۲۲]

الشیخ ابوعثمان اہلسنت کے اماموں میں سے تھے۔آپ ۳۰۲ھ میں فوت ہوئے۔رحمہ اللہ

اس بے سند کتاب کے دوسرے مسئلے بھی دیوبندی حضرات نہیں مانتے ،مثلاً ج۱ ص۶۸ پر لکھا ہوا ہے:

☆ نماز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سراً بھی نہیں پڑھنی چاہیے۔

☆ بقول المدونۃ الکبریٰ: امام مالک کے نزدیک نماز میں ہاتھ باندھنا مکروہ ہے۔[ج۱ ص۷۶]

ان مسائل کے بارے میں کیا خیال ہے؟

عبداللہ بن عون الخراز کی روایت

بعض لوگوں نے درج ذیل روایت کو پیش کیا ہے:

"عن عبدالله بن عون الخراز: ثنا مالك عن الزهري عن سالم عن ابن عمرؓ أن النبيﷺ كان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة ثم لا يعود

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رفع الیدین اس وقت کرتے جب شروع کرتے پھر رفع الیدین کرنے کے لیے نہ لوٹتے تھے۔"

[الخلافیات للبیہقی بحوالہ نصب الرایۃ ۱/۴۰۴، نورالصباح، تصنیف حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی ص ۶۱، ۶۲]

اول:

۱: امام ابوعبداللہ الحاکم نے (اس روایت کے بارے میں) کہا:

"هٰذا باطل موضوع ولا يجوز أن يذكر إلا على سبيل القدح فقد روينا بالأسانيد الصحيحة عن مالك بخلاف هٰذا"

یہ (روایت) باطل موضوع ہے۔ اس کا ذکر سوائے اسے بُرا کہنے (جرح کرنے) کے جائز نہیں ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ صحیح اسانید کے ساتھ امام مالک سے اس کے خلاف (اثبات رفع الیدین) ہم تک روایت کیا گیا ہے۔ [نصب الرایۃ ۱/۴۰۴]

(امام حاکم کے بارے میں) حافظ ذہبی نے کہا:

"الإمام الحافظ الناقد العلامة شيخ المحدثين" [سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۶۳]

اور کہا:

"وصنّف وخرّج وجرح وعدّل وعلّل وكان من بحور العلم على تشيع قليل فيه" [ایضاً ص ۱۶۵]

خطیب بغدادی نے کہا: "وكان ثقة" [تاریخ بغداد ۵/۴۷۳]

امام حاکم صدوق ہیں، لیکن مستدرک میں وہ ساقط (موضوع وضعیف) احادیث کی تصحیح کرتے ہیں۔ [میزان الاعتدال ۳/۶۰۸]

امام حاکم متساہل تھے۔

[ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل للذہبی ۲/۱۵۹، المتکلمون فی الرجال للسخاوی ص ۱۳۷]

متساہل جس روایت کو باطل وموضوع کہہ دے وہ (روایت عام طور پر) انتہائی پرلے درجے کی موضوع و باطل ہوتی ہے۔

حافظ ذہبی نے امام حاکم کو **" الحافظ الكبير"** اور **" إمام المحدثين "** کہا۔

[تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۲۷ بحوالہ احسن الکلام ج ۱ ص ۱۰۴ طبع بار دوم مصنف سرفراز خان صفدر دیوبندی]

۲۔ حافظ ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر الدمشقی المعروف بابن القیم الجوزیۃ (۶۹۱۔۷۵۱ھ) نے کہا:

" ومن شم روائح الحديث على بعدٍ: شهد بالله أنه موضوع "

جس نے حدیث کی خوشبو دور سے بھی سونگھی ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہے کہ یہ حدیث موضوع (من گھڑت) ہے۔ [المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ص ۱۳۸]

حافظ ابن قیم کے بارے میں علماء کی چند آراء ملاحظہ فرمائیں:

① ابن رجب الدمشقی نے کہا:

" وكان عارفاً بالتفسير لا يجارى فيه، وبأصول الدين، وإليه فيهما المنتهى . والحديث ومعانيه وفقهه ودقائق الإستنباط منه، لا يلحق في ذلك..." [کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ ۲/۴۴۸]

② ابن کثیر الدمشقی نے کہا:

" صاحبنا الشيخ الإمام العلامة... وبرع في علوم متعددة، لا سيما علم التفسير والحديث والأصلين... " [البدایہ والنہایہ ۱۴/۲۴۶]

③ ابن ناصر الدین الدمشقی نے کہا:

" الشيخ الإمام العلامة شمس الدين أحد المحققين..."

[الرد الوافر ۱۱۹]

④ ابن العماد الحنبلی نے کہا:

" الفقيه الحنبلي بل المجتهد المطلق المفسر النحوي الأصولي

المتکلم'' [شذرات الذہب ۱۶۸/۶]
نیز ملاحظہ فرمائیں: الدرر الکامنۃ للعسقلانی (۴۰۰/۳) والبدر الطالع للشوکانی (۱۴۳/۲)
سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں کہ
''نوٹ: اکثر اہل بدعت حافظ ابن تیمیہ اور ابن قیم کی رفیع شان میں بہت ہی گستاخی کیا کرتے ہیں مگر حضرت ملا علی قاری الحنفی ان کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں: **وکانا من أکابر أهل السنة والجماعة ومن أولياء هذه الأمة** (جمع الوسائل ج ا ص ۲۰۸ طبع مصر) اور حافظ ابن القیم کی تعریف کرتے ہوئے امام جلال الدین السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ پھولے نہیں سماتے (بغیۃ الوعاۃ)'' [المنہاج الواضح یعنی راہ سنت ص ۱۸۷]
۳: حافظ ربانی ابن حجر العسقلانی نے اس حدیث کے بارے میں کہا:
''**وهو مقلوب موضوع**'' [التلخیص الحبیر ۲۲۲/۱]
حافظ ابن حجر کے بارے میں عبدالحئی لکھنوی حنفی نے کہا: ''**هو إمام الحفاظ**''
[غیث الغمام مع امام الکلام ص ۲۸]
حافظ ابن حجر کے بارے میں سرفراز صفدر صاحب لکھتے ہیں: ''**حافظ الدنیا**''
[راہ سنت ص ۳۹]
ابن العماد الحنبلی نے کہا: ''**شيخ الإسلام علم الأعلام أمير المؤمنين في الحديث حافظ العصر**'' [شذرات الذہب ۲۷۰/۷]
کہا جاتا ہے کہ العراقی، التقی الفاسی، البرہان الحلبی اور السخاوی وغیرہم نے ان کی تعریف کی ہے۔ [ملاحظہ ہو ترجمہ ابن حجر مطبوعہ مع المطالب العالیہ ج ا ص ''ک'']
الحاکم، ابن قیم اور ابن حجر نے متفقہ طور پر اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔
حاکم سے (لے کر) ابن حجر تک کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح نہیں کہا۔
حدیث کی تصحیح و تضعیف میں صرف محدثین کا قول ہی حجت ہے۔
(ثقۃ بالاجماع) عبدالرحمٰن بن مہدی نے کہا: معرفتِ حدیث الہام ہے۔

ابن نمیر نے کہا: ''ابن مہدی نے سچ کہا ہے۔ اگر میں ان سے پوچھتا کہ آپ نے یہ بات کہاں سے لی ہے تو ان کے پاس جواب نہ ہوتا۔''

[علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۹، وسندہ صحیح]

یہاں الہام سے مراد خاص پیشہ ورانہ تجربہ ہے، جس کی بدولت ایک جوہری وصراف فی البدیہہ طور پر جوہر یا زیورات کے بارے میں فیصلہ کر دیتا ہے کہ یہ اصلی ہیں یا جعلی۔ اس سے صوفیہ ومبتدعین کا الہام وکشف مراد نہیں جس سے وہ ''غیب کی خبریں'' اور قصص مکذوبہ لاتے ہیں، اس بات کو خوب سمجھ لیں۔

ابوحاتم نے کہا:

'' مثل معرفة الحديث كمثل فصٍ ثمنه مائة دينار و آخر مثله علٰى لونه ثمنه عشر دراهم ''

حدیث کی پہچان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک نگینہ ہے جس کی قیمت سو دینار ہے اور اسی جیسا اس کے رنگ پر ایک دوسرا نگینہ ہے جس کی قیمت دس درہم ہے۔

[علل الحدیث ۱/۹]

امام ابوحاتم نے کچھ روایات کو کذب و باطل اور (کچھ کو) صحیح کہا اور دلیل نہ بتا سکے۔ ابوزرعہ نے انھی روایات کو باطل وکذب اور صحیح کہا تو سائل بڑا حیران ہوا۔ یہ پہچان ایسی ہے جیسے ایک جوہری سچے موتی اور جعلی موتی پہچان لیتا ہے۔

مفصل واقعہ کے لیے ملاحظہ فرمائیں: '' **تقدمة الجرح والتعديل** '' [ص ۳۴۹، ۳۵۱]

غرض یہ کہ حدیث کی پہچان میں اس کے جوہریوں (محدثین) کا قول ہی حجت ہے۔

دوم:

امام بیہقی مصنف الخلافیات سے عبداللہ بن عون الخراز تک سند نا معلوم ہے۔ عبداللہ بن عون الخراز ۲۳۲ھ کو فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ۱۰/۳۶ وتقریب التہذیب: ۳۵۲۰]

امام بیہقی ۳۸۴ھ کو پیدا ہوئے۔ [الانساب للسمعانی ۱/۴۳۹ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۴]

اگر کہا جائے کہ اسے بقول مغلطائی، امام بیہقی نے الخلافیات میں '' محمد بن غالب عن أحمد بن محمد البرقي عن عبدالله بن عون الخراز '' سے روایت کیا ہے۔ (کمافی / ماتمس إلیہ الحاجۃ لمن یطالع سنن ابن ماجۃ تصنیف محمد عبدالرشید نعمانی دیوبندی ص ۴۸، تو جواب یہ ہے:

① مغلطائی بن قلیج البکجری کی عدالت نامعلوم ہے۔ بعض علماء نے اس کے ''اوہام شنیعہ'' اور ''سوء فہم'' کی نشان دہی کی ہے۔ بعض شیوخ سے اس نے سماع کا دعویٰ کیا مگر کبار علماء نے اس کے دعویٰ کی تردید کی۔ [ملاحظہ ہو لسان المیزان ۶/۷۲-۷۴]

ابن فہد المکی نے '' **لحظ الالحاظ بذیل طبقات الحفاظ**'' صفحہ ۱۳۳ پر کہا: ''**مغلطائي بن قليج بن عبدالله البكجري الحنفي** '' اور صفحہ ۱۳۶ پر کہا: ''**وتكلم فيه الجهابذة من الحفاظ لأجل ذلك ببراهين واضحة**''

مختصر یہ کہ اس متکلم فیہ، صاحب اوہام شنیعہ، سیٔ الفہم اور غیر موثق شخص کی نقل احادیث متواترہ کے مقابلے میں مردود ہے۔

② محمد بن غالب اگر تمتام ہیں تو ۲۸۳ھ کو فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ۳/۱۴۶]

یعنی امام بیہقی کی ولادت سے ۱۰۱ سال پہلے فوت ہوئے۔

لہٰذا یہ منقطع روایت مردود ہے۔

سوم:

شیخ الاسلام امام دارقطنی رحمہ اللہ نے ایک کتاب ''غرائب حدیث مالک'' لکھی ہے۔ اس کتاب میں انھوں نے ہر قسم کی (موضوع و باطل وغیرہ) روایات بھی اکٹھی کی ہیں مگر وہ اپنی اس کتاب میں مغلطائی بکجری کی روایت نہیں لائے ہیں۔

[ملاحظہ ہو نصب الرایۃ للزیلعی ۱/۴۰۴]

اس سے معلوم ہوا کہ یہ روایت امام دارقطنی کے بعد وضع کر کے محمد بن غالب کے سر تھوپ دی گئی ہے۔

ترفع الأیدي والی روایت

عن ابن أبي لیلٰی عن نافع عن ابن عمر (رفعه قال:) ترفع الأیدي في سبعة مواطن :عند افتتاح الصلٰوة واستقبال البیت والصفا والمروة والوقفین والجمرتین " [نصب الرایۃ ۳۹۱/۱]

رفع الیدین سات مقامات پر کیا جائے۔ابتداء نماز کے وقت، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا اور مروہ پہاڑی پر قیام کے وقت، وقوف عرفہ اور مزدلفہ کے وقت، رمی الجمار کے وقت۔ [رفع الیدین کے خلاف ڈیروی صاحب کی کتاب ص ٦٨]

جواب:

یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کا راوی "محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلٰی"، جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کا تعارف

نمبر	جارح	جرح	ثبوت جرح	معدل	تعدیل	ثبوت تعدیل
1	شعبة	أفادني ابن أبي ليلىٰ أحاديث فإذا هي	الجرح والتعديل	العجلي	صدوق ثقة	معرفة الثقات
		مقلوبة/ مارأيت أحداً أسوأ حفظاً منه	322/7		جائز الحديث	244,243/2
2	زائدة	(كان لايروي عنه) (ترک حديثه)	// //	يعقوب بن سفيان	ثقة عدل... ☆	تهذيب التهذيب بغير سند
3	يحيى بن سعيد		// //	زائدة	كان أفقه أهل الدنيا	الجرح 322/7
4	أحمد بن حنبل	سيٍّ الحفظ مضطرب الحديث	(ص323)	ترمذي	صحح له	ڈیروي 165
5	يحيىٰ بن معين	ليس بذلک/ضعيف	(//) المجروحين245/2	الذهبي	حديثه في	تذكرة الحفاظ171/1
6	أبو حاتم الرازي	محله الصدق كان سيٍّ الحفظ	الجرح والتعديل		وزن الحسن	
		إنما ينكر عليه كثرة الخطاء		ابن القيم		ڈیروی ص165
7	أبو زرعة	صالح ليس بأقوى مايكون	// //	الهيثمي	حديثه حسن	ڈیروی ص166
8	الجوزجاني	واهي الحديث سيٍّ الحفظ	أحوال الرجال: 86		إن شاء الله	
9	النسائي	ليس بالقوي فی الحديث	الضعفاء للنسائی:525			
10	ابن عدي	مع سوء حفظه يكتب حديثه	الكامل2195/6			
11	سلمة بن كهيل	يكذب عليّ	الضعفاء للعقيلي99/4			
12	الدارقطني	ثقة في حفظه شيٍّ	السنن124/1			
		ضعيف الحديث سيٍّ الحفظ	241/1			
		ردئ الحفظ كثير الوهم	263/2			
13	ابن حبان	ردئ الحفظ كثير الوهم	المجروحين 244/2			
		فاحش الخطاء... فاستحق الترک	//			
14	البيهقي	كثير الوهم	السنن الكبرىٰ 24/1			
		ضعيف فی الروايةلسوء حفظه	(334/5			
		وكثرة خطائه				
15	زيلعي	ضعيف	نصب الراية318/1			
16	محمد بن طاهر المقدسي	أجمعوا علىٰ ضعفه	تذكرة الموضوعات90,24			
17	الذهبي	صدوق سيٍّ الحفظ	ديوان الضعفاء 279			
		صدوق إمام سيٍّ الحفظ	ميزان الاعتدال613/3			
18	ابن حجر	ضعيف	فتح الباري 214/4			
19	طحاوي	مضطرب الحفظ جداً	مشكل الآثار226/3			
20	الهيثمي	ضعيف	مجمع الزوائد 78/1			
21	محمد بن اسحاق السعدي	يستحق أن يترک حديثه	المجروحين 246/2			
22	الساجي	سيٍّ الحفظ ☆	تهذيب بغير سند			
23	ابن جرير الطبري	لا يحتج به ☆	// //			
24	ابن خزيمة	ليس بالحافظ ☆	// //			
25	أبو أحمد الحاكم	عامة أحاديثه مقلوبة ☆	// //			
26	ابن المديني	سيٍّ الحفظ واهي الحديث ☆	// //			
27	ابن القطان	سيٍّ الحفظ ☆	نصب الراية 182/2			
28	النووي	ضعيف	نصب الراية84/4			
29	ابن الجوزي	كلهم ضعاف	نصب الراية107/4			
30	المنذري	ثقة ردئ الحفظ كثيراً كذا قال	الترغيب 525/5			
		الجمهور فيه	بحواله ڈیروي 165			
31	ابن حزم	سيٍّ الحفظ	المحلىٰ 123/7			
32	السخاوي	سيٍّ الحفظ	القول البديع167,168			

ائمۂ حدیث کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ علماء کی بہت بڑی اکثریت محمد ابن ابی لیلیٰ کو ضعیف، سیٔ الحفظ اور کثیر الوہم کہتی ہے۔ بیہقی کے نزدیک وہ کثیر الخطاء تھے لہٰذا چند علماء کی توثیق مردود ہے۔ رہا بعض علماء کا اسے فقیہ قرار دینا تو یہ ثقاہت کی دلیل نہیں۔

زائدہ نے اسے فقیہ کہا اور پھر اس کی حدیث کو ترک کر دیا۔

ذہبی اور ہیثمی کے اقوال باہم متعارض ہیں لہٰذا ساقط ہیں۔ جن لوگوں نے اس کی توثیق کی ہے وہ اس کی ذات کے لحاظ سے ہے۔ یعنی ذاتی طور پر وہ سچا شخص تھا مگر بُرے حافظے اور کثرت اوہام وخطا کی وجہ سے ضعیف ٹھہرا۔

محمد بن ابی لیلیٰ اور حنفی وغیر اہلِ حدیث حضرات

ابن ابی لیلیٰ کو حنفی اور غیر اہلِ حدیث حضرات نے بھی مجروح قرار دیا ہے۔

① طحاوی: **مضطرب الحفظ جداً** [مشکل الآثار ۲۲۶/۳]

② زیلعی: **ضعیف** [نصب الرایۃ ۳۱۸/۱]

③ ابن الترکمانی: **ابن أبي ليلى متكلم فيه** [الجوہر النقی ۳۴۷/۷]

④ النیموی: **ليس بالقوي** [آثار السنن: ح ۳۲ کا حاشیہ]

⑤ خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی: **كثير الوهم** [بذل المجہود ج ۳ ص ۳۷]

⑥ انور شاہ کشمیری دیوبندی صاحب محمد ابن ابی لیلیٰ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"**فهو ضعيف عندي كما ذهب إليه الجمهور**"

پس وہ میرے نزدیک ضعیف ہے اور جمہور کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ [فیض الباری ۱۶۸/۳]

⑦ محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب بھی محمد ابن ابی لیلیٰ کو جمہور کے نزدیک ضعیف قرار دیتے ہیں۔ [معارف السنن ۲۹۰/۵]

محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ والی روایت کی دوسری سند

ابن عباس
مقسم
الحکم (مدلس)
(محمد بن عبدالرحمٰن) ابن ابی لیلیٰ (ضعیف)
عمران (بن محمد بن عبدالرحمٰن) بن ابی لیلیٰ
محمد بن عمران بن ابی لیلیٰ
محمد بن عثمان بن ابی شیبہ
الطبرانی فی الکبیر
(۱۱/۳۸۵ح ۱۲۰۷۲)

اسے محمد بن فضیل بن غزوان نے محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (ضعیف) سے موقوفاً بیان کیا ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۹۶ ح ۱۵۷۴۷]

بعض راویوں نے'' ترفع الأيدي '' کے الفاظ بیان کئے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ روایت مرفوعاً وموقوفاً ''لا ترفع'' اور ''ترفع'' سب الفاظ کے ساتھ ضعیف ہے۔

متن پر بحث: اگر ہاتھ اُٹھانا صرف ان سات مقامات پر ہی مقید ہے تو پھر رفع الیدین کی مخالفت کرنے والے لوگ قنوت، عیدین اور دعا میں کیوں ہاتھ اُٹھاتے ہیں؟

اگر ان مقامات کی تخصیص دیگر احادیث سے ثابت ہے تو رفع الیدین عندالرکوع وعندالرفع منہ کی تخصیص صحیحین وغیرہما کی متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

خود سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح متواتر احادیث کے ساتھ رفع الیدین کرنا ثابت ہے لہٰذا بعض الناس کا اس روایت باطلہ سے استدلال بھی باطل ہے۔

تنبیہ: رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے منع، نسخ یا ترک پر ایک بھی صحیح

(عندالجمہور) صریح حدیث موجود نہیں ہے۔ رفع یدین کی مخالفت کرنے والے لوگوں کی پیش کردہ روایات یا تو ضعیف ہیں اور یا مجمل ومبہم، جن کی زد سے وہ خود بھی نہیں بچ سکتے۔

رفع الیدین پر سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری حدیث

[۲] وعن نافع أن ابن عمر كان إذا دخل في الصلٰوة كبر ورفع يديه وإذا ركع رفع يديه وإذا قال: ((سمع الله لمن حمده)) رفع يديه وإذا قام من الركعتين رفع يديه ورفع ذلك ابن عمر إلى النبي ﷺ.

نافع (تابعی رحمہ اللہ) روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے تو تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور جب دو رکعتوں سے اُٹھتے تو دونوں ہاتھ اُٹھاتے اور ابن عمر اپنے اس عمل کو رسول اللہ ﷺ تک مرفوع بیان کرتے۔

[صحیح بخاری ۱/۱۰۲ حدیث ۷۳۹، مشکوٰۃ ص ۷۵ ح ۷۹۴ شرح السنۃ للبغوی ۳/۲۱ ح ۵۶۰ وقال: ''ھٰذا الحدیث صحیح'' / وصححہ ابن تیمیۃ فی الفتاویٰ الکبریٰ ۲/۱۰۵، ومجموع فتاویٰ ۲۲/۴۵۳ نیز محمد یوسف بنوری دیوبندی نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے (معارف السنن ۲/۴۵۷) اور ابن خزیمہ سے اس کی تصحیح نقل کی ہے۔]

عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کا تعارف

نمبر شمار	معدل	تعدیل	ثبوت تعدیل	جارح	جرح	ثبوت جرح
1	يحيىٰ بن معين	ثقة	الجرح والتعديل 28/6	ابن سعد	لم يكن بالقوي في الحديث	طبقات 290/7
2	أبوزرعة الرازي	ثقة	....			
3	أبو حاتم	صالح الحديث	....			
4	العجلي	بصري ثقة	معرفة الثقات 68/2			
5	ابن حبان	كان قدرياً متقناً في الحديث غير داعية إليه	الثقات 131,130/7			
6	بخاري	صحیح بخاری کا راوی ہے۔				
7	مسلم	صحیح مسلم کا راوی ہے۔				
8	الذهبي	صدوق قوي الحديث	سيرأعلام النبلاء 243/9			
9	ابن حجر	ثقة	تقريب التهذيب ص298			
☆	ابن نمير	ثقة	التهذيب منقطعاً 96/6			
10	بغوي	صحح حديثه	شرح السنة 21/3			
11	ابن خزيمة	صحح حديثه	صحيح ابن خزيمة:399			
12	الترمذي	حسن له	سنن الترمذي:251، 1158			
13	ابن تيمية	صحح له	الفتاوىٰ الكبرىٰ 105/2			
14	البيهقي	ثقة	(السنن الكبرىٰ 137/2)			

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور علماء کے نزدیک عبدالاعلیٰ ثقہ ہے۔ صرف ابن سعد کاتب الواقدی نے اس پر جرح کی جس کو حافظ ابن حجر نے مردود قرار دیتے ہوئے کہا:

"هٰذا جرح مردود غير مبين السبب ولعله بسبب القدر وقد احتج به الأئمة كلهم "

یہ جرح مردود ہے، غیر واضح ہے۔ ہوسکتا ہے کہ مسئلۂ تقدیر کے سبب یہ بات کی گئی ہو اور تمام اماموں نے عبدالاعلیٰ کی حدیث سے حجت پکڑی ہے۔

[ہدی الساری ص ۴۱۵]

حافظ ذہبی نے الکاشف (۱۳۰/۲) میں اسے " **ثقة لكنه قدري** " لکھا اور سیر اعلام النبلاء میں کہا: " **تقرر الحال أن حديثه من قسم الصحيح** " یہ بات اس پر ٹھہر گئی ہے کہ عبدالاعلیٰ کی حدیث صحیح حدیث کی قسم سے ہوتی ہے۔ [۲۴۳/۹]

عبدالاعلیٰ بن عبدالاعلیٰ کی روایت کے چند شواہد ملاحظہ فرمائیں:

شاہد نمبر ا: **عفان وحجاج بن منهال عن حماد بن سلمة عن أيوب عن نافع**

عن ابن عمر به ۔ [تغلیق التعلیق لابن حجر ۳۰۵/۲ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۷۰/۳]

حماد ثقہ تھے۔[الجرح والتعدیل ۱۴۲/۳ عن ابن معین وسندہ صحیح] ان سے عفان وحجاج بن منہال کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔ [تہذیب الکمال للمزی مطبوع ۲۵۸/۷، ۲۵۷]

لہٰذا عفان وحجاج کا ان سے سماع اختلاط سے پہلے کا ہے۔ پس اختلاط کا الزام مردود ہے۔

آپ صحیح مسلم وسنن اربعہ کے مرکزی راوی ہیں مثلاً دیکھئے صحیح مسلم ج ۱ ص ۵۶ ح ۵۹/۱۱۰ وترقیم دارالسلام: ۲۱۴، وج ۱ ص ۵۷ ح ۱۱۹/۱۸۷ وج ۱ ص ۹۱ ح ۱۶۲/۲۵۹ وغیرہ،

حماد بن سلمہ پر جرح مردود ہے۔

امام یحییٰ بن معین نے کہا: ''**حماد بن سلمة ثقة**'' حماد بن سلمہ قابل اعتماد راوی ہیں۔

[الجرح والتعدیل ۱۴۲/۳ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے تاریخ الدارمی: ۳۷ وسوالات ابن الجنید: ۱۷۲ وقال: ثقة ثبت]

العجلی المعتدل نے کہا: ''**بصري ثقة، رجل صالح ، حسن الحديث**''

[التاریخ بترتیب الہیثمی والسبکی: ۳۵۴]

یعقوب بن سفیان الفارسی یا حجاج (بن منہال) نے کہا:'' **وهو ثقة**''

[کتاب المعرفة والتاریخ ۲۶۱/۲]

انھیں درج ذیل محدثین نے بھی ثقہ وصحیح کہا ہے:

۱: احمد بن حنبل [سوالات ابن ہانی: ۲۱۳۰، ۳۱۳۱ وموسوعۃ اقوال الامام احمد بن حنبل ۲۹۹/۱]

۲: ابن حبان [کتاب الثقات ۲۱۶/۶ وصحیح ابن حبان الاحسان: ۱۴، ۲۲، ۵۰۔۔۔]

۳: ابن شاہین [ذکر من اختلف العلماء ونقاد الحدیث فیہ ص ۴۱]

۴: الترمذی [۷۲، ۳۰۷، ۱۲۳۸۔۔۔]

۵: ابن الجارود [۴۶، ۱۰۷، ۱۲۴۔۔۔]

۶: الحاکم [۶۰۸/۲ ح ۴۲۰۵ وغیرہ]

۷: ابن خزیمہ [۲۰۸/۱ ح ۴۰۰ وح ۳۶۰، ۱۴۱۲]

۸: الساجی:'' **كان حافظاً ثقة ماموناً**'' [تہذیب التہذیب ۱۵/۳]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں کہ ''**الإمام الحافظ شيخ الإسلام**'' [تذکرۃ الحفاظ ۲۰۲/۱ ت ۱۹۷]

" ولم ينحط حديثه عن رتبة الحسن" اور اس کی حدیث حسن کے درجے سے نہیں گری ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۴۴۶/۷]

حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں:" ثقة عابد أثبت الناس في ثابت ، وتغير حفظه بأخرة "

ثقہ عابد تھے، ثابت (البنانی) سے روایت کرنے میں سب لوگوں سے زیادہ ثقہ ہیں، آپ کا حافظہ آخری عمر میں متغیر ہو گیا تھا۔ [تقریب التہذیب:۱۴۹۹]

صحیحین میں جس مختلط و متغیر الحفظ راوی سے استدلال کیا گیا ہے اس کی دلیل ہے کہ اس کے شاگردوں کی روایات اختلاط سے پہلے کی ہیں (الا یہ کہ تخصیص ثابت ہو جائے)۔

[دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح ص ۴۶۶ دوسرا نسخہ ۴۹۹]

خلاصہ یہ کہ روایت مذکورہ پر اختلاط کی جرح مردود ہے کیونکہ یہ اختلاط و تغیر سے پہلے کی ہے والحمدللہ

شاہد نمبر۲: إبراهيم بن طهمان عن أيوب بن أبي تميمة و موسى بن عقبة عن نافع عن ابن عمر به مختصراً . [تغلیق التعلیق ۳۰۶/۲ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۷۰/۲]

مختصراً کا مطلب یہ ہے کہ حماد بن سلمہ اور ابراہیم بن طہمان کی روایتوں میں تین مقامات پر رفع الیدین کا ذکر ہے۔ دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت رفع الیدین کا ذکر نہیں اور یہ مسلّم ہے کہ عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

ابراہیم بن طہمان ثقہ تھے۔ [میزان الاعتدال ۳۸/۱]

محدث اسماعیلی کا بعض مجہول و نامعلوم مشائخ سے اس روایت کی تضعیف کرنا مردود ہے۔

صحیح بخاری کی روایات کو ضعیف کہنے کے لیے "بڑی دلیری" کی ضرورت ہے۔!

امام دارقطنی نے کتاب العلل میں عبدالاعلیٰ کی روایت کو " الأشبه بالصواب " قرار دیا ہے۔ [فتح الباری ۱۷۶/۲]

تنبیہ: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع الیدین بالکل ثابت نہیں ہے۔ ابوبکر بن عیاش

وغیرہ کی روایات وہم کی وجہ سے ضعیف ومردود ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ان شاءاللہ

[۳] عن أبي قلابة أنه رأى مالك بن الحويرث إذا صلّى كبر ثم رفع يديه وإذا أراد أن يركع رفع يديه وإذا رفع رأسه من الركوع رفع يديه وحدث أن رسول الله ﷺ كان يفعل هٰكذا.

ابوقلابہ تابعی فرماتے ہیں کہ (سیدنا) مالک بن الحویرث (رضی اللہ عنہ) جب نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اُٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔

[صحیح البخاری ۱۰۲/۱ ح ۷۳۷ وصحیح مسلم ۱۶۸/۱ ح:۳۹۱ واللفظ لہ وترقیم دارالسلام:۸۶۴]

یہ حدیث درج ذیل کتابوں میں بھی موجود ہے:

صحیح ابن خزیمہ (۲۹۵/۱ ح ۵۸۵) صحیح ابن حبان (۱۷۵/۳ ح ۱۸۷۰) صحیح ابی عوانہ (۹۴/۲)

ابوقلابہ عبداللہ بن زید ثقہ تھے۔ انھیں محمد بن سیرین تابعی اور ابوحاتم الرازی نے ثقہ کہا۔

[الجرح والتعدیل ۵۸/۵ وھو صحیح]

آپ کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے۔ [الاستغناء فی اسماء المعروفین بالکنٰی ص۹۲]

یہ حدیث سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے ابو قلابہ اور نصر بن عاصم (دو تابعین) نے روایت کی ہے۔ ابو قلابہ سے خالد الحذاء اور اس سے خالد بن عبداللہ الطحان اور اسماعیل بن علیہ نے یہ روایت بیان کی ہے۔

نصر بن عاصم سے قتادہ نے اور اس سے شعبہ، سعید بن ابی عروبہ، سعید بن بشیر، ہمام، عمران القطان، حماد بن سلمہ، ہشام اور ابوعوانہ نے یہ روایت بیان کی ہے۔

شعبہ سے عاصم بن علی، خالد، حفص بن عمر، یحییٰ بن سعید، ابوداود الطیالسی، سلیمان ابن حرب، ابن مہدی، ابوالولید الطیالسی، عبدالصمد اور آدم بن ابی ایاس نے روایت بیان کی ہے۔ ان میں سے کسی روایت میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ شعبہ کی

روایت قتادہ سے تصریح سماع پر محمول ہوتی ہے۔

سعید بن ابی عروبہ سے عبدالاعلیٰ، ابن نمیر، یزید بن زریع، ابن علیۃ، ابن ابی عدی، محمد بن حفص اور خالد بن الحارث نے یہ روایت بیان کی ہے۔ بعض کی روایات میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر ہے مگر قتادہ مدلس ہیں اور سجدوں میں رفع یدین والے الفاظ میں ان کے سماع کی تصریح موجود نہیں ہے لہٰذا یہ روایات ضعیف ہیں۔ حماد، عمران اور سعید کی روایات میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ ہمام کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ فی الرکوع (قبل الرکوع) و فی السجود (قبل السجود اذا رفع راسہ من الرکوع) لہٰذا یہ روایت اپنے منطوق پر صریح نہیں ہے۔ ہشام سے ابو عامر، عبدالصمد، یزید بن زریع اور معاویہ بن ہشام یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ صرف معاویہ بن ہشام کی روایت میں سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر ہے۔ باقی تینوں کی روایات میں نہیں۔

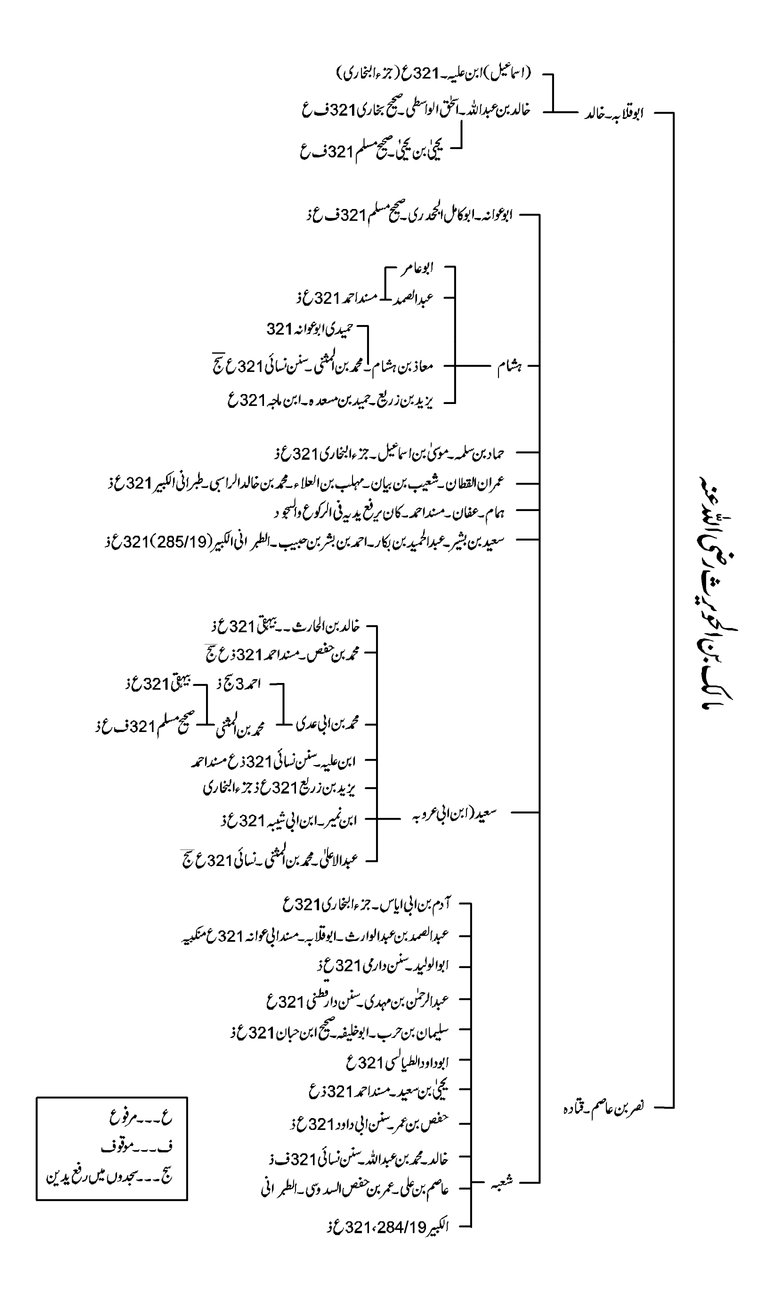
فائدہ: سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ بنولیث کے وفد میں غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے تھے۔ دیکھئے فتح الباری (ج ۲ ص ۱۱۰ تحت ح ۶۲۸) ارشاد الساری للقسطلانی (۱۶/۲)

غزوۂ تبوک ۹ ہجری میں ہوا تھا۔ دیکھئے فتح الباری (۱۱۱/۸ ح ۴۴۱۵)

سج = سجدوں میں رفع یدین

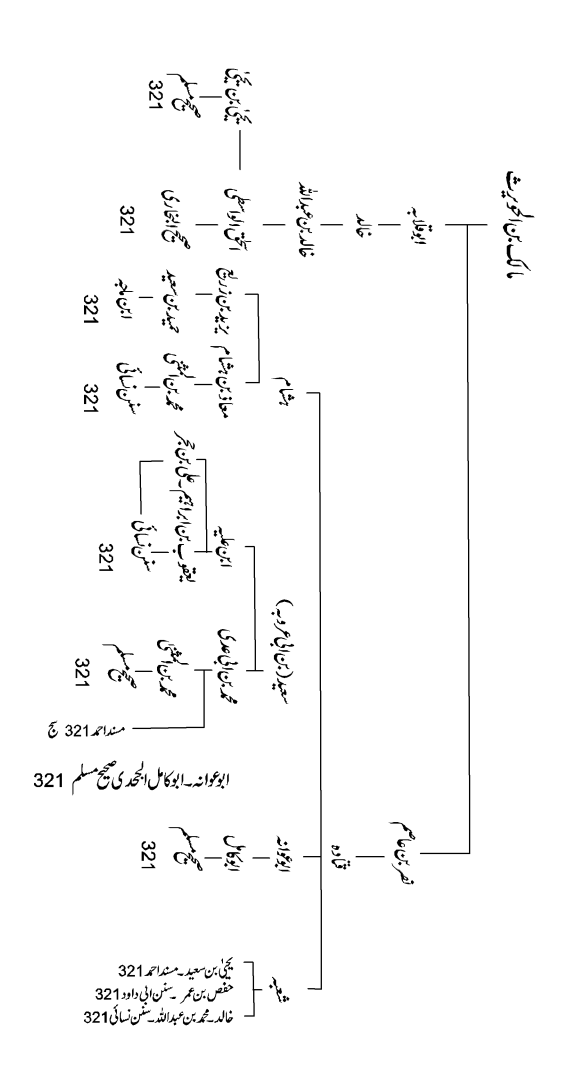
مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
|
نصر بن عاصم
|
قتادہ
|
سعید بن ابی عروبہ
|
محمد بن ابی عدی

- محمد بن مثنی
  - صحیح مسلم 321 ذ ع
  - عبداللہ بن محمد۔ ابوالولید الفقیہ۔ ابوعبداللہ الحافظ۔ بیہقی 321 ع ذ
  - نسائی۔ محمد بن معاویہ۔ عبداللہ بن ربیع۔ محلی ابن حزم 321 ع سج
- احمد بن حنبل مسند 321 سج ع ذ



مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
نصر بن عاصم ۔قتادہ
ابوقلابہ ۔خالد
(اسماعیل) ابن علیہ ۔321 ع (جزء البخاری)
خالد بن عبداللہ ۔اسحٰق الواسطی ۔صحیح بخاری 321 ف ع
یحییٰ بن یحییٰ ۔صحیح مسلم 321 ف ع
ابوعوانہ ۔ابوکامل الجحدری ۔صحیح مسلم 321 ف ع ذ
ہشام
ابوعامر
عبدالصمد ۔مسند احمد 321 ع ذ
حمیدی ابوعوانہ 321
معاذ بن ہشام ۔محمد بن المثنی ۔سنن نسائی 321 ع سج
یزید بن زریع ۔حمید بن مسعدہ ۔ابن ماجہ 321 ع
حماد بن سلمہ ۔موسیٰ بن اسماعیل ۔جزء البخاری 321 ع ذ
عمران القطان ۔شعیب بن بیان ۔مہلب بن العلاء ۔محمد بن خالد الراسبی ۔طبرانی الکبیر 321 ع ذ
ہمام ۔عفان ۔مسند احمد ۔کان یرفع یدیہ فی الرکوع والسجود
سعید بن بشیر ۔عبدالحمید بن بکار ۔احمد بن بشر بن حبیب ۔الطبرانی الکبیر (285/19) 321 ع ذ
سعید (ابن ابی عروبہ
خالد بن الحارث ۔۔بیہقی 321 ع ذ
محمد بن حفص ۔مسند احمد 321 ذ ع سج
محمد بن ابی عدی
احمد 3 سج ذ
محمد بن المثنی
بیہقی 321 ع ذ
صحیح مسلم 321 ف ع ذ
ابن علیہ ۔سنن نسائی 321 ذ ع مسند احمد
یزید بن زریع 321 ع ذ جزء البخاری
ابن نمیر ۔ابن ابی شیبہ 321 ع ذ
عبدالاعلیٰ ۔محمد بن المثنی ۔نسائی 321 ع سج
شعبہ
آدم بن ابی ایاس ۔جزء البخاری 321 ع
عبدالصمد بن عبدالوارث ۔ابوقلابہ ۔مسند ابی عوانہ 321 ع منکبیہ
ابوالولید ۔سنن دارمی 321 ع ذ
عبدالرحمٰن بن مہدی ۔سنن دارقطنی 321 ع
سلیمان بن حرب ۔ابوخلیفہ ۔صحیح ابن حبان 321 ع ذ
ابوداود الطیالسی 321 ع
یحییٰ بن سعید ۔مسند احمد 321 ذ ع
حفص بن عمر ۔سنن ابی داود 321 ع ذ
خالد ۔محمد بن عبداللہ ۔سنن نسائی 321 ف ذ
عاصم بن علی ۔عمر بن حفص السدوسی ۔الطبرانی
الکبیر 284/19، 321 ع ذ
ع ۔۔۔مرفوع
ف ۔۔۔موقوف
سج ۔۔۔سجدوں میں رفع یدین

انورشاہ کاشمیری دیوبندی کہتے ہیں: '' وشعبة فی النسخة غلط ''إلخ
اور (سنن نسائی کے) نسخہ میں شعبہ (کا لفظ) غلط ہے الخ (نیل الفرقدین ص ۳۲)
یہ عبارت حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی نے نقل کر کے اس پر حسبِ عادت نیش زنی کر رکھی ہے۔ [دیکھئے نور الصباح ص ۲۳۰]



محمد یوسف بنوری دیوبندی صاحب نے کہا:

'' تنبيه :وقع في نسخة النسائي المطبوعة بالهند:شعبة عن قتادة بدل سعيد عن قتادة وهو تصحيف صرح عليه شيخنا أيضاً فيه '' نيل الفرقدين'' وقال فيه (٣٢)...... [معارف السنن ج۲ص۴۵۶]

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ بنوری صاحب بھی اپنے استاد انور شاہ کاشمیری کی طرح ''شعبہ'' کے لفظ کو وہم سمجھتے ہیں اور صحیح لفظ ''سعید'' قرار دیتے ہیں۔ یہ دو دیوبندی اکابر کی گواہی ہے۔

اس کی تردید کرتے ہوئے ڈیروی صاحب لکھتے ہیں کہ ''جس طرح شعبہؒ نسائی میں موجود ہیں اسی طرح سے صحیح ابوعوانہ میں بھی موجود ہیں۔'' [نور الصباح ص۲۳۰]

قارئین کرام! ڈیروی صاحب کی یہ بات سو فی صد جھوٹ ہے۔ آپ مسند ابی عوانہ اُٹھا کر دیکھیں (جلد۲صفحہ۹۴، ۹۵) اس میں شعبہ کی جو روایت ہے وہ عبدالصمد اور ابوالولید کی سند کے ساتھ ہے اور اس میں ڈیروی صاحب کے بیان کردہ: سجدوں والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔

تنبیہ: یہاں عدمِ ذکر اور نفیِ ذکر کا مسئلہ نہیں کیونکہ شعبہ کی بیان کردہ اس روایت میں کہیں بھی سجدوں والے رفع یدین کا وجود نہیں ہے۔

یہ اس بات کا قوی قرینہ ہے کہ سجدوں والے رفع الیدین کی روایت شعبہ کی سند کے ساتھ نہیں ہے۔ نسائی کی روایت سعید بن ابی عروبہ سے ہے، شعبہ سے نہیں ہے۔

سنن النسائی کی سجدوں میں رفع الیدین والی حدیث

امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' أخبرنا محمد بن المثنیٰ :حدثنا ابن أبي عدي عن [سعيد] عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك بن الحويرث أنه رأى النبيﷺ رفع يديه في صلاته وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد

وإذا رفع رأسه من السجود حتیٰ یحاذي بهما فروع أذنیه"

[ج۲ص۲۰۵،۲۰۶ح۱۰۸۶طبع دارالسلام]

یاد رہے کہ امام نسائی کی سنن صغریٰ (المجتبیٰ) کے عام نسخوں میں غلطی سے "عن سعید" کے بجائے "عن شعبة" چھپ گیا ہے۔

دلیل نمبر ۱: ابن ابی عدی سے یہی روایت احمد بن حنبل نے سعید بن ابی عروبہ کی سند سے نقل کی ہے۔ [مسند احمد ۳/۴۳۶ ح۱۵۶۸۵]

دلیل نمبر ۲: ابن ابی عدی سے محمد بن المثنی کی روایت امام مسلم نے سعید بن ابی عروبہ کی سند سے نقل کی ہے۔ [صحیح مسلم ح۲۶/۳۹۱وترقیم دارالسلام:۸۶۶]

دلیل نمبر ۳: یہی روایت اسی سند ومتن کے ساتھ امام نسائی کی السنن الکبریٰ (ج۱ص۲۲۸ ح۶۷۲ دوسرا نسخہ ج۱ص۳۴۳ ح۶۷۶) میں "سعید عن قتادة" کی سند سے موجود ہے۔

یہ اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے "المجتبیٰ" میں ناسخ یا کاتب کی غلطی کی وجہ سے "سعید عن قتادة" کے بجائے "شعبة عن قتادة" درج ہو گیا ہے۔

دلیل نمبر ۴: ابن حزم نے المحلیٰ (۹۲/۴ مسئلہ ۴۴۲) میں اپنی سند کے ساتھ امام نسائی (کی السنن الکبریٰ) سے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس میں سعید بن ابی عروبہ کا نام ہے۔

امام نسائی کے شاگرد محمد بن معاویہ/ ابن الاحمر ثقہ تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۶۸/۱۶]

دلیل نمبر ۵: حافظ ابن حجر نے فتح الباری (۱۷۷/۲) میں یہ روایت نسائی سے سعید بن ابی عروبہ کی صراحت سے نقل کی ہے۔ (حافظ المزی نے تحفۃ الاشراف میں شعبہ کے طریق سے نقل کی ہے لہٰذا یہ خطا قدیم ہے)

دلیل نمبر ۶: حافظ ابن حبان نے بتایا کہ (بعض اوقات) سعید، شعبہ اور شعبہ سعید بن جاتا ہے۔ [المجروحین ج۱ص۵۹]

دلیل نمبر ۷: طحاوی حنفی نے یہی روایت امام احمد بن شعیب النسائی سے "سعید" کی سند سے نقل کی ہے۔ [مشکل الآثار طبع جدید ج۱۵ص۵۷، تحفۃ الاخیار ج۲ص۳۱ ح۶۳۲]

دلیل نمبر ۸: امام بیہقی نے محمد بن المثنیٰ والی روایت سعید کی سند کے ساتھ نقل کی ہے۔
[السنن الکبریٰ ۲؍۲۵، ۷۱]

غرض یہ کہ یہ روایت سعید بن ابی عروبہ کی سند سے ہے اور تدلیس سعید، اختلاط سعید تدلیسِ قتادہ اور شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

[٤] **عن وائل بن حجر أنه رأى النبي ﷺ رفع يديه حين دخل في الصلٰوة كبر، وصف همام حيال أذنيه ثم التحف بثوبه ثم وضع يده اليمنٰى على اليسرىٰ فلما أراد أن يركع أخرج يديه من الثوب ثم رفعهما ثم كبر فركع فلما قال((سمع الله لمن حمده)) رفع يديه فلما سجد سجدبين كفيه.**

(سیدنا) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ نماز میں داخل ہوئے، جب تکبیر کہی رفع یدین کیا۔ ہمام (راوی) نے کانوں تک بیان کیا۔ پھر کپڑا لپیٹ لیا اور دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ دیا اور جب رکوع کا ارادہ کیا تو اپنے دونوں ہاتھ کپڑے سے نکالے اور رفع الیدین کیا۔ پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سمع اللہ لمن حمدہ کہا (رکوع سے کھڑے ہوئے) تو رفع الیدین کیا۔ پس جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔
[صحیح مسلم مع شرح النووی ۴؍۱۱۴ح ۴۰۱]

رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کے مفہوم کے ساتھ وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مختلف سندوں کے ساتھ درج ذیل کتابوں میں بھی ہے:
[صحیح ابن خزیمہ (۱؍۳۴۶ ح ۶۹۷) صحیح ابن حبان (۳؍۱۶۷، ۱۶۸ ح ۱۸۵۷) صحیح ابی عوانہ (۲؍۹۷)]

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

حافظ ابن حبان کہتے ہیں کہ آپ یمن کے عظیم بادشاہ تھے اور بادشاہوں کی اولاد میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے آنے سے تین دن پہلے ہی آپ کی بشارت دے

دی تھی۔ [کتاب الثقات لابن حبان ۴۲۴/۳، ۴۲۵، کتاب مشاہیر علماء الامصار لابن حبان ص ۴۴ رقم: ۲۷۶]

حافظ ابن کثیر الدمشقی نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی آمد کا ذکر ان وفود میں کیا ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۹ھ میں آئے تھے۔ [البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۷۱]

عینی حنفی نے کہا کہ وائل بن حجر (رضی اللہ عنہ) ۹ ہجری کو مدینہ میں مسلمان ہوئے تھے۔
[عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۴ تحت ح ۷۳۵]

اس کے بعد آپ سردیوں میں (اگلے سال ۱۰ھ) دوبارہ آئے تھے۔
[صحیح ابن حبان ۱۶۹/۳ ح ۱۸۵۷]

اس سال بھی آپ نے رفع الیدین کا ہی مشاہدہ فرمایا۔ [سنن ابی داود: ۷۲۷ و إسنادہ صحیح]

بعض لوگوں نے سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث پر دو اعتراض کئے ہیں:

۱: وائل اعرابی (بدو) تھے، شریعت اسلامی سے ناواقف تھے۔

۲: انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک مرتبہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

اوپر ذکر کردہ دلائل کی روشنی میں یہ دونوں اعتراضات باطل اور جھوٹ ہیں۔ یہ اعتراضات اپنے کہنے والے کی جہالت کا واضح و ناقابل تردید ثبوت ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام بہت بلند ہے اور کسی دفاع کا محتاج نہیں ہے۔

[۵] عبدالحمید بن جعفر قال: حدثنا محمد بن عمرو بن عطاء قال: سمعت أباحميد الساعدي في عشرة من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم فيهم أبوقتادة، فقال أبوحميد: أنا أعلمكم بصلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم قالوا: لم فوالله ما كنت أكثرنا له تبعة ولا أقدمنا له صحبة؟ قال: بلٰى قالوا: فاعرض، قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قام إلى الصلوٰة كبر ثم رفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه و يقيم كل عظم في موضعه ثم يقرأ ثم يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ثم يركع و يضع راحتيه علٰى ركبتيه معتدلاً لا يصوب رأسه ولا يقنع به يقول:

((سمع الله لمن حمده)) و يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ..... ثم إذا قام من الركعتين رفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه كما صنع عند افتتاح الصلٰوة...... فقالوا: صدقت هٰكذا كان يصلي النبي ﷺ .

عبدالحمید بن جعفر نے کہا: میں نے محمد بن عمرو بن عطاء سے سنا، اس نے کہا: میں نے ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) سے دس صحابیوں میں سنا جن میں ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) بھی تھے۔ ابوحمید (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں۔ انھوں نے کہا: آپ نہ تو ہم سے پہلے مسلمان ہوئے، نہ ہم سے زیادہ آپ کی صحبت اختیار کی ہے (اور نہ ہم سے زیادہ ان کی اتباع کی ہے) ابوحمید نے کہا: یہ بات ٹھیک ہے تو انھوں نے کہا: اچھا پھر پیش کریں۔

سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے اور ہر ہڈی اپنی جگہ پر ٹھہر جاتی۔ پھر قراءت کرتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے، رکوع میں نہ سر اونچا رکھتے اور نہ نیچا، پھر سر اٹھاتے اور سمع اللہ لمن حمدہ کہتے اور دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔۔۔ پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے۔ (دس کے دس) صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے کہا: آپ نے سچ کہا، نبی ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔۔۔ انتہی۔!

[صحیح ابن حبان ۳/۱۷۱ ح ۱۸۶۴ واللفظ لہ ۳/۱۷۳ ح ۱۸۶۷ صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۹۷ ح ۵۸۷ مختصراً منتقی ابن الجارود ص ۷۴، ۷۵ ح ۱۹۲، جامع الترمذی ۱/۶۷ ح ۳۰۴ وقال: "ھٰذا حدیث حسن صحیح"، وصححہ البخاری فی جزء رفع الیدین ص ۸، ۷ ح ۱، ۱۰۲ وابن تیمیۃ (الفتاویٰ الکبریٰ ۱/۱۰۵ المجموع ۲۲/۴۵۳) وابن القیم فی تہذیب سنن ابی داود (۲/۴۱۶) و قال: " **حديث أبي حميد هٰذا حديث صحيح متلقى بالقبول لا علة له و قد أعله قوم بمابرأه الله أئمة الحديث منه و نحن نذكر ما عللوه به ثم نبين فساد تعليلهم و بطلانه بعون الله** "

یعنی یہ حدیث صحیح ہے اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔اس میں کوئی علت نہیں ہے اور ایک قوم نے اسے معلول گردانا جس سے اللہ نے ائمۂ حدیث کو بری قرار دیا ہے اور ہم ان کی بیان کردہ علتیں بیان کریں گے۔ پھر ان کی علتوں کا فاسد اور باطل ہونا اللہ تعالیٰ کی مدد سے بیان کریں گے۔(ان شاءاللہ)

ان کے علاوہ دوسری بہت سی کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے۔وقال الخطابی فی معالم السنن (۱۹۴/۱) حدیث صحیح]

رفع الیدین کے مفہوم کے ساتھ سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے عباس بن سہل الساعدی کی روایت میں ہے کہ اس وقت یہ صحابہ بھی موجود تھے۔

سہل بن سعد الساعدی، ابواسید الساعدی، ابوہریرہ اور محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اجمعین۔!

[مختصراً من صحیح ابن خزیمہ ۲۹۸/۱ ح ۵۸۹ وصحیح ابن حبان ۱۷۴/۳ ح ۱۸۶۸ جزء رفع الیدین للبخاری ص ۳۷ رقم ۵ واسنادہ حسن]

حافظ ابوحاتم بن حبان البستی نے کہا: دونوں روایتیں (روایت محمد بن عمرو بن عطاء اور روایت عباس بن سہل الساعدی) محفوظ ہیں۔ [صحیح ابن حبان ۱۷۰/۳ تحت ح ۱۸۶۳]

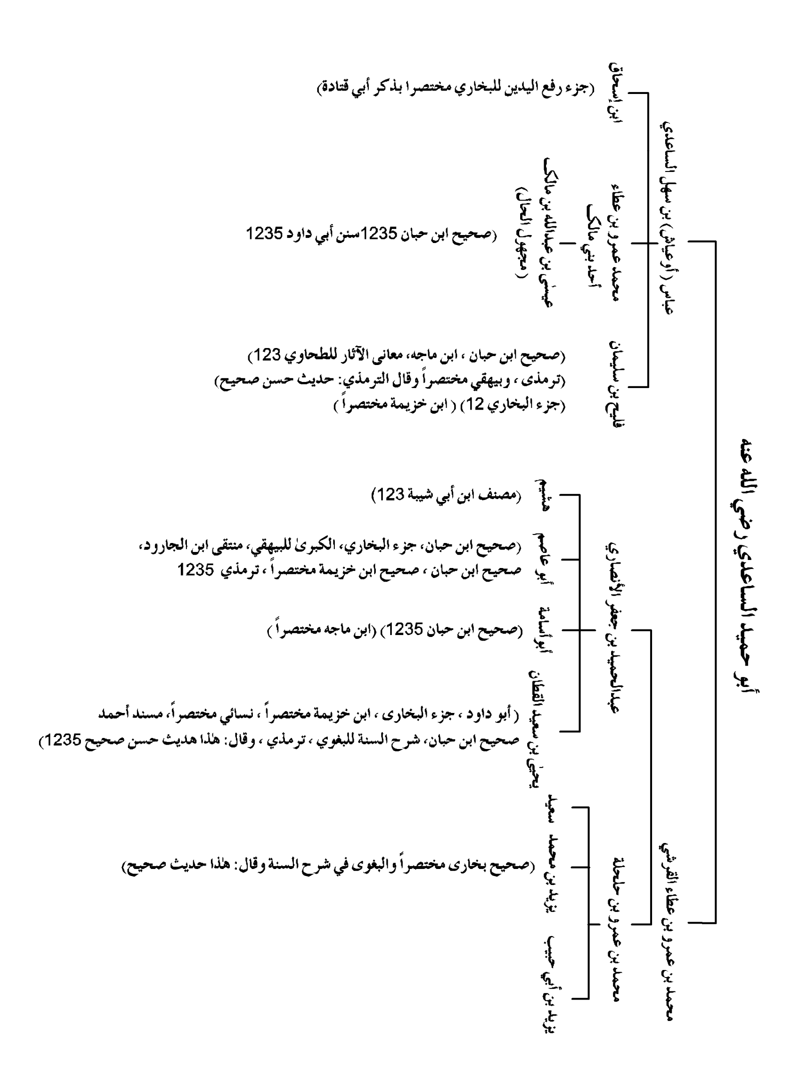
صحیح ابن خزیمہ میں ہے کہ محمد بن یحییٰ (ثقہ امام) نے فرمایا:

”من سمع هٰذا الحديث ثم لم يرفع يديه يعني إذا ركع و إذا رفع رأسه من الركوع فصلاته ناقصة“

جس نے یہ حدیث سنی اور رفع الیدین نہ کیا تو اس کی نماز ناقص ہے۔

[ج۱ ص۲۷۰ ح ۵۸۹]

تخريج حديث أبي حميد رضي الله عنه في رفع اليدين



عبدالحمید بن جعفر کا تعارف

نمبر شمار	معدل	تعدیل	حوالہ	جارح	جرح	حوالہ
1	أحمدبن حنبل	ثقة ليس به بأس	تہذیب التہذیب	أبو حاتم	محله الصدق	1
2	ابن معين	ثقة ليس به بأس	....		لا يحتج به	
3	ابن عدي	أرجو أنه لا بأس به	....	طحاوي	(جرحه)	2
4	ابن سعد	ثقة كثير الحديث	....	النسائي	ليس بالقوى	3
5	الساجي	ثقة صدوق	....	يحيىٰ القطان	(كان يضعفه)	4
6	ابن نمير	ثقة	....	الثوري	(كان يضعفه)	5
7	مسلم	(احتج به في الصحيح)	....			
8	ابن خزيمة	(احتج به في الصحيح)	....			
9	ابن حبان	أحد الثقات المتقنين	....			
10	على بن المديني	وكان عندنا ثقة	....			
11	الترمذي	(صحح له في سننه)	....			
12	ابن القطان	ثقة	....			
13	عبدالحق	ثقة	....			
14	بيهقي	تضعيف الطحاوي مردود	....			
15	النسائي	ليس به بأس	....			
16	يحيى بن سعيد القطان	(كان يوثقه)	....			
			....			
17	البوصيري	ثقة	الزوائد: ۴۱۹۳			
18	الحاكم	(صحح له)	المستدرک ۵۰۰/۱			
19	ابن تيمية	.....				
20	ابن قيم	.....				
21	بخاري	.....				
22	ابن حجر	صدوق رمى بالقدر وربما وهم				

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ عبدالحمید بن جعفر کے موثقین زیادہ اور بڑے عالم ہیں۔

زیلعی حنفی نے کہا: ''و لکن وثقه أکثر العلماء'' یعنی اسے اکثر علماء نے ثقہ قرار دیا ہے انتہیٰ۔

[نصب الرایۃ ۱/۳۴۴ (اس کے بعد زیلعی نے جو ''أنه غلط في هذاالحديث'' کے الفاظ لکھے ہیں، وہ دو وجہ سے مردود ہیں: ① یہ جمہور کے خلاف ہیں۔ ② وہ دوسری حدیث ہے ہماری پیش کردہ حدیث نہیں ہے۔]

لہٰذا عبدالحمید مذکور ثقہ ہے۔

ابوحاتم، نسائی اور یحییٰ بن سعید کی جرح ان کی تعدیل سے متصادم ہے، لہٰذا ساقط ہے۔ حافظ ذہبی عبدالرحمٰن بن ثابت بن الصامت کے ترجمہ میں حافظ ابن حبان کے دو متضاد قول نقل کرتے ہیں، ایک میں اسے ضعیف اور دوسرے میں اسے ثقہ کہا گیا ہے اور فیصلہ کرتے ہیں: ''فساقط قولاه'' ابن حبان کے دونوں متضاد قول ساقط ہو گئے ہیں۔

[میزان الاعتدال ۲/۵۵۲]

سفیان الثوری کی جرح مسئلۂ تقدیر کی وجہ سے تھی جس کی تردید حافظ ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء'' (۲۱/۷) میں مسکت انداز میں کر دی ہے۔ صحیحین وغیرہ ہی میں ایک جماعت کی احادیث ہیں جن پر قدری وغیرہ کا الزام ہے۔ (مثلاً قتادہ تابعی وغیرہ) کیا ان کی حدیث رد کر دی جائے گی؟ دیدہ باید!

ابوجعفر الطحاوی کی جرح کو احمد بن الحسین البیہقی نے مردود قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر کا وہ مقام نہیں کہ امام احمد بن حنبل وغیرہ کی صاف اور واضح توثیق کے مقابلے میں ان کی شاذ بات کو قبول کیا جائے۔

(بشرطیکہ ان کے قول کو جرح پر محمول کیا جائے ورنہ ان کا قول جرح نہیں ہے۔)

اسی لیے حافظ ذہبی لکھتے ہیں: '' احتج به الجماعة و هو حسن الحديث''

ایک جماعت نے اس کے ساتھ حجت پکڑی ہے (سوائے امام بخاری کے) اور وہ حسن الحدیث ہے۔ [سیر اعلام النبلاء ۲۲/۷]

(امام بخاری نے بھی اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ کما تقدم ، لہٰذا وہ ان کے نزدیک صحیح الحدیث ہے۔)

حافظ ابو حاتم بن حبان لکھتے ہیں:

"عبدالحميد رضي الله عنه أحد الثقات المتقنين قد سبرت أخباره فلم أره انفرد بحديث منكر لم يشارك فيه"

عبدالحمید (بن جعفر) رضی اللہ عنہ ثقہ متقن تھے۔ میں نے ان کی احادیث کی جانچ پڑتال کی ہے، وہ کسی منکر حدیث کے ساتھ منفرد نہیں ہیں۔ [صحیح ابن حبان ۲/۲۳ح ۱۸۶۴]

محمد بن عمرو بن عطاء کا تعارف

کتبِ ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ انھیں ابوزرعہ، نسائی، ابوحاتم، ابن سعد اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا: "**أحد الثقات**" [سیر اعلام النبلاء ۵/۲۲۵]

تہذیب میں جو جرح نقل کی گئی ہے وہ محمد بن عمرو اللیثی پر ہے۔ لہٰذا ابن عطاء بالاتفاق ثقہ ہیں۔ انھوں نے یہ حدیث سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے سنی ہے۔

سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے ان کی ایک روایت صحیح بخاری میں بھی ہے لہٰذا انقطاع کا بے بنیاد الزام مردود ہے۔

عباس بن سہل الساعدی نے ان کی متابعت بھی کی ہے۔ (رواہ فلیح بن سلیمان عنہ) جیسا کہ تخریجی جدول سے ظاہر ہے۔

عطاف بن خالد کی روایت

طحاوی حنفی عبدالحمید بن جعفر کی روایت کے معارضہ میں عطاف بن خالد کی روایت لائے ہیں۔ [معانی الآثار ۱/۲۵۹]

عبداللہ بن صالح --> یحییٰ بن سعید --> عطاف بن خالد --> محمد بن عمرو بن عطاء --> رجل

اس کا مرکزی راوی عبداللہ بن صالح متکلم فیہ ہے۔ امام نسائی نے کہا: **ليس بثقة**

احمد بن حنبل، ابن معین اور ابن المدینی نے اس پر جرح کی ہے۔

[الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی ۳۰۹/۱]

بعض نے اس کی توثیق کی ہے، مگر جمہور علماء کے نزدیک وہ ضعیف ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی (المتوفی ۸۰۷ھ) نے کہا: ''**وعبدالله بن صالح ضعفه الجمهور و قال عبدالملك بن شعيب: ثقة مأمون** '' [مجمع الزوائد ۲۱/۷]

لہٰذا جمہور کے مقابلے میں عبدالملک بن شعیب وغیرہ کی توثیق مردود ہے۔

امام بخاری، ابن معین، ابوزرعہ اور امام ابوحاتم کی اس سے روایت اس کی صحیح حدیث میں سے ہے۔ [ہدی الساری لابن حجر ص ۴۱۲ ترجمہ عبداللہ بن صالح]

یہ روایت ''اہل الحذق'' کے طریق سے نہیں ہے لہٰذا ضعیف ہے۔

دوسرے یہ کہ اگر یہ روایت صحیح بھی ہوتی تو ''رجل '' سے مراد ''عباس اور عیاش بن سہل الساعدی'' ہے۔

ظاہر ہے کہ مفسر مبہم پر مقدم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک راوی کہتا ہے:

عن رجل عن أبي هريرة اور یہی راوی کہتا ہے: ''**عن محمد بن زياد عن أبي هريرة**'' تو اس ''رجل '' سے لامحالہ ''محمد بن زیاد'' ہی مراد ہوگا۔

لہٰذا عطاف بن خالد کی (بشرط صحت) روایت کے ساتھ عبدالحمید بن جعفر کی حدیث پر اعتراض فضول ہے جب کہ دیگر کئی راویوں نے اس کی متابعت بھی کر رکھی ہے۔

اضطراب کا دعویٰ

بعض مغالطہ دینے والوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ حدیث مضطرب ہے۔ کیوں کہ

1- **محمد بن عمرو بن عطاء عن أبي حميد**

2- **محمد بن عمرو أخبرني مالك عن عياش أو عباس بن سهل**

3- **محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس بن سهل عن أبي حميد**

4- **محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس أو عياش**

5- محمد بن عمرو بن عطاء: حدثني رجل

کی اسانید کے ساتھ یہ روایت مروی ہے۔

روایت نمبر۲ کے بارے میں عرض ہے کہ یہ روایت من وعن اسی سند کے ساتھ سنن ابی داود جلد ا صفحہ ۴۷۰ رقم ۷۳۳ اور صحیح ابن حبان ج ۳ ص ۱۷۰ رقم ۱۸۶۳ پر موجود ہے، اس میں ہے۔

محمد بن عمرو بن عطاء أحد بني مالك عن عباس بن سهل

أحد بني مالك کا لفظ ''السنن الکبریٰ'' میں غلطی سے '' **أخبرني مالك** '' چھپ گیا ہے۔ [دیکھئے ج۲ص۱۰۱]

بہر حال اگر قدیم نسخہ میں '' **أخبرني مالك** '' ہی ہوتو بھی (کاتب کی غلطی کی وجہ سے) شاذ ہے۔ روایت نمبر ا، ۳، ۴ کے بارے میں ابن حبان کا یہ فیصلہ ہے:

''**سمع هذا الخبر محمد بن عمرو بن عطاء عن أبي حميد الساعدي و سمعه من عباس بن سهل بن سعد الساعدي فالطريقان جميعاً محفوظان**''

یعنی محمد بن عمرو بن عطاء نے یہ حدیث ابوحمید اور عباس بن سہل دونوں سے سنی ہے لہٰذا دونوں سندیں محفوظ ہیں۔ [الاحسان: ۱۸۶۳]

یادر ہے کہ **عباس بن سهل عن أبيه** والی روایت ہمارے علم میں نہیں ہے۔ یہ بھی یادرہے کہ محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس بن سہل والی روایت میں ایک شخص عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے لہٰذا اس کی روایت کو عبدالحمید بن جعفر کے مقابلہ میں پیش کرنا فضول ہے۔

(۵) یعنی عطاف بن خالد کی روایت میں رجل سے مراد عباس بن سہل ہے جیسا کہ جدول سے ظاہر ہے لہٰذا اضطراب کا دعویٰ مردود ہے۔ اسی لیے تو بڑے بڑے ائمہ فن اور جید علماء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات

سیدنا ابوقتادہ الحارث بن ربعی الانصاری رضی اللہ عنہ صحابی تھے۔ [الجرح والتعدیل ۳/۷۴]

①- امام اللیث (بن سعد، ثقہ امام، متوفی ۱۷۵ھ) نے کہا:

ابوقتادہ الحارث بن ربعی بن النعمان الانصاری (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[کتاب المعرفۃ والتاریخ یعقوب بن سفیان ۳/۳۲۲]

②- سعید بن عفیر (المتوفی ۲۲۶ھ، صدوق عالم بالانساب) نے کہا:

ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں ۷۰ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ [تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۶۱]

③- امام یحییٰ بن معین (ثقہ امام) نے فرمایا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔

[کتاب الکنیٰ للدولابی (حنفی) ج ۱ ص ۴۹]

④- یہی بات امام ترمذی (ثقہ امام) اور

⑤- ابوعبداللہ بن مندہ الحافظ (ثقہ امام) کی ہے۔

[تہذیب السنن لابن القیم مع عون المعبود ج ۲ ص ۴۲۲]

⑥- امام بیہقی (ثقہ امام) نے فرمایا: اہل تاریخ کا اس پر اجماع ہے کہ ابوقتادہ الحارث بن ربعی بن النعمان الانصاری ۵۴ھ کو فوت ہوئے تھے۔ [حوالہ مذکورہ بالا]

⑦- ابراہیم بن المنذر نے کہا: ابوقتادہ مدینہ میں ۵۴ھ کو فوت ہوئے۔

[مستدرک حاکم ۳/۴۸۰]

⑧- ذہبی نے کہا: آپ ۵۴ھ کو فوت ہوئے۔ [تجرید اسماء الصحابۃ ۲/۱۹۴]

⑨- ابن حجر نے کہا: آپ ۵۴ھ کو فوت ہوئے۔ [تقریب التہذیب ص ۴۲۲]

⑩- ابن کثیر نے انھیں ۵۴ھ کی وفیات میں ذکر کیا ہے۔ [البدایہ والنہایہ ۸/۷۰]

نقاب کشائی

ان جمہور علماء کے مقابلے میں حبیب اللہ صاحب ڈیروی دیوبندی نے ''نور الصباح'' صفحہ ۲۰۷ پر کہا: ''امام ہیثم بن عدی فرماتے ہیں کہ حضرت ابوقتادہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

[دیکھئے البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۶۸]''

اول تو ابن کثیر نے ''زعم الھیثم بن عدي وغیرہ... و ھذا غریب'' کہہ کر اس قول کی تردید کر دی ہے۔ (دیکھئے البدایہ والنہایہ) دوسرے یہ کہ ہیثم بن عدی مشہور کذاب ہے جیسا کہ گزر چکا ہے۔[دیکھئے ص ۴۰]

ایک زبردست دلیل

اُم کلثوم بنت علی بن ابی طالب کا انتقال ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان (۵۴ھ میں) ہوا۔
[التاریخ الصغیر للبخاری ج ا ص ۱۲۵۔۱۲۸]

نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ ام کلثوم کا جنازہ پڑھایا گیا تو لوگوں میں ابن عمر، ابو ہریرہ، ابو سعید اور ابو قتادہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) بھی موجود تھے۔
[مصنف عبدالرزاق ۳/۴۶۵ ح ۶۳۳۷، سنن نسائی ۴/۷۱ ح ۱۹۷۸ و اسنادہ صحیح]

اس قسم کی روایت عمار مولی الحارث بن نوفل سے بھی مروی ہے۔

یہ جنازہ سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) کے دورِ امارت میں پڑھا گیا ہے۔ سعید بن العاص ۴۸ھ سے ۵۵ھ تک اقتدار میں رہے۔ [تہذیب السنن ۲/۴۲۳]

یہ بات عقلاً محال ہے کہ ۳۸ھ میں فوت ہونے والا ۵۰ھ اور ۶۰ھ کے درمیان (۵۴ھ) میں ہونے والے جنازہ میں شریک ہو لہٰذا درج بالا روایت نص قاطع ہے کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ۵۰ھ کے بعد (۵۴ھ میں) فوت ہوئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔

بعض متعصبین کا منقطع و بے سند روایات اور ہیثم بن عدی جیسے کذاب کے قول پر انھیں ۳۸ھ میں فوت شدہ قرار دینا انتہائی غلط اور دھاندلی ہے۔

حافظ ابن قیم الجوزیہ نے اس حدیث پر تہذیب سنن ابی داود میں مفصل اور سیر حاصل بحث کی ہے اور مخالفین و معاندین کے دندان شکن جوابات دیے ہیں۔

ایک اور نکتہ

محمد بن سیرین (رحمہ اللہ) ابو قتادہ (رضی اللہ عنہ) کے شاگرد ہیں۔ [تہذیب التہذیب ۹/۱۹۰]

ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) سے ان کی ایک روایت سنن ترمذی وغیرہ میں ہے۔
[سنن الترمذی: ۹۹۵، تحفۃ الاشراف ۹/۲۶۴ وقال الترمذی: حسن غریب]
آپ ۷۷ سال کی عمر میں ۱۱۰ھ کو فوت ہوئے۔ [ملخصاً من التہذیب والتقریب]
یعنی آپ ۳۳ھ کو پیدا ہوئے۔
ابوحمید کے شاگرد محمد بن عمرو العامری ۸۳ سال کی عمر میں ہشام بن عبدالملک کی خلافت کے آخر میں فوت ہوئے۔ [کتاب الثقات لابن حبان ۳۶۸/۳]
ہشام ۱۲۵ھ میں فوت ہوا۔ [شذرات الذہب ۱۶۳/۱]
یعنی محمد بن عمرو ۴۲ھ کو پیدا ہوئے۔
یعنی آپ محمد بن سیرین سے صرف نو (۹) سال چھوٹے تھے۔
جب ابن سیرین سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات کر سکتے ہیں تو کیا امر مانع ہے کہ محمد بن عمرو کی بھی ان سے ملاقات ہوئی ہو۔
یاد رہے کہ ابوحمید رضی اللہ عنہ سے محمد بن عمرو کی روایت صحیح بخاری میں بھی ہے۔ محمد بن سیرین جن صحابہ کے شاگرد ہیں، ان کی وفیات ۴۸ھ اور اس کے بعد کی ہیں۔
سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ وغیرہ سے ان کی روایت مرسل ہے۔
[جامع التحصیل فی احکام المراسیل للحافظ العلائی ص ۲۶۴]
اس روایت کی مفصل تحقیق کے لیے دیکھئے "سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث" یہی کتاب ص ۲۴۴ تا ۲۷۰

[۵] سليمان بن داود الهاشمي: أخبرنا عبدالرحمٰن بن أبي الزناد عن موسٰى بن عقبة عن عبدالله بن الفضل الهاشمي: أخبرنا عبدالرحمٰن الأعرج عن عبيدالله بن أبي رافع عن علي بن أبي طالب عن النبي ﷺ أنه كان إذا قام إلى الصلٰوة المكتوبة كبرورفع يديه حذو منكبيه ويصنع مثل ذلك إذا قضى قراءته وأراد أن يركع ويصنعه إذا رفع من الركوع ولا يرفع يديه في شيءٍ من صلاته وهو قاعد وإذا قام من السجدتين رفع يديه كذلك وكبر.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (ادا کرنے) کے لئے کھڑے ہوتے تو تکبیر کہہ کر کندھوں تک ہاتھ اُٹھاتے اور قراءت ختم کر کے رکوع جاتے ہوئے بھی اسی طرح کرتے اور رکوع سے اُٹھ کر بھی اسی طرح کرتے اور بیٹھنے کی حالت میں کسی بھی جگہ رفع الیدین نہ کرتے اور جب سجدتین (رکعتین/ دو رکعتیں) پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح رفع الیدین کرتے اور تکبیر کہتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۲۹۴، ۲۹۵ ح ۵۸۴ واللفظ لہ، صحیح ابن حبان کما فی العمدۃ للعینی ۵/۲۷۷ سنن ترمذی ۵/۴۸۷، ۴۸۸ ح ۳۴۲۳ وقال: ''ھٰذا حدیث صحیح حسن... سمعت أبا إسماعیل الترمذی محمد بن إسماعیل بن یوسف یقول سمعت سلیمان بن داود الھاشمی یقول وذکر ھٰذا الحدیث فقال: ھٰذا عندنا مثل حدیث الزھری عن سالم عن أبیہ'' وصححہ احمد بن حنبل کما فی نصب الرایۃ ۱/۴۱۲ والدرایۃ ۱/۱۵۳ والتلخیص الحبیر ۱/۲۱۹ وابن تیمیۃ کما فی الفتاویٰ الکبریٰ ۱/۱۰۵ ومجموع الفتاویٰ ۲۲/۴۵۳]

سند کی تحقیق

اس سند کے سب راوی بالاتفاق ثقہ ہیں سوائے عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کے، وہ مختلف فیہ ہیں۔

ابن معین اور ابوحاتم وغیرہما نے انھیں ضعیف قرار دیا ہے۔

مالک، ترمذی اور العجلی نے انھیں ثقہ قرار دیا ہے۔

لہٰذا وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق ہیں۔ حافظ ذہبی نے کہا:

" حديثه من قبيل الحسن .... هو حسن الحديث وبعضهم يراه حجة "

اس کی حدیث حسن کی قسم سے ہے۔ وہ حسن الحدیث ہے اور بعض اسے حجت سمجھتے ہیں۔
[سیر اعلام النبلاء ۸/۱۶۸، ۱۷۰]

اس تمام جرح وتعدیل کے مقابلے میں امام ابن المدینی کا قول ہے کہ
"قدنظرت فیما روی عنه سلیمان بن داود الهاشمي فرأیتها مقاربة"
میں نے اس سے سلیمان بن داود الہاشمی کی احادیث کو دیکھا ہے (جانچ پڑتال کی ہے) ان کی اس سے احادیث مقارب ہیں۔ [تاریخ بغداد ۱۰/۲۲۹ ت ۵۳۵۹ وسندہ صحیح]
عبدالحئی لکھنوی صاحب نے مقارب الحدیث کو حسن الحدیث سے پہلے ذکر کیا ہے۔
[الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل ص ۴۷]

یعنی یہ لفظ کلمات توثیق میں سے ہے۔
امام ابن مدینی کی یہ تعدیل مفسر ہے لہٰذا اسے تضعیف مبہم پر مقدم کیا جائے گا۔ ابتدائیہ میں ہم عرض کر چکے ہیں کہ تعدیل مفسر جرح مبہم پر مقدم ہوگی۔
یاد رہے کہ کسی امام نے ابن ابی الزناد کو جب اس سے سلیمان بن داود الہاشمی روایت کریں تو ضعیف نہیں قرار دیا بلکہ متعدد ائمہ نے اس کی حدیث کی تصحیح کی ہے لہٰذا اس سے سلیمان کی تمام روایات کو صحیح و حسن تسلیم کیا جائے گا۔
بعض لوگوں نے اس مرفوع حدیث کے مقابلے میں "**عن أبي بکر النهشلي: ثنا عاصم بن کلیب عن أبیه أن علیاً رضي الله عنه کان یرفع یدیه في أول تکبیرة من الصلوٰة ثم لا یعود** "سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے پھر اعادہ نہیں کرتے تھے۔" کا اثر پیش کیا ہے۔
[نصب الرایۃ ۱/۴۰۶، معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۵]

اس روایت سے استدلال دو وجہ سے مردود ہے:
① اس پر خاص طور پر جرح مفسر ہے۔
(مروی ہے کہ) سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری ص ۴۷ ح ۱۱]
امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا (السنن الکبریٰ ۲/۸۰، ۸۱)

امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے۔(المسائل لاحمد ۲۴۳/۱) امام بخاری نے ضعیف کہا۔
[شرح الترمذی لابن سید الناس بحوالہ حاشیہ جلاء العینین ص ۴۸]

ابن الملقن نے کہا: '' **فأثر علي ضعيف لا يصح عنه وممن ضعفه البخاري** ''
علی (رضی اللہ عنہ سے انتساب) والا اثر ضعیف ہے، اُن سے صحیح ثابت نہیں اور بخاری نے (بھی) اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ [البدر المنیر ۴۹۹/۳]

(زعفرانی سے مروی ہے کہ) شافعی نے کہا: '' **ولا يثبت عن علي...** '' اور یہ علی (رضی اللہ عنہ) سے ثابت نہیں ہے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۸۱/۲]

لہٰذا یہ اثر معلول (ضعیف) ہے۔ کسی قابل اعتماد محدث نے اس اثر کو صحیح نہیں کہا لہٰذا راویوں کی توثیق نقل کرنا اس جرح مفسر کے مقابلے میں مردود ہے۔

② اس اثر میں رکوع کی صراحت نہیں ہے یعنی یہ عام ہے اور رفع الیدین والی احادیث خاص وصریح ہیں، یہ گزر چکا ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔

ورنہ پھر تارکینِ رفع یدین قنوت اور عیدین میں کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟
اگر امیر المومنین سے منسوب اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو اس کے عمومی مفہوم کی وجہ سے عیدین اور قنوت کا رفع الیدین ختم ہو جاتا ہے۔ اگر وہ دوسرے دلائل سے مخصص ہے تو عند الرکوع والا صحیحین کی مرفوع و مفسر احادیث کی وجہ سے مخصص کیوں نہیں ہے۔

[٦] عن أبي هريرة قال: كان رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوٰة كبر ثم جعل يديه حذو منكبيه و إذا ركع فعل مثل ذلك و إذا سجد فعل مثل ذلك ولا يفعله حين يرفع رأسه من السجود و إذا قام من الركعتين فعل مثل ذلك .

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ (حافظ الصحابہ، الفقیہ الامام محبوبنا رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز کا افتتاح کرتے تو تکبیر کہتے پھر اپنے دونوں ہاتھ اپنے کندھوں تک اٹھاتے جب رکوع (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور جب (رکوع سے

کھڑے ہوتے اور) سجدے (کا ارادہ) کرتے تو اسی طرح کرتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت ایسا نہ کرتے تھے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اسی طرح کرتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۴۴ ح ۶۹۴، ۶۹۵ ولہ شاہد عند الدارقطنی فی العلل کما فی التلخیص الحبیر ۱/۲۱۹ ورجالہ ثقات]

ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔

تنبیہ: اس روایت کی سند زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے سابقہ روایتوں کے شاہد کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

بعض لوگوں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دو روایتیں ایسی نقل کی ہیں جن میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ (نور الصباح ص ۴۶،۴۷) ہم ثابت کر آئے ہیں کہ عدم ذکر نفی ذکر کو مستلزم نہیں ہے۔

آگے آرہا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رفع الیدین کے راوی اور فاعل تھے لہٰذا صریح روایت کے مقابلے میں مبہم اور غیر متعلق روایات کو پیش کرنا باطل ہے۔

[۷] **عن أبي موسى الأشعري قال: هل أريكم صلٰوة رسول الله ﷺ فكبر ورفع يديه ثم كبر ورفع يديه ثم قال: سمع الله لمن حمده ثم رفع يديه، ثم قال: هٰكذا فاصنعوا ولا يرفع بين السجدتين.**

سیدنا ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں آپ کو رسول اللہ ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ پس آپ نے اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا پھر (رکوع کے وقت) اللہ اکبر کہہ کر رفع الیدین کیا۔ پھر **سمع الله لمن حمده** کہہ کر رفع الیدین کیا اور فرمایا کہ اس طرح کیا کرو اور سجدوں میں رفع الیدین نہ کیا جائے۔ [سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

سند کی تحقیق

یہ حدیث بلحاظ سند صحیح ہے۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اس میں کوئی علتِ قادحہ نہیں ہے۔

① دعلج بن احمد شیخ الدارقطنی ثقہ ثبت تھے۔ [تاریخ بغداد ۸/۳۸۸]

② عبداللہ بن شیرویہ ثقہ بالاتفاق تھے۔ [تذکرۃ الحفاظ ۲/۷۰۶ ت ۷۲۵]

③ اسحٰق بن راہویہ مشہور ثقہ امام اور مصنف ہیں۔ان کی احادیث صحیحین میں موجود ہیں اوران کی المسند بھی مشہور ہے۔(روایت ہے کہ)امام نسائی نے کہا:'' **ثقة مأمون إمام**''
[تذکرۃ الحفاظ للذہبی ۴۳۴/۲]

اختلاط کے دعویٰ کی تردید کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ [سیراعلام النبلاء ج۱۱ص۳۷۷،۳۷۸]

④ النضر بن شمیل ثقہ ثبت ہیں۔ [تقریب التہذیب:۷۱۳۵]

⑤ حماد بن سلمہ ثقہ تھے۔ [الجرح والتعدیل ۱۴۲/۳ عن ابن معین وسندہ صحیح]

حماد سے نضر بن شمیل کی روایت صحیح مسلم میں موجود ہے۔
[تہذیب الکمال للمزی مطبوع ج۷ص۲۵۸]

لہٰذا نضر کا سماع حماد سے اختلاط سے پہلے کا ہے۔

⑥ ازرق بن قیس: ثقہ [تقریب التہذیب:۳۰۲]

⑦ حطان بن عبداللہ: ثقہ [تقریب التہذیب:۱۳۹۹]

حطان رحمہ اللہ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کررہے ہیں۔ یہ مرفوع حدیث بلحاظ سند صحیح ہے اور موقوفاً بھی صحیح سند سے مروی ہے۔
[مسائل احمد بن حنبل بروایۃ صالح بن احمد بن حنبل ص۱۷۴ موقوف وإسنادہ صحیح...الاوسط لابی بکر محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری مخطوط ج۱ص۱۴۸ ومطبوع ۱۳۸/۳ وإسنادہ صحیح]

لہٰذا مرفوع اور موقوف دونوں طرح صحیح ہے۔ واللہ اعلم

[۸] عن عطاء بن أبي رباح قال:صليت خلف عبدالله بن الزبير فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع فسألته فقال عبدالله بن الزبير:صليت خلف أبي بكر الصديق رضي الله عنه فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة و إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وقال أبو بكر :صليت خلف رسول الله ﷺ فكان يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع .

عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ نے کہا: میں نے عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھی ہے وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے، میں نے ان سے پوچھا تو عبداللہ بن زبیر (رضی اللہ عنہ) نے کہا: میں نے ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

اور (سیدنا) ابوبکر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔

امام بیہقی، حافظ ذہبی اور ابن حجر نے کہا کہ اس (حدیث) کے راوی ثقہ ہیں۔

[السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۳/۲ وقال: رواتہ ثقات، المہذب فی اختصار السنن الکبیر للذہبی ۴۹/۲ ح ۱۹۴۳ وقال: رواتہ ثقات، التلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی ۲۱۹/۱ ح ۳۲۸ وقال: ورجالہ ثقات]

سند کی تحقیق

ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الصفار الزاہد کے بارے میں حافظ ذہبی نے کہا: **الشیخ الإمام المحدث القدوۃ** . [سیر اعلام النبلاء ۴۳۷/۱۵]

انھیں بیہقی وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حاکم اور ذہبی نے ان کی بیان کردہ حدیث کو ''**صحیح علی شرط الشیخین**'' کہہ کر ان کی توثیق کر دی ہے۔

[دیکھئے المستدرک ج ۱ ص ۳۰ ح ۸۲]

ان کے حالات درج ذیل کتابوں میں مذکور ہیں:

اخبار اصبہان (۲۷۱/۲) الانساب (۵۴۶/۳) المنتظم (۳۶۸/۶) العبر (۲۵۰/۲)

انھوں نے امام عبداللہ بن الامام احمد بن حنبل سے ''المسند الکبیر'' کا سماع کیا تھا۔

[النبلاء ۴۳۷/۱۵]

محمد بن عبداللہ الصفار نے ابو اسماعیل السلمی سے حدیث سنی ہے۔

[دیکھئے المستدرک ج ۱ ص ۱۱۷ ح ۴۰۳]

وہ مدلس نہیں تھے۔ [حاشیہ جلاء العینین بتخریج روایات جزء رفع الیدین ص ۱۸ لشیخنا فیض الرحمٰن الثوری]
لہٰذا ان کا عنعنہ اتصال پر محمول ہے۔
محمد بن اسماعیل ابو اسماعیل السلمی ثقہ تھے۔ [سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۴۲]
ان کو نسائی، دارقطنی، الحاکم، ابوبکر، الخلال اور ابن حبان وغیرہم نے ثقہ کہا۔
[تہذیب التہذیب ۹/۵۳، ۵۴]

ابن ابی حاتم کا قول ''تکلموا فیه '' کئی لحاظ سے مردود ہے:
① یہ اکثریت کی توثیق کے خلاف ہے۔
② یہ جرح غیر مفسر ہے۔ ③ اس کا جارح نامعلوم ہے۔
حافظ احمد بن علی العسقلانی نے کہا: ''**ثقة حافظ لم يتضح كلام ابن أبي حاتم فيه**''
یہ ثقہ حافظ ہیں اور ان میں ابن ابی حاتم کا کلام غیر واضح (مبہم) ہے۔ [التقریب: ۵۷۳۸]
ابو النعمان محمد بن الفضل عارم کتبِ ستہ کے مرکزی راوی ہیں۔ انھیں ابو حاتم وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی نے کہا: ''**الحافظ الثبت الإمام** ''
[سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۶۵]

وہ آخری عمر میں تغیر کا شکار ہو گئے تھے۔
[تقریب التہذیب: ۶۲۲۶ ولفظہ: '' ثقة ثبت تغير في آخر عمره '']
انھیں اختلاط ہوا۔ [ہدی الساری ص ۴۴۱]
حتیٰ کہ ان کی عقل زائل ہو گئی۔ [الجرح والتعدیل ۸/۵۹]
یہ کہہ کر حافظ ذہبی نے اس بحث کا قطعی فیصلہ کر دیا کہ ''**تغير قبل موته فما حدث** ''
وہ موت سے پہلے تغیر (ضعف حافظہ واختلاط) کا شکار ہوئے اور اس حالتِ تغیر میں انھوں نے کوئی حدیث بھی بیان نہیں کی۔ [الکاشف ۳/۷۹ ت ۱۵۹۷]
دوسرے یہ کہ ان کے پیچھے اس حدیث کے راوی ابو اسماعیل السلمی نے نماز پڑھی ہے۔ جس کی عقل زائل ہو گئی ہو اس کے پیچھے وہی نماز پڑھتا ہے جس کی خود عقل زائل ہوتی ہے!
لہٰذا یہ روایت اختلاط سے پہلے کی ہے اور بالکل صحیح ہے۔ واللہ اعلم

احادیثِ مذکورہ کا خلاصہ

رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کو رسول اللہ ﷺ سے درج ذیل صحابہ نے روایت کیا ہے:

۱۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	[صحیح بخاری: ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۸ و صحیح مسلم: ۳۹۰]
۲۔ سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ	[صحیح بخاری: ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۳۹۱]
۳۔ سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ	[صحیح مسلم: ۴۰۱ و صحیح ابن خزیمہ: ۶۹۸]
۴۔ سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۷]
۵۔ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن حبان، الاحسان: ۱۸۷۳]
۶۔ سیدنا سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن حبان: ۱۸۶۸]
۷۔ سیدنا ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن حبان: ۱۸۶۸]
۸۔ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ	[جزء رفع الیدین للبخاری: ۵ وسندہ حسن]
۹۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	[صحیح ابن خزیمہ: ۵۸۴]
۱۰۔ سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ	[سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ واسنادہ صحیح]
۱۱۔ سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ	[السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۷۳ واسنادہ صحیح]
۱۲۔ سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ	[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]
۱۳۔ سیدنا جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ	[مسند السراج ص ۶۲ ح ۹۲ وسندہ حسن]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ رفع الیدین کی احادیث متواتر ہیں۔ درج ذیل ائمہ نے رفع الیدین کے متواتر ہونے کی تصریح کی ہے:

(۱) الکتانی	[نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص ۹۶، ۹۷ ح ۶۷]
(۲) ابن الجوزی	[ایضاً]
(۳) ابن حجر	[ایضاً و فتح الباری ۱/۲۰۳]

(۴)زکریا الانصاری	[ایضاً]
(۵)محمد مرتضیٰ الحسینی الزبیدی	[لقط اللآلی المتناثرہ فی الاحادیث المتواترہ ص ۲۰۷ ح ۶۲]
(۶)ابن حزم	[حاشیہ لقط اللآلی المتناثرہ ص ۲۰۵]
(۷)السیوطی	[قطف الازہار المتناثرہ ص ۹۵ ح ۳۳]
(۸)العراقی	[التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح ص ۲۷۰]
(۹)السخاوی	[دیکھئے فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث ۳/ ۴۱]
(۱۰)موفق الدین ابن قدامہ	[المغنی ۱/ ۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰]
(۱۱)شمس الدین ابن قدامہ	[الشرح الکبیر ۱/ ۵۳۸، ۵۳۹]
(۱۲)ابن تیمیہ رحمہ اللہ	[القواعد النورانیہ ص ۴۸]
(۱۳)عبدالعزیز الفرہاری	[کوثر النبی ص ۱۰]

فائدہ: امام اصطخری، علامہ سیوطی، اشرف علی تھانوی دیوبندی اور محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی وغیرہم کے نزدیک ہر وہ حدیث متواتر ہے جسے کم از کم دس راوی بیان کریں۔ دیکھئے تدریب الراوی (۲/ ۱۷۹)، قطف الازہار المتناثرہ (ص ۱/ ۲۱)، بوادر النوادر (صفحہ ۱۳۶) تحفۂ قادیانیت (جلد اول ص ۱۷)

لہٰذا رفع الیدین کا اثبات قطعی الثبوت ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔

❀❀❀



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ رفع الیدین عند الرکوع وبعدہ

مرفوع=ع موقوف=ف

رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کا نہ کرنا یا ممانعت یا نسخ یا ترک نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور نہ کسی صحابی سے تارکین جو کچھ ذکر کرتے ہیں وہ یا تو ضعیف و باطل ہے یا پھر غیر صریح یعنی مجمل و مبہم ہے لہٰذا مردود ہے۔

الامام الاعظم محمد رسول اللہ ﷺ

1 شروع نماز میں رفع الیدین
2 رکوع سے پہلے رفع الیدین
3 رکوع کے بعد رفع الیدین
x سجدوں میں رفع الیدین کی نفی
4 دو رکعتوں کے بعد رفع الیدین

رفع الیدین کی روایت کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین

صحابی	حکم
1- عبداللہ بن عمر	مرفوع وموقوف
2- مالک بن الحویرث	مرفوع وموقوف
3- وائل بن حجر	مرفوع
4- ابوحمید الساعدی	مرفوع
5- ابوقتادہ	مرفوع
6- سہل بن سعد الساعدی	مرفوع
7- ابواسید الساعدی	مرفوع
8- محمد بن مسلمہ	مرفوع
9- علی بن ابی طالب	مرفوع
10- ابوہریرہ	مرفوع
11- ابوموسیٰ الاشعری	مرفوع وموقوف
12- ابوبکر الصدیق	مرفوع وموقوف
13- عبداللہ بن زبیر	مرفوع وموقوف

رفع الیدین متواتر ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: نظم المتناثر من الحديث المتواتر ، اللآلى المتناثرة فى الأحاديث المتواترة وغيرهما

درج ذیل صحابہ کرام بھی رفع الیدین کرتے تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

انس بن مالک خادم رسول (جزء) عبداللہ بن عباس (عبدالرزاق 69/2) عبداللہ بن عمر رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریوں سے مارتے تھے۔ جزء البخاری وصححہ نووی سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ نے بتایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی 75/2 واسنادہ صحیح)

جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ
سنن ابن ماجہ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
أبو الزبير (مسائل أحمد بن حنبل 244/1و اسناده صحيح) ف
طاؤوس (مصنف عبدالرزاق 69/2 وإسناده صحيح) ف
محارب بن دثار (جزء رفع اليدين للبخارى رقم 48و إسناده صحيح)123ف
نافع (صحيح بخارى) 1234 ع ف
سالم - الزهري (صحيح بخارى و صحيح مسلم)X 123 ع

مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ
نصر بن عاصم (صحيح مسلم و صحيح ابن حبان) 123 ع
أبو قلابة (صحيح بخارى ، وصحيح مسلم) 123 ع ف

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ
عقلمة بن وائل (صحيح مسلم وغيره) 123 ع
كليب... (صحيح ابن حبان وغيره) 123 ع

ابوحمید الساعدی فی عشرۃ من اصحاب النبی ﷺ رضی اللہ عنہم اجمعین
عباس بن سهل الساعدي - فليح بن سليمان (سنن ابن ماجه وغيره) 123 ع
محمد بن عمرو بن عطاء- عبدالحميد بن جعفر (صحيح ابن خزيمه ، صحيح ابن حبان) وقال الترمذي: هذا الحديث حسن صحيح 1234 ع

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ
(من طريق ابن الزناد وسنده حسن) صحيح ابن خزيمة ، صحيح ابن حبان قال الترمذى فى السنن : هذا حديث حسن صحيح وصححه أحمد بن حبنل، نصب الراية 412/1 وابن تيمية، الفتاوىٰ الكبرىٰ (105/1) X 4123 ع

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ
(صحيح ابن خزيمة (344/1)X 1234 ع

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
(سنن دارقطنى 292/8وقال ابن حجر : رجاله ثقات ،التلخيص(219/1) X 123 ع ف

ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ
— **عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ**
(السنن الكبرىٰ للبيهقى 73/2وقال: رواته ثقات) 123 ع ف

تحقیق حافظ زبیر علی زئی

تارکینِ رفع الیدین کے شبہات

پہلا شبہ: حدیث سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

بعض لوگوں نے سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث رفع یدین کے خلاف پیش کی ہے:

خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال :((مالي أراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس ، اسكنوا في الصلٰوۃ))

رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اُٹھائے ہوئے ، اس طرح دیکھتا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں؟ نماز میں سکون اختیار کیا کرو۔ [صحیح مسلم ج۱ص۱۸۱ح۴۳۰]

پہلا جواب:

جس طرح قرآنِ مجید اپنی تشریح خود کرتا ہے اسی طرح حدیث ، حدیث کی تشریح کرتی ہے۔سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تو (نماز کے آخر میں) السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: تمھیں یہ کیا ہو گیا ہے؟ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں۔ تم میں سے جب کوئی (نماز کے آخر میں) سلام پھیرے تو اپنے بھائی کی طرف منہ کر کے صرف زبان سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔''

[صحیح مسلم ج۱ص۱۸۱ح۴۳۰وترقیم دارالسلام:۹۷۱]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب ہم نماز پڑھتے تو (نماز کے آخر میں) دائیں بائیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہلتی ہیں۔ تمھیں یہی کافی ہے کہ تم قعدہ میں اپنی

رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں بائیں منہ موڑ کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا کرو۔
[صحیح مسلم، ح ۴۳۰ وترقیم دارالسلام: ۹۷۰]

لفظ ((أذناب خیل شمس)) ''شریر گھوڑوں کی دُمیں'' تینوں احادیث میں موجود ہے جو اتحادِ واقعہ کی واضح دلیل ہے لہٰذا اس حدیث کے ساتھ استدلال بالکلیہ مردود ہے۔

دوسرا جواب:

تمام محدثین کا اس پر اجماع ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے۔ رفع الیدین عند الرکوع والرفع منہ کے ساتھ نہیں ہے۔ خیر القرون میں کسی نے بھی اس حدیث کے ساتھ رفع الیدین (کے مسئلہ) کی ممانعت پر استدلال نہیں کیا ہے۔

مثلاً درج ذیل محدثین نے اس حدیث پر ''سلام'' کے ابواب باندھے ہیں:

(۱) علامہ نووی

" باب الأمر بالسکون فی الصلوٰة والنھي عن الإشارة بالید ورفعھا عندالسلام " [صحیح مسلم مع شرح النووی ج ۴ ص ۱۵۲]

(۲) ابوداود

" باب فی السلام " [دیکھئے سنن ابی داود: ۹۹۸، ۹۹۹]

(۳) الشافعی

" باب السلام فی الصلوٰة " [کتاب الام ج ۱ ص ۱۲۲]

(۴) النسائی

" باب السلام بالأیدي فی الصلوٰة وباب موضع الیدین عندالسلام "
[المجتبیٰ قبل ح: ۱۱۸۵، الکبریٰ قبل ح: ۱۱۰۷ باب السلام بالیدین المجتبیٰ ح: ۱۳۲۷ والکبریٰ قبل ح ۱۲۴۹]

(۵) طحاوی

" باب السلام فی الصلوٰة کیف ھو؟ " [شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۲۶۸، ۲۶۹]

(۶) بیہقی

" باب كراهة الإيماء باليد عند التسليم من الصلوٰة "
[السنن الکبریٰ ج۲ص۱۸۱]

کسی محدث نے اس پر منع رفع الیدین عندالرکوع والرفع منہ کا باب نہیں باندھا، محدثین کی اس اجماعی تبویب سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کا تعلق صرف تشہد والے رفع الیدین کے ساتھ ہے۔ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر نے کہا: (سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث) سے رکوع کے وقت رفع الیدین کے منع پر دلیل لانا درست نہیں ہے کیوں کہ پہلی حدیث دوسری طویل حدیث کا اختصار ہے۔ [التلخیص الحبیر ج۱ص۲۲۱]

امام بخاری نے فرمایا: یہ بات مشہور ہے، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اس حدیث کا تعلق تشہد کے ساتھ ہے۔ [التلخیص الحبیر ج۱ص۲۲۱، جزء رفع الیدین: ۳۷]

اسی کے ہم معنی بات حافظ ابن حبان نے بھی کہی ہے۔ [صحیح ابن حبان ۳/۱۷۸ح۱۸۷۷]

نووی شارح صحیح مسلم نے کہا: اس حدیث سے رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کے نہ کرنے پر استدلال کرنے والا جہالتِ قبیحہ کا مرتکب ہے اور بات یہ ہے کہ عندالرکوع رفع الیدین کرنا صحیح و ثابت ہے جس کا رد نہیں ہوسکتا۔ پس نہی خاص اپنے مورد خاص پر محمول ہوگی تاکہ دونوں میں توفیق و موافقت ہو اور (مزعومہ) تعارض رفع ہوجائے۔ [المجموع شرح المہذب ج۳ص۴۰۳ وحاشیۃ السندی علی النسائی ص۱۷۶]

حافظ ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) رحمہ اللہ نے فرمایا:

" ... من أقبح الجهالات لسنة سيدنا رسول ﷺ لأنه لم يرد في رفع الأيدي فى الركوع والرفع منه وإنما كانوا يرفعون أيديهم في حالة السلام من الصلوٰة... وهٰذا لا(اختلاف) فيه بين أهل الحديث ومن له أدنى اختلاط بأهله "

اس حدیث سے استدلال انتہائی بری جہالت ہے جسے سیدنا رسول اللہ ﷺ کی سنت کے ساتھ روا رکھا گیا ہے کیونکہ یہ حدیث رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے بارے میں وارد نہیں ہوئی۔ وہ تو نماز کی حالتِ سلام میں ہاتھوں سے اشارہ کرتے تھے...اس میں اہلِ حدیث (محدثین) کے درمیان کوئی اختلاف نہیں اور جس شخص کو حدیث کے ساتھ ذرہ برابر تعلق ہے وہ بھی تسلیم کرتا ہے (کہ اسے رفع یدین قبل الرکوع و بعدہ کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔) [البدر المنیر ج۳ ص۴۸۵]

تیسرا جواب:

اگر یہ حدیث رفع الیدین کی ممانعت پر دلیل ہے تو تارکین رفع الیدین درج ذیل مقامات پر کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟

① تکبیر تحریمہ

② وتر

③ عیدین

اگر رکوع والا رفع الیدین اس حدیث کے ساتھ ممنوع ہے تو درج بالا تینوں رفع الیدین بطریق اولیٰ ممنوع ہونے چاہئیں۔

جو اُن کا جواب ہے وہی ہمارا جواب ہے۔ اگر ان کی تخصیص دوسری احادیث کے ساتھ ہے تو رکوع والے رفع الیدین کی تخصیص بھی دوسری احادیث کے ساتھ ہے۔

چوتھا جواب:

تارکین کی پیش کردہ حدیث میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر اور صراحت نہیں۔ مجوزین کی پیش کردہ احادیث میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر اور صراحت ہے۔ لہٰذا مفسر کو مجمل پر مقدم کیا جائے گا۔

حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ''وھذا المفسر مقدم علی المبھم''

اور یہ مفسر مبہم پر مقدم ہے۔ [فتح الباری ۲۸۳/۱۰تحت ح ۵۸۲۷ نیز دیکھئے ج ۱۰ص ۳۴۷]

پانچواں جواب:

اگر اس حدیث کے الفاظ کو رفع الیدین پر محمول کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ رفع الیدین کرنا ایک قبیح فعل ہے۔ چونکہ رکوع والا رفع الیدین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے باسند صحیح تواتر کے ساتھ ثابت ہے اور نبی فعلِ قبیح کا مرتکب نہیں ہوا کرتا تو معلوم ہوا کہ اس حدیث کا رکوع والے رفع الیدین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، ورنہ نعوذ باللہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل کو قبیح تسلیم کرنا پڑے گا، جس کے تصور سے ہی ہم پناہ چاہتے ہیں۔

تنبیہ: بعض لوگوں نے پہلے جواب کا جواب دینے کی کوشش کی ہے کہ ''یہ حدیث تعدد واقعہ پر مشتمل ہے'' ان لوگوں کا یہ دعویٰ غلط ہے۔

حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری نے عبدالرشید کشمیری (دیوبندی) کے نام اپنے غیر مطبوع خط میں لکھا:

''جابر بن سمرہ والی روایت میں تو رکوع والے رفع الیدین سے منع کا سرے سے نام ونشان ہی نہیں۔ واقعات خواہ دو ہی بنا لیے جائیں کیونکہ ایک واقعہ میں سلام والے رفع الیدین کے مراد نہ ہونے سے رکوع والے رفع الیدین کا مراد ہونا لازم نہیں آتا لہٰذا اس روایت کو رکوع والے رفع الیدین کے منع ہونے کی دلیل بنانا محض تحکم اور نری سینہ زوری ہے۔''

دوسرا شبہ: حدیث - ابن مسعود رضی اللہ عنہ

سفيان (الثوري) عن عاصم بن كليب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة قال قال عبدالله بن مسعود: ألا أصلي بكم صلٰوة رسول الله صلى الله عليه وسلم فصلّى فلم يرفع يديه إلا في أول مرة .

(کہا جاتا ہے کہ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھی اور ہاتھ نہیں اُٹھائے سوائے پہلی دفعہ کے۔

[سنن ترمذی ۱/۵۹ ح ۲۵۷ وقال: "حدیث حسن" المحلی لابن حزم ۴/۸۷، ۸۸ مسئلہ: ۴۴۲ وقال: ان ھذا الخبر صحیح]

تحقیق: یہ حدیث علت قادحہ کے ساتھ معلول ہے اور سنداً و متناً دونوں طرح سے ضعیف ہے۔

درج ذیل ائمہ (اور علمائے حدیث) نے اسے ضعیف و معلول قرار دیا ہے:

پہلا جواب:

محدثین کی اکثریت نے اس روایت کو ضعیف و معلول قرار دیا ہے:

(۱) شیخ الاسلام المجاہد الثقہ عبداللہ بن المبارک (متوفی ۱۸۱ھ) نے کہا:

" لم یثبت حدیث . . . ابن مسعود"

ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی (طرف منسوب یہ) حدیث ثابت نہیں ہے۔

[سنن ترمذی ۱/۵۹ ح ۲۵۶ و إسنادہ صحیح]

بعض لوگوں نے ابن المبارک رحمہ اللہ کی جرح کو عصر جدید میں اس حدیث سے ہٹانے کی کوشش کی ہے مگر درج ذیل ائمۂ حدیث و علمائے کرام نے ابن المبارک کی جرح کو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب اس متنازعہ روایت کے متعلق قرار دیا ہے۔

۱: ترمذی [سنن ۱/۵۹ ح ۲۵۶]

۲: ابن الجوزی وقال: " **وقال فیه عبدالله بن المبارك :لا يثبت هذا الحديث** "

[التحقیق ۱/۲۷۸ دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۳۳۵]

۳: ابن عبدالہادی [التنقیح ۱/۲۷۸]

۴: نووی [المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۳]

۵: ابن قدامہ [المغنی ج ۱ ص ۲۹۵ مسئلہ: ۶۹۰]

۶: ابن حجر [التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲ ح ۳۲۸]

۷: الشوکانی [نیل الاوطار ۲/۱۸۰ دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۶۹۶ تحت ح ۶۶۸]

۸: البغوی [شرح السنۃ ۳/۲۵ ح ۵۶۱]

۹: بیہقی [السنن الکبریٰ ۲/۷۹ و معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۱]

حدیث کے کسی امام نے یہ نہیں کہا کہ ابن المبارک کی جرح حدیثِ ابن مسعود سے متعلق نہیں ہے۔

(۲) الامام الشافعی (متوفی ۲۰۴ھ) نے ترک رفع الیدین کی احادیث کو رد کر دیا کہ یہ ثابت نہیں ہیں۔

[دیکھئے کتاب الأم ج ۷ ص ۲۰۱ باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۱ وفتح الباری ۲/۲۲۰]

(۳) احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) نے اس روایت پر کلام کیا۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین: ۳۲، ومسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۰ فقرہ: ۳۲۶]

(٤) ابوحاتم الرازی (۲۷۷ھ) نے کہا:

"هذا خطأ يقال: وهم الثوري فقد رواه جماعة عن عاصم وقالوا كلهم: أن النبي ﷺ افتتح فرفع يديه ثم ركع فطبق وجعلهما بين الركبتين ولم يقل أحد ما روى الثوري"

یہ حدیث خطا ہے، کہا جاتا ہے کہ (سفیان) ثوری کو اس (کے اختصار) میں وہم ہوا ہے۔ کیونکہ ایک جماعت نے اس کو عاصم بن کلیب سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ نبی ﷺ نے نماز شروع کی، پس ہاتھ اُٹھائے، پھر رکوع کیا اور تطبیق کی اور اپنے ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان رکھا۔ کسی دوسرے نے ثوری والی بات بیان نہیں کی ہے۔ [علل الحدیث ۱/۹۶ ح ۲۵۸]

(۵) الامام الدارقطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے اسے غیر محفوظ قرار دیا۔

[دیکھئے العلل للدارقطنی ج ۵ ص ۱۷۳ مسئلہ: ۸۰۴]

(٦) حافظ ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ) نے (کتاب) الصلوٰۃ میں کہا:

"هو في الحقيقة أضعف شئ يعول عليه لأنّ له عللاً تبطله"

یہ روایت حقیقت میں سب سے زیادہ ضعیف ہے، کیونکہ اس کی علتیں ہیں جو اسے باطل قرار دیتی ہیں۔ [التلخیص الحبیر ۱/۲۲۲ ح ۳۲۸، البدر المنیر ۳/۴۹۴]

(۷) امام ابوداود السجستانی (متوفی ۲۷۵ھ) نے کہا: "**هذا حديث مختصر من**

حديث طويل وليس هو بصحيح علٰى هذا اللفظ "

[سنن ابی داود نسخۂ حمصیۃ ج ۱ ص ۴۷۸ ح ۷۴۸، نسخۂ بیت الافکار الدولیہ ص ۱۰۲، نسخۂ مکتبۃ المعارف/الریاض ص ۱۲۱ مشکوٰۃ المصابیح ط ۱۳۲۶ھ ص ۷۷ ح ۸۰۹]

امام ابوداود اور حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ

چودہویں صدی میں بعض لوگوں نے امام ابوداود کی اس حدیث پر جرح کا انکار کیا ہے اور صاحبِ مشکوٰۃ کے بعض اوہام جمع کر کے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ ابو داود سے اس قول کا انتساب بھی ان کا وہم ہے۔ حالانکہ درج ذیل علماء نے اس قول کو امام ابوداود سے منسوب کیا ہے:

① ابن الجوزی (متوفی ۵۹۷ھ)

" **وقال أبو داود :ليس بصحيح** " [التحقیق فی اختلاف الحدیث ۱/۲۷۸]

② ابن عبدالبر الاندلسی (متوفی ۴۶۳ھ)

" **وقال أبوداود في حديث عاصم بن كليب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن ابن مسعود قال: ألا أصلي بكم صلٰوة رسول الله ﷺ؟ فصلّى فلم يرفع يديه إلا مرة واحدة، هٰذا حديث يختصر من حديث طويل وليس بصحيح علٰى هٰذا اللفظ** "

[التمہید ۳/۲۲۰]

③ ابن عبدالہادی (متوفی ۷۴۴ھ) [التنقیح ۱/۲۷۸]

④ ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) [التلخیص الحبیر ج ۱ ص ۲۲۲]

⑤ ابن الملقن [البدر المنیر ج ۳ ص ۴۹۳]

⑥ ابن القطان الفاسی [بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام ۳/۳۶۵، ۳۶۶ فقرہ: ۱۱۰۹]

⑦ شمس الحق عظیم آبادی (متوفی ۱۳۲۹ھ) نے کہا:

" **واعلم أن هٰذه العبارة موجودة في نسختين عتيقتين عندي وليست**

في عامة نسخ أبي داود الموجودة عندي " [عون المعبود ج۳ ص۴۴۹]

معلوم ہوا کہ یہ عبارت امام ابوداود ہی کی ہے اور اسی حدیث پر ہے۔

(۸) یحییٰ بن آدم (متوفی ۲۰۳ھ) [دیکھئے جزء رفع الیدین: ۳۲ والتلخیص الحبیر ۱/۲۲۲]

(۹) ابوبکر احمد بن عمر (و) البزار (متوفی ۲۹۲ھ) نے اس حدیث پر جرح کی۔

[البحر الزخار ج ۵ ص ۴۷ ح ۱۶۰۸ نیز دیکھئے التمہید ۹/۲۲۰، ۲۲۱]

(۱۰) محمد بن وضاح (متوفی ۲۸۹ھ) نے ترکِ رفع یدین کی تمام احادیث کو ضعیف کہا۔

[التمہید ۹/۲۲۱ وسندہ قوی]

(۱۱) امام بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) دیکھئے جزء رفع الیدین (۳۲) ولہ التلخیص الحبیر (۱/۲۲۲) المجموع شرح المہذب (۳/۴۰۳)

(۱۲) ابن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ھ) سے زیلعی حنفی نے نقل کیا کہ انھوں نے اس زیادت (دوبارہ نہ کرنے) کو خطا قرار دیا۔ [نصب الرایہ ۱/۳۹۵]

مجھے یہ کلام "بیان الوہم والایہام" میں نہیں ملا (ج ۳ ص ۳۶۵ تا ۳۶۷ فقرہ ۱۱۰۹) تاہم اشارہ ضرور ملتا ہے۔ [ص ۳۶۶]

(۱۳) عبدالحق الاشبیلی نے کہا: "**لا یصح**" [الاحکام الوسطیٰ ج ۱ ص ۳۶۷]

(۱٤) ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) نے اسے ضعیف کہا۔ [البدر المنیر ۳/۴۹۲]

(۱۵) الحاکم (متوفی ۴۰۵ھ) [الخلافیات للبیہقی بحوالہ البدر المنیر ۳/۴۹۳]

(۱٦) النووی (متوفی ۶۷۰ھ) نے کہا: **اتفقوا علی تضعیفه** (خلاصۃ الاحکام ۱/۳۵۴ ح ۱۸۰) یعنی امام ترمذی کے علاوہ سب متقدمین کا اس حدیث کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔

(۱۷) الدارمی (متوفی ۲۸۰ھ) بحوالہ تہذیب السنن للحافظ ابن قیم الجوزیۃ (۲/۴۴۹) [یہ حوالہ مجھے باسند صحیح نہیں ملا!]

(۱۸) البیہقی (متوفی ۴۵۸ھ) بحوالہ تہذیب السنن (۲/۴۴۹) وشرح المہذب للنووی (۳/۴۰۳) [یہ حوالہ بھی باسند صحیح نہیں ملا]

(۱۹) محمد بن نصر المروزی (متوفی ۲۹۴ھ) بحوالہ نصب الرایہ (۱/۳۹۵) والاحکام الواسطی لعبدالحق الاشبیلی (۱/۳٦۷)

(۲۰) ابن قدامہ المقدسی (متوفی ٦۲۰ھ) نے کہا: ''ضعیف''

[المغنی ج ۱ ص ۲۹۵ مسئلہ: ٦۹۰]

یہ سب امتِ مسلمہ کے مشہور علماء تھے۔ ان کا اس روایت کو متفقہ طور پر ضعیف و معلول قرار دینا ترمذی و ابن حزم کی تصحیح پر ہر لحاظ سے مقدم ہے۔ لہٰذا یہ حدیث بلا شک وشبہ ضعیف ہے۔

علل حدیث کے ماہر علماء اگر ثقہ راویوں کی روایت کو ضعیف کہیں تو ان کی تحقیق کو تسلیم کیا جائے گا کیوں کہ وہ اس فن کے ماہر ہیں اور فنِ حدیث میں ان کی تحقیق حجت ہے۔

دوسرا جواب:

اس روایت کا دارومدار امام سفیان ثوری رحمہ اللہ پر ہے جیسا کہ اس کی تخریج سے ظاہر ہے۔ سفیان ثوری ثقہ حافظ، عابد ہونے کے ساتھ مدلس بھی تھے۔ [دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۴۴۵]

ان کو درج ذیل ائمۂ حدیث نے مدلس قرار دیا ہے:

۱۔ یحییٰ بن سعید القطان

[کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لأحمد ۱/۲۰۷ رقم ۱۱۳۰، الکفایۃ للخطیب ص ۳٦۲ وسندہ صحیح]

۲۔ بخاری [العلل الکبیر للترمذی ۲/۹٦٦، التمہید ۱/۳۴]

۳۔ یحییٰ بن معین [الجرح والتعدیل ۴/۲۲۵ وسندہ صحیح]

۴۔ ابومحمود المقدسی [قصیدہ فی المدلسین ص ۴۷ شعر ثانی]

۵۔ ابن الترکمانی حنفی [الجوہر النقی ج ۸ ص ۲٦۲ وقال: الثوري مدلس وقد عنعن]

٦۔ ابن حجر العسقلانی [طبقات المدلسین المرتبۃ الثانیۃ ص ۳۲، تقریب التہذیب: ۲۴۴۵]

۷۔ الذہبی (میزان الاعتدال ۲/۱٦۹ وقال: ''إنه کان یدلس عن الضعفاء ولکن له نقد وذوق ولا عبرة لقول من قال یدلس ویکتب عن الکذابین''

اورکہا:''وربما دلس عن الضعفاء'' (سیراعلام النبلاء ۲۴۲/۷)اورکہا:'' لأنه كان يحدث عن الضعفاء ''[ایضاً ۲۷۴/۷]

حافظ ذہبی کی گواہی سے معلوم ہوا کہ سفیان رحمہ اللہ ضعیف لوگوں سے تدلیس کرتے تھے۔ یاد رہے کہ جو ضعفاء سے تدلیس کرے اس کی عن (بغیر تصریح سماع) والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔

ابوبکر الصیرفی (متوفی ۳۳۰ھ) نے کتاب الدلائل میں کہا:

''كل من ظهر تدليسه عن غير الثقات ، لم يقبل خبره حتى يقول: حدثني أو سمعت''

ہر راوی جس کی غیر ثقہ راویوں سے تدلیس ظاہر ہو جائے تو اس کی روایت اس وقت تک مقبول نہیں جب تک وہ ''حدثني'' یا ''سمعت'' نہ کہے یعنی اس کے سماع کی تصریح کے بعد ہی اس کی روایت مقبول ہوتی ہے۔ دیکھئے النکت للزرکشی (ص ۱۸۴) شرح الفیۃ العراقی بالتبصرۃ والتذکرۃ (۱۸۳/۱، ۱۸۴)

۸۔ صلاح الدین العلائی (جامع التحصیل فی احکام المراسیل ص ۹۹) وقال:

'' من يدلس عن أقوام مجهولين لا يدرى من هم كسفيان الثوري....''

یعنی سفیان ثوری ان مجہول لوگوں سے تدلیس کرتے تھے جن کا پتا بھی نہیں چلتا۔

۹۔ حافظ ابن رجب (شرح علل الترمذی ۳۵۸/۱) وقال:'' وقد كان الثوري وغيره يدلسون عمن لم يسمعوا منه أيضاً ''، یعنی سفیان الثوری وغیرہ ان لوگوں سے بھی تدلیس کرتے تھے جن سے ان کا سماع نہیں ہوتا تھا۔

۱۰۔ ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی [تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۱۱۹۳ وسندہ صحیح]

۱۱۔ ابوعاصم الضحاک بن مخلد النبیل [سنن الدارقطنی ۲۰۱/۳ ح ۳۴۲۳ وسندہ صحیح]

۱۲۔ علی بن عبداللہ المدینی [الکفایۃ للخطیب ص ۳۶۲ وسندہ صحیح]

۱۳۔ ابوزرعۃ ابن العراقی قال:''مشهور بالتدليس '' [کتاب المدلسین: ۲۱]

۱۴۔ حاکم صاحب المستدرک [معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۵، ۱۰۶ ات ۲۵۱-۲۵۳]

۱۵۔ العینی قال:

"وسفیان من المدلسین والمدلس لا یحتج بعنعنته إلا أن یثبت سماعه من طریق آخر" [عمدۃ القاری ج۳ص۱۱۲]

۱۶۔ الکرمانی [شرح صحیح البخاری ۶۲/۳ ح۲۱۳]

۱۷۔ ابن حبان [الاحسان طبعہ جدیدہ ۶۱/۱]

۱۸۔ السیوطی [اسماء من عرف بالتدلیس:۲۴]

۱۹۔ الحلبی [التبیین فی اسماء المدلسین ص۲۷]

۲۰۔ قسطلانی: "سفیان مدلس وعنعنة المدلس لا یحتج بها إلا أن یثبت سماعه بطریق آخر" سفیان راوی مدلس ہیں اور مدلس کا عنعنہ قابل حجت نہیں ہوتا اِلا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح (یا متابعت) ثابت ہو جائے۔

[ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج۱ص۲۸۶]

سرفراز صفدر صاحب دیوبندی تقلیدی اپنی کتاب "احسن الکلام" میں لکھتے ہیں:

"ابوقلابہ گو ثقہ تھے مگر غضب کے مدلس تھے......ابوقلابہ کی جن سے ملاقات ہوئی ان سے بھی اور جن سے نہیں ہوئی ان سے بھی سب سے تدلیس کرتے تھے۔" [ج۲ص۱۱۱]

اگر حافظ ذہبی کے قول کی بنیاد پر ابوقلابہ تابعی رحمہ اللہ "غضب کے مدلس" قرار دیئے جا سکتے ہیں تو حافظ ابن رجب کے قول پر سفیان ثوری کو "غضب کا مدلس" کیوں نہیں قرار دیا جاتا۔ ع

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

حالانکہ ابوقلابہ مدلس نہیں تھے۔ امام ابوحاتم رازی نے ان پر تدلیس کے الزام کی تردید کی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں "الجرح والتعدیل" (۸/۵)

ابوقلابہ کی معنعن روایات کی تصحیح متعدد محدثین کرام مثلاً بخاری، مسلم، ترمذی اور ذہبی وغیرہم نے کی ہے۔

متقدمین کے مقابلے میں متاخرین کی بات کب قابلِ مسموع ہوسکتی ہے؟ کیا کسی محدث یا فقیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ ابوقلابہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے؟

ابوقلابہ جو کہ مدلس نہیں تھے ان کے عنعنہ کو رد کرنا اور ثوری جو کہ ضعفاء سے تدلیس کرتے تھے ان کے عنعنہ کو قبول کرنا انصاف کا خون کرنے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں سے ضرور حساب لے گا۔ اس دن اس کی پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔

تنبیہ: علامہ شیخ محمد ناصرالدین البانی رحمہ اللہ نے ایک سند کو ابوقلابہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف کہا۔ [حاشیہ صحیح ابن خزیمہ ج ۳ ص ۲۶۸ تحت ح ۲۰۴۳]

قال: " إسناده ضعيف لعنعنة أبي قلابة وهو مذكور بالتدليس "

حالانکہ ابوقلابہ کا مدلس ہونا صحیح نہیں ہے۔ جنھوں نے کئی سو سال کے بعد اسے مدلس کہا، انھوں نے اسے طبقۂ اولیٰ (جن کی معنعن روایات ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہوتی ہیں) میں شمار کیا ہے۔ اس کا ضعفاء سے تدلیس کرنا بھی ثابت نہیں ہے۔ اس کی روایات کو تو علامہ البانی نے ضعیف کہا ہے، مگر (اصول سے روگردانی کرتے ہوئے) سفیان ثوری مدلس عن الضعفاء (جو کہ بقول حاکم طبقۂ ثالثہ کے مدلس ہیں) کی معنعن روایت ترکِ رفع الیدین کی تعلیقاتِ مشکوٰۃ میں تصحیح کر دی ہے۔

ہم دلائل سے ثابت کر چکے ہیں کہ علامہ البانی رحمہ اللہ کی یہ تصحیح غلط ہے اور محدثین کے قواعد کے خلاف ہے لہٰذا مردود ہے۔

ذہبیٔ عصر حقاً الشیخ عبدالرحمان المعلمی الیمانی نے بھی اس روایت کو سفیان ثوری کے عنعنہ کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے۔ [التنکیل بما فی تانیب الکوثری من الاباطیل ۲ ص ۲۰]

خلاصہ یہ کہ سفیان ثوری مدلس تھے بلکہ بہ تحقیق سرفراز خان صفدر "غضب کے مدلس تھے" لہٰذا ان کی معنعن روایت متابعت کی غیر موجودگی میں ضعیف ہوتی ہے۔

مدلس کا عنعنہ

حافظ ابن الصلاح (۶۴۳ھ) فرماتے ہیں:

" والحكم بأنه لا يقبل من المدلس حتٰى يبين قدأجراه الشافعي رضي الله عنه فيمن عرفناه دلس مرة، والله أعلم"

حکم یہ ہے کہ مدلس کی صرف وہی روایت قبول کی جائے گی جس میں وہ سماع کی تصریح کرے۔ یہ بات (امام) شافعی رضی اللہ عنہ نے ہراس شخص پر جاری فرمائی ہے جوایک دفعہ ہی تدلیس کرے۔

[علوم الحدیث عرف مقدمہ ابن الصلاح ص۹۹ نیز دیکھئے الرسالۃ للشافعی ص۳۸۰ فقرہ:۱۰۳۵]

امام یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) نے کہا: مدلس اپنی تدلیس (معنعن روایت) میں حجت نہیں ہوتا۔(الکفایہ ص۳۶۲ ولفظہ:" لا يكون حجة فيما دلس" وسندہ صحیح)

لہٰذا سفیان ثوری رحمہ اللہ (جو کہ ضعفاء اور مجاہیل سے تدلیس کرتے تھے) کی یہ معنعن (عن والی) روایت ضعیف ہے اور صحیح احادیث کے مقابلے میں ضعیف کا وجود اور عدم وجود دونوں برابر ہیں۔

طبقۂ ثانیہ کی بحث

درج بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ جناب سفیان ثوری رحمہ اللہ غضب کے مدلس تھے، لہٰذا ان کو درجۂ ثانیہ میں ذکر کرنا غلط ہے مگر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ان کو درجۂ ثانیہ میں ذکر کیا ہے۔ [طبقات المدلسین ص۳۲]

حاکم نیشاپوری نے حافظ ابن حجر سے پہلے ان کو طبقۂ ثالثہ میں ذکر کیا ہے۔

[معرفۃ علوم الحدیث ص۱۰۶ وجامع التحصیل ص۹۹]

حاکم نیشاپوری حافظ ابن حجر سے زیادہ ماہر اور متقدم تھے اور درج ذیل دلائل کی روشنی میں حاکم کی بات صحیح اور حافظ ابن حجر کی بات غلط ہے۔

فائدہ نمبر۱: سفیان ثوری درج ذیل شیوخ سے تدلیس نہیں کرتے تھے:

حبیب بن ابی ثابت، سلمہ بن کہیل اور منصور (وغیرہم)

[العلل الکبیر للترمذی ۹۶۶/۲، التمہید لابن عبدالبر ۳۴/۱ شرح علل الترمذی ۷۵۱/۲]

فائدہ نمبر۲: سفیان ثوری سے یحییٰ بن سعید القطان کی روایت سماع پر محمول ہوتی ہے۔ تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں کتاب العلل ومعرفۃ الرجال (۲۰۷/۱ رقم ۱۱۳۰) والکفایۃ للخطیب ص۳۶۲ وسندہ صحیح) وتہذیب التہذیب (۱۹۲/۱۱ ترجمہ یحییٰ بن سعید القطان)

فائدہ نمبر۳: مدلس کی اگر معتبر متابعت ثابت ہوجائے تو اس کی روایت قوی ہوجاتی ہے۔ سفیان ثوری اس روایت میں عاصم بن کلیب سے منفرد ہیں اور ان کی کوئی معتبر متابعت نہیں ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

تیسرا جواب:

سفیان ثوری کی اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے لہٰذا یہ روایت مجمل ہے۔ اگر اس کو عام تصور کیا جائے تو پھر تارکین رفع الیدین کا خود اس روایت پر عمل نہیں ہے۔

① وہ وتر میں تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع سے پہلے رفع الیدین کرتے ہیں۔

② وہ عیدین میں تکبیر تحریمہ کے بعد رفع الیدین کرتے ہیں۔

اگر وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر روایات سے ثابت ہے تو رکوع سے پہلے اور بعد کی تخصیص بھی صحیحین کی روایات سے ثابت ہے۔

اس حدیث سے استدلال کرنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس حدیث کے عموم سے وتر اور عیدین کے رفع الیدین کو بچانے کی کوشش کریں جو ان لوگوں کا جواب ہے، وہی ہمارا جواب ہے۔

تنبیہ: رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی ممانعت یا ترک کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ تارکین کی پیش کردہ سب احادیث باطل، ضعیف ومردود ہیں۔

[مزید تحقیق کے لئے حافظ ابن القیم کی المنار المنیف ص۱۳۷ کا مطالعہ کریں]

چوتھا جواب:

جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، اس حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد کے رفع الیدین کا

ذکرنہیں ہے. امام فقیہ محدث ابوداود رحمہ اللہ نے اس ضعیف حدیث پر یہ باب باندھا ہے۔ ''**باب من لم یذکر الرفع عندالرکوع**''یعنی باب اس کا جس نے رکوع سے پہلے رفع الیدین کا ذکرنہیں کیا۔ [سنن ابی داود ج۱ص۷۷۴قبل ح۷۴۸]

اور یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ(ثبوتِ ذکر کے بعد) عدم ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے۔

ابن الترکمانی حنفی (متوفی ۷۴۵ھ) نے فرمایا:'' **ومن لم یذکر الشئ لیس بحجة علٰی من ذکرہ** ''جوکسی چیز کوذکر نہ کرے وہ اس پر حجت نہیں ہے جوکسی چیز کوذکر کرے۔
[الجوہر النقی ج۴ص۳۱۷]

مشہور محدث حافظ ابن حجر العسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے فرمایا:'' **ولا یلزم من عدم ذکر الشئ عدم وقوعہ**''کسی چیز کےعدم ذکر سےاس کاعدم وقوع لازم نہیں آتا۔
[الدرایۃ ج۱ص۲۲۵حدیث۲۹۲باب الاستسقاء]

لہٰذا امام سفیان الثوری کی عدمِ ذکر والی اس ضعیف حدیث سے بھی ترکِ رفع الیدین عندالرکوع وبعدہ ثابت نہیں ہوسکتا۔

پانچواں جواب:

سفیان کی حدیث میں نفی ہے اور صحیحین وغیرہما کی متواتر احادیث میں اثبات ہے۔ یہ بات عام طلباء کو بھی معلوم ہے کہ اثبات نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

علامہ نووی نے کہا:

'' **إن أحادیث الرفع أولیٰ لأنها اِثبات وهٰذا نفي فیقدم الإثبات لزیادة العلم**''

رفع الیدین کی (صحیح) احادیث پر عمل کرنا اولیٰ ہے کیونکہ وہ اثبات ہیں اور یہ (سفیان ثوری کی ضعیف حدیث) نفی ہے۔پس اثبات کو زیادتِ علم کی وجہ سے نفی پر مقدم کیا جائے گا۔انتہیٰ [المجموع شرح المہذب ۴۰۳/۳]

حنفی یہ کہتے ہیں کہ کرخی حنفی (متوفی ۳۱۷ھ) نے بھی مثبت کونفی پر اولیٰ بالعمل قرار دیا ہے۔ [دیکھئے نورالانوار ص ۱۹۷]

مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں نصب الرایہ (۱/۳۵۹) وفتح الباری (۱/۳۳۳)

چھٹا جواب:

بعض علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ تکبیرِ تحریمہ کے ساتھ صرف ایک دفعہ رفع یدین کیا بار بار نہیں کیا۔ [ملاحظہ فرمائیں مشکوۃ المصابیح ص ۷۷ ح ۸۰۹]

نووی (المتوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

" ذکره أصحابنا قالوا: لو صح وجب تأويله علٰى أن معناه لا يعود إلى الرفع في ابتداء استفتاحه ولا في أوائل باقي ركعات الصلٰوة الواحدة ويتعين تأويله جمعاً بين الأحاديث "

ہمارے ساتھیوں نے ذکر کیا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اس کا مفہوم یہ ہوتا کہ شروع نماز میں اور باقی رکعات کے شروع میں دوبارہ رفع الیدین نہیں کرتے تھے۔ (اس کا رکوع والے رفع الیدین سے کوئی تعلق نہیں ہے) اس تاویل کے ساتھ تمام احادیث (بلحاظ جمع وتطبیق) پر عمل ہو جاتا ہے۔ [المجموع ۳/۴۰۳]

ساتواں جواب:

یہ حدیث اگر بفرضِ محال صحیح ہوتی (!) تو بھی منسوخ ہوتی۔

امام احمد بن الحسین البیہقی نے فرمایا:

" وقد يكون ذلك فى الإبتداء قبل أن يشرع رفع اليدين فى الركوع ثم صار التطبيق منسوخاً وصار الأمر فى السنة إلى رفع اليدين عندالركوع ورفع الرأس منه و خفيا جميعاً علٰى عبدالله بن مسعود"

ہوسکتا ہے کہ ابتدا میں ترک رفع یدین رہا ہو جس وقت رفع الیدین کی مشروعیت

نہیں ہوئی تھی۔اس کے بعد(ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی) تطبیق منسوخ ہوگئی اور سنت میں رفع الیدین رکوع سے پہلے اور بعد کا شروع ہوگیا اور یہ دونوں باتیں (تطبیق اور بعد کا شروع ہونے والا رفع الیدین) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر مخفی رہ گئے۔
[معرفۃ السنن والآثار قلمی ج ا ص ۲۲۰، التحقیق الراسخ فی ان احادیث رفع الیدین لیس لہا ناسخ ص ۱۱۸ للشیخ الامام حافظ محمد گوندلوی]

تنبیہ: یہ الزامی جواب ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ثابت ہی نہیں۔

امام بیہقی کے دعویٰ کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام حافظ عبداللہ بن ادریس (ثقہ بالاجماع) نے اس حدیث کو بعینہ اسی سند کے ساتھ عاصم بن کلیب سے روایت کیا ہے۔
[مسند احمد ج ا ص ۴۱۸ و إسنادہ صحیح]

اس میں رکوع میں تطبیق کا ذکر ہے جو کہ بالاتفاق منسوخ ہے۔

آخری بات

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

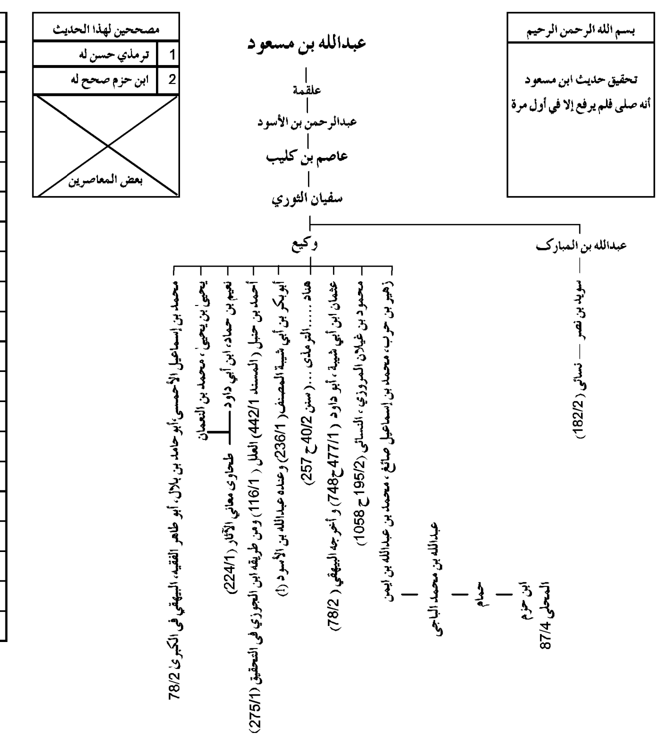
" ولو لا ھٰذا الخبر لکان رفع الیدین عند کل رفع وخفض وتکبیر و تحمید فی الصلٰوۃ فرضاً..."

اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ہر جھکنے، بلند ہونے، تکبیر اور تحمید کے وقت رفع الیدین فرض ہوتا۔ [المحلیٰ ج ۴ ص ۸۸]

درج بالا تحقیق کی رو سے ابن حزم کی پیش کردہ حدیث متعدد علل کی وجہ سے ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔

لہٰذا قارئین فیصلہ کریں کہ ابن حزم کے نزدیک رفع الیدین کا کیا مقام ٹھہرتا ہے؟
کیا وہ ابن حزم کے نزدیک فرض نہیں ہوجاتا؟

بسم الله الرحمن الرحيم
تحقيق حديث ابن مسعود أنه صلى فلم يرفع إلا في أول مرة



مصححين لهذا الحديث	
1	ترمذي حسن له
2	ابن حزم صحح له
	بعض المعاصرين

	مضعفين لهذا الحديث
1-	عبدالله بن المبارك (سنن الترمذى 59/1)
2-	الشافعي (شرح الزرقاني على الموطا158/1)
3-	يحيى بن آدم (التلخيص الحبير 222/1)
4-	احمد بن حنبل(التمهيد 219/9)
5-	البخاري (التلخيص الحبير ، وجزء رفع اليدين ص 86)
6-	أبو داود (السنن 478/1 والتمهيد 220/9)
7-	أبو حاتم الرازي (علل الحديث 96/1)
8-	دارقطني (التلخيص والعلل 346/1)
9-	ابن حبان(تهذيب السنن لإبن قيم 449/2)
10-	أبوبكر البزار (التمهيد 221,220/9)
11-	محمد بن وضاح (ايضاً)
12-	ابن القطان(نصب الراية 395/1)
13-	يحيى (حاشية جلاء العينين ص 88)
14-	ابن الملقن (ايضاً)
15-	الحاكم(ايضاً)
16-	النووي (ايضاً)
17-	الدارمي(تهذيب السنن 449/2)
18-	البيهقي (المجموع للنووي 403/3)
19-	ابن عبدالبر (مرعاة المفاتيح 323/2)
20-	ابن قدامة (المغنى 295/1)

تیسرا شبہ: حدیث البراء بن عازب رضی اللہ عنہ

يزيد بن أبي زياد عن ابن أبي ليلٰى عن البراء بن عازب رضي الله عنه قال: كان النبي صلی اللہ علیہ وسلم إذا كبر لإ فتتاح الصلٰوة رفع يديه حتى يكون ابها ماه قريباً من شحمتي أذنيه ثم لا يعود .

یزید بن ابی زیاد نے (عبدالرحمٰن) بن ابی لیلیٰ عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں رفع الیدین کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لو تک ہو جاتے تھے پھر آپ دوبارہ نہیں کرتے تھے۔

[معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۴ وسنن ابی داود: ۷۴۹، ۷۵۲]

جس روایت میں رفع الیدین کے نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے = O
جس روایت میں رفع الیدین کے نہ کرنے کا ذکر ہے = x

البراء بن عازب رضی اللہ عنہ — عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ — یزید بن ابی زیاد —

1 اسماعیل بن زکریا (سنن دارقطنی) x
2 صالح بن عمر (مسند ابی یعلیٰ) O وفی نسخۃ x
3 موسیٰ بن محمد الانصاری (التمہید لابن عبدالبر) O
4 الجراح ابو وکیع (العلل لاحمد بن حنبل) O
5 اسباط بن محمد (مسند احمد) O
6 عبداللہ بن ادریس (ابویعلیٰ) O (راجع جلاء العینین ص96)
7 خالد بن عبداللہ (دارقطنی) O
8 شریک (سنن ابی داود) X
9 شعبہ (مسند احمد وصرح یزید بالسماع عندہ) O
10 زہیر (ابوداود وذکرہ معلقاً) O
11 ہشیم
- (مصنف ابن ابی شیبہ) O
- (مسند احمد بن حنبل) O
- زکریا بن یحییٰ الواسطی (مسند ابی یعلیٰ) O

12 سفیان
- عبداللہ بن محمد الزہری (ابوداود) O
- (مسند الحمیدی) O

13 الثوری
- (مصنف عبدالرزاق) O
- محمد بن یوسف (جزء البخاری) O
- ابراہیم بن خالد (دارقطنی) O
- مؤمل بن اسماعیل - ابوبکرہ (طحاوی 197/1) O
  - (طحاوی 224/1) X

پہلا جواب: اس حدیث کادارومدار یزید بن ابی زیاد القرشی الہاشمی الکوفی پر ہے جو کہ ضعیف اور شیعہ تھا

یزید بن ابی زیاد کا تعارف

نمبر شمار	جارح	جرح	ثبوت جرح	معدل	تعدیل	ثبوت تعدیل
1	شعبہ	كان يزيدبن أبي زياد رفاعاً	الجرح والتعديل 265/9	ابن شاهين	ذكره في الثقات	الثقات رقم 1561
2	ابوحاتم الرازی	لم يكن بالحافظ' ليس بذاك' ليس بالقوى	ايضاً	احمد صالح	ثقة لا يعجبني قول من تكلم فيه	ثقات ابن شاهين بغير سند
3	یحییٰ بن معین	لا يحتج بحديثه' ضعيف الحديث' ليس بالقوى	ايضاً ' الكامل لابن عدى 2729/7	العجلى	كوفى ثقة جائز الحديث وكان باخره يلقن	معرفة الثقات رقم2019
4	ابوزرعہ	كوفى لين، يكتب حديثه ولا يحتج به	الجرح والتعديل			
5	ابن المبارک	ارم به	الضعفاء الكبير للعقيلى/380	يعقوب بن سفيان	فهوعلى العدالة والثقة	تهذيب التهذيب
6	وکیع	(حديثه الرايات) ليس بشيٍ	ايضاً			
7	ابواسامہ	لو حلف عندى خمسين يميناً قسامةً ما صدقته	ايضاً	ابن سعد	وكان ثقة فى نفسه الاانه	
8	العقیلی	(ذكره فى الضعفاء)	ايضاً		اختلط فى آخرعمره فجاء بالعجائب	الطبقات الكبرىٰ 340/6
9	النسائی	ليس بالقوى	الضعفاء والمتركين رقم 651			
10	الجوزجانی	سمعتهم يضعفون حديثه	احوال الرجال رقم 135			
11	احمد بن حنبل	حديثه ليس بذاك	كتاب العلل و معرفة الجال 33/2			
12	ابن عدی	ويزيد من شيعة أهل الكوفة مع ضعفه يكتب حديثه	الكامل لابن عدى 2730/7			
13	ابن حزم	ضعيف	المحلىٰ 484/7			
14	البیہقی	غيرقوى	الكبرىٰ 26/2			
15	الھیثمی	وهو ضعيف	مجمع الزوائد71/5			
16	ابن کثیر	وهو ضعيف	تفسير ابن كثير 112/4.98/2			
17	ابن الترکمانی	مضعف	الجوهر النقى 208/2			
18	ابوداود	لااعلم احدا ترک حديثه وغيره احب الى منه	تهذيب الكمال للمزى 1534/3، ☆			
19	ابن قانع	ضعيف	تهذيب التهذيب 288/11			
20	الحاکم ابواحمد	ليس بالقوى عندهم	ايضاً ص 289			
21	البردیجی	ليس هو بالقوى	ايضاً			
22	ابن خزیمہ	فى القلب منه	ايضاً			
23	الدارقطنی	لا يخرج عنه فى الصحيح، ضعيف يخطئ كثيرا ويلقن إذا القن	ايضاً			
24	ابن فضیل	كان من ائمة الشيعة الكبار	ايضاً			
25	ابن حجر	ضعيف كبر، فتغير صاريتلقن وكان شيعيا	تقيرب التهذيب			
26	الذھبی	مشهور سئ الحفظ	المغنى فى الضعفاء7101			
27	ابن المدینی	(ضعف امره)	الضعفاء للعقيلى 380/4			
28	سفیان بن عیینہ	(لم يكن سفيان يصف يزيد بالحفظ)	الام للشافعى ج1ص104			
29	ابن حبان	(ذكره فى الضعفاء)	المجروحين ج3ص99			
30	الحاکم ابوعبداللہ	كان يذكربالحفظ فلما كبرساء حفظه فكان يقلب الاسانيد و يزيد فى المتون ولا يميز	نصب الراية ج1ص402			

معلوم ہوا کہ اسماء الرجال کے اماموں کی اکثریت کے نزدیک یزید بن ابی زیاد الہاشمی ضعیف ہے۔اس کے ضعف کی وجہ اس کا سوءِ حفظ اور کثرتِ خطا ہے۔جن ائمہ نے اسے ثقہ یا صدوق کہا وہ محدثین کی اکثریت کے مقابلے میں مردود ہے۔

بوصیری نے یزید بن ابی زیاد کے بارے میں کہا: ''**وضعفه الجمهور**''

اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ [زوائد ابن ماجہ:۲۱۱۶]

حافظ ابن حجر نے کہا: ''**والجمهور علٰی تضعیف حدیثه....**''

اور جمہور اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں، الخ [ہدی الساری ص ۴۵۹]

سنن ابی داود (۹۳/۲ ح ۳۱۵۳) والی حدیث کے بارے میں اشرف علی تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں: ''یزید بن زیاد کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔'' [نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ص ۲۴۴]

تنبیہ: ائمۂ حدیث نے بالاتفاق یہ تصریح کر دی ہے کہ یزید نے یہ متنازعہ روایت حالتِ اختلاط واقع ہونے کے بعد بیان کی ہے جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔

دوسرا جواب:

یہ روایت یزید بن ابی زیاد نے اختلاط کے بعد بیان کی ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں کہ ہمیں یزید بن ابی زیاد نے مکہ میں حدیث سنائی:

"**عن عبدالرحمٰن بن أبي لیلٰی عن البراء بن عازب قال: رأیت النبي علیه الصلٰوة والسلام إذا افتتح للصلٰوة رفع یدیه**"

[کتاب المجروحین لابن حبان ۱۰۰/۳ وسندہ صحیح الی سفیان، مسند الحمیدی: ۷۲۴ دوسرا نسخہ: ۷۴۱]

یعنی اس قدیم روایت میں رفع یدین کے نہ کرنے (لا یعود وغیرہ) کا ذکر نہیں ہے۔

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

"**ثم قدمت الکوفة فلقیت یزید بها فسمعته یحدث بهٰذا وزاد فیه: ثم لم یعد إذا هم لقنوه**"

یعنی پھر میں کوفہ آیا اور یزید سے ملاقات کی۔ میں نے اسے یہ حدیث بیان

کرتے ہوئے سنا اور اس نے اس حدیث میں "لم یعد" کے الفاظ بڑھا دیے تھے۔ میرا خیال ہے کہ کوفیوں نے اسے تلقین کی تھی یعنی یہ الفاظ اس کی زبان میں ڈال دیے تھے۔ [کتاب الام للشافعی ج ا ص ۱۰۴]

امام دارقطنی نے بھی یہی کہا ہے کہ یزید نے آخری عمر میں تلقین قبول کر کے یہ الفاظ بڑھا دیے تھے۔ [سنن الدارقطنی ۲۹۴/۱ ح ۱۱۱۸]

حافظ ابن حبان نے کہا:

" هذا خبر عول عليه أهل العراق في نفي رفع اليدين فى الصلوٰة عند الركوع وعند رفع الرأس منه وليس فى الخبر " ثم لم يعد " وهذه الزيادة لقنها أهل الكوفة يزيد بن أبي زياد في آخر عمره فتلقن كما قال سفيان بن عيينة أنه سمعه قديماً بمكة يحدث بهذا الحديث باسقاط هذه اللفظة ومن لم يكن العلم صناعته لا يذكر له الإحتجاج بما يشبه هذا من الأخبار الواهية "

اس روایت کو عراقیوں نے رکوع کو جاتے اور رکوع سے اُٹھتے وقت کے رفع الیدین کی نفی کے لئے (اعتماداً) پیش کیا ہے اور اس روایت میں "ثم لم یعد " (پھر نہ کرتے تھے) کی زیادتی نہیں تھی اور کوفیوں نے یزید بن ابی زیاد کی آخری عمر میں (جب کہ ان کا حافظہ متغیر ہو چکا تھا) یہ اضافہ بطورِ تلقین رٹا دیا تھا۔ پس یزید نے اس تلقین کو قبول کر لیا جیسا کہ سفیان بن عیینہ نے بیان فرمایا کہ انھوں نے مکہ میں پہلے اسے یہ حدیث ان الفاظ کے بغیر بیان کرتے ہوئے سنا تھا اور جس شخص کا مشغلہ علم ہو (اس عبارت میں لـــم زائد ہے، واللہ اعلم) وہ اس طرح کمزور ترین احادیث کو احتجاج کے طور پر کبھی ذکر نہیں کرتا۔ [المجروحین ج ۳ ص ۱۰۰]

محدثین کی ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ یزید بن ابی زیاد الکوفی الشیعی اپنی زندگی کے ابتدائی دور میں اس روایت کو "ولا یعود" کی زیادتی کے بغیر بیان کرتا تھا۔ بعد میں

جب اس کا حافظہ بڑھاپے کی وجہ سے خراب ہو گیا تو اس نے ''یار لوگوں'' کی تلقین قبول کر کے اس حدیث میں ''نہ کرنے'' کے (**ثم لا یعود والے**) الفاظ بڑھا دیے لہٰذا اس روایت سے استدلال کرنا حلال نہیں ہے۔

تیسرا جواب:

یزید بن ابی زیاد مدلس تھا۔

[جامع التحصیل فی احکام المراسیل للحافظ العلائی (ص ۱۱۲، رقم ۶۲) علوم الحدیث للحاکم (ص ۱۰۵) قصیدہ فی المدلسین لابی محمود المقدسی شعر ۶، رسالۃ السیوطی فی المدلسین (۶۷) وابو زرعۃ ابن العراقی (۷۱) والذہبی فی ارجوزتہ، طبقات المدلسین لابن حجر (المرتبۃ الثالثۃ ۳/۱۱۲)]

اسے امام دارقطنی اور حاکم وغیرہما نے مدلس قرار دیا ہے۔

یزید بن ابی زیاد سے رفع الیدین نہ کرنے کی یعنی'' **ثم لا یعود** ''وغیرہ کے مختلف الفاظ کے ساتھ جتنی روایات بھی ملتی ہیں کسی میں بھی سماع کی تصریح نہیں ہے۔ شعبہ کی روایت میں سماع کی تصریح ہے، مگر اس میں رفع الیدین نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ روایت یزید مدلس کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

یاد رہے کہ مدلس کا عنعنہ صحت حدیث کے منافی ہوتا ہے۔

چوتھا جواب:

محدثین کا اجماع ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور ''نہ کرنے'' کے الفاظ اس میں یزید بن ابی زیاد نے اضافہ کر دیے ہیں۔

ابن الملقن نے کہا:'' **فهو حديث ضعيف باتفاق الحفاظ ...** ''اس حدیث کے ضعیف ہونے پر حفاظِ حدیث کا اتفاق (اجماع) ہے۔

[البدر المنیر ۳/۴۸۷، نیز دیکھئے نیل الاوطار ۲/۱۸۰]

مثلاً درج ذیل محدثین نے خاص طور پر اس حدیث کے ضعیف ہونے کی صراحت کی ہے:

۱۔ سفیان بن عیینہ

۲۔ الشافعی

۳۔ الحمیدی

۴۔ احمد بن حنبل

۵۔ یحییٰ بن معین

[قال یحییٰ بن معین فی روایۃ الدوری (ج۳ص۲۶۴) حدیث البراء ان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کان یرفع یدیہ لیس ھو اصحیح الاسناد]

۶۔ الدارمی

۷۔ البخاری

۸۔ ابن عبدالبر

۹۔ البیہقی

۱۰۔ ابن الجوزی [البدرالمنیر ۴۸۷/۳]

۱۱۔ البزار [بحوالہ عمدۃ القاری للعینی ۲۷۳/۵ والتلخیص الحبیر ۲۲۱/۱]

کسی ایک محدث یا امام نے بھی اس حدیث کو صحیح یا حسن نہیں کہا۔

پانچواں جواب:

اس بات پر بھی ائمۂ حدیث کا اجماع ہے کہ یزید الکوفی کی حدیث میں ''**لم یعد** '' کے الفاظ مُدرج ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا:

''واتفق الحفاظ علٰی أن قولہ ثم لم یعد مدرج فی الخبر من قول یزید بن أبي زیاد و رواہ عنہ بدونھا شعبة والثوري وخالد الطحان وزھیر وغیر ھم من الحفاظ .''

حفاظِ حدیث کا اس پر اتفاق ہے کہ اس حدیث میں ''**لم یعد**'' کا قول یزید کا مدرج ہے اس سے شعبہ، ثوری، خالد اور زہیر وغیرہم نے اس قول کے بغیر اس روایت کو بیان کیا ہے۔ [التلخیص الحبیر ۲۲۱/۱]

نیز ملاحظہ فرمائیں چوتھا جواب اور'' **المدرج إلی المدرج**'' [للسیوطی ص۱۹ حدیث نمبر۴]

چھٹا جواب:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب حدیث کا تیسرا، چوتھا، پانچواں اور چھٹا جواب دوبارہ ملاحظہ فرمائیں۔ اس حدیث پر بھی وہی اعتراضات قائم ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور اپنے مفہوم پر غیر صریح ہے۔

تنبیہ: محمد ابن ابی لیلیٰ نے اس روایت کو **عن أخیه عیسیٰ عن الحکم عن عبدالرحمٰن بن أبي لیلیٰ عن البراء بن عازب** کی سند سے بیان کیا ہے۔

[سنن ابی داود ۱/۷۹ ح ۷۵۲]

امام ابوداود نے کہا: "**ھٰذا الحدیث لیس بصحیح**" یعنی یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اس میں علت قادحہ یہ ہے کہ محمد ابن ابی لیلیٰ نے یہ حدیث یزید بن ابی زیاد سے سنی تھی، امام احمد بن حنبل نے محمد بن عبداللہ بن نمیر (ثقہ امام) سے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن ابی لیلیٰ کی کتاب میں دیکھا تو وہ اس حدیث کو یزید بن ابی زیاد سے روایت کر رہا تھا۔

[کتاب العلل لاحمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۴۳ رقم ۶۹۳ وسندہ صحیح، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۹ قلمی]

اس پر طُرّہ یہ کہ محمد ابن ابی لیلیٰ خود بھی ضعیف ہے۔ حتیٰ کہ طحاوی حنفی نے بھی اسے "**مضطرب الحفظ جداً**" قرار دیا ہے۔ [مشکل الآثار ۳/۲۲۶]

زیلعی نے کہا: **ضعیف** (نصب الرایہ ۱/۳۱۸)

انور شاہ کاشمیری نے کہا:

"**فھو ضعیف عندي کما ذھب إلیه الجمھور**" یعنی وہ جمہور محدثین کی طرح میرے نزدیک (بھی) ضعیف ہے۔ [فیض الباری ۳/۱۶۸]

لہٰذا یہ متابعت مردود ہے۔ اصل دارومدار محمد ابن ابی لیلیٰ کے استاد یزید بن ابی زیاد ضعیف کوفی شیعہ مدلس پر ہے۔

چوتھا شبہ: حدیث محمد بن جابر السحیمی

محمد بن جابر عن حماد عن إبراهيم عن علقمة عن عبدالله قال: صليت مع النبي ﷺ ومع أبي بكر و مع عمر رضي الله عنهما فلم يرفعوا أيديهم إلاعند التكبيرة الأولىٰ في افتتاح الصلوٰة.

محمد بن جابر نے (اپنی من گھڑت سند کے ساتھ) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے نبی ﷺ اور ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نماز پڑھی ہے وہ شروع نماز میں تکبیر تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے۔

امام دارقطنی نے کہا: اس حدیث کو صرف محمد بن جابر نے بیان کیا ہے اور وہ ضعیف تھا۔
[سنن الدارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵، وقال: تفرد به محمد بن جابر وکان ضعیفاً]

پہلا جواب:

یہ حدیث موضوع ہے۔ اسے کسی امام نے بھی صحیح نہیں کہا بلکہ بے شمار ائمہ نے اسے صاف طور پر ضعیف و موضوع قرار دیا ہے:

① امام احمد بن حنبل نے کہا: یہ حدیث منکر ہے اور انھوں نے اس حدیث کا سخت انکار کیا ہے۔
[کتاب العلل ج ۱ ص ۱۴۴ رقم ۷۰۱]

② امام حاکم نے کہا: **هٰذا إسناد ضعيف** [معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱/۲۲۰]
یعنی یہ سند ضعیف ہے اور اسے مقلوب و غیر محفوظ قرار دیا۔
[الخلافیات للبیہقی بحوالہ البدر المنیر ۳/۴۹۴]

③ الدارقطنی [السنن ۱/۲۹۵]

④ البیہقی [السنن الکبریٰ ۲/۸۰]

⑤ ابن الجوزی نے موضوع قرار دیا۔ [الموضوعات ۲/۹۶]

⑥ ابن القیسرانی [تذکرۃ الموضوعات ص ۷۸]

⑦ الشوکانی [الفوائد المجموعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ص ۲۹]

⑧ ابن القیم [المنار المنیف ص ۱۳۸]

⑨ ابن عراق [تنزیہ الشریعۃ ۱۰۱/۲]

دوسرا جواب: اس کا راوی محمد بن جابر ضعیف ہے۔

محمد بن جابر الیمامی جرح وتعدیل کی روشنی میں

جارح	جرح	حوالہ
1- احمد بن حنبل	لا يحدث عنه إلاشر منه كان ربما ألحق أو يلحق في كتابه يعنى الحديث	تهذيب التهذيب وغيره
2- یحییٰ بن معین	ضعيف (لا يحدث عنه إلامن هو شرمنه)	....
3- عمرو بن علی	صدوق كثير الوهم متروك الحديث	....
4- بخاری	ليس بالقوي يتكلمون فيه روى مناكير	....
5- ابوداود	ليس بشيً	....
6- النسائی	ضعيف	....
7- ابن مہدی	(يضعفه)	....
8- یعقوب بن سفیان	ضعيف	....
9- العجلی	ضعيف	....
10- ابن حبان	كان أعمى يلحق في كتبه ما ليس من حديثه ويسرق ماذكره فيحدث به	....
11- الدارقطنی	ضعيف	....
12- الذہبی	ضعيف	....
13- البیہقی	ضعيف	....
14- العقیلی	(ذكره في كتاب الضعفاء)	الضعفاء للعقيلي
15- الزیلعی	ضعيف	نصب الراية
16- الحاکم	ضعفه	المعرفة للبيهقي 525/1 (۲۲۰ق)
17- الہیثمی	ضعيف وقد وثقه غير واحد	مجمع الزوائد 295/4
18- السمعانی	(ذكر نحو ماقال) ابن حبان فيه	الأنساب 229/3
19- ابن القیم	(جرحه)	المنار المنيف
20- ابن حجر	صدوق ذهبت كتبه فساء حفظه وخلط كثيراً وعمى فصار يلقن ورجحه أبوحاتم على ابن لهيعة	تقريب التهذيب

اس جم غفیر اور سیل جرار کے مقابلے میں صرف دو اشخاص نے اس کی تعدیل کی ہے:

① الذہلی: **وقال لا بأس فيه** [تہذیب التہذیب]

② اسحٰق بن ابی اسرائیل [نصب الرایۃ بحوالہ ابن عدی]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ائمۂ مسلمین ومومنین کی عظیم اکثریت نے اسے اس کے

بُرے حافظے، اختلاط اور تلقین گیری اور الحاق فی الکتب کی وجہ سے ضعیف ومتروک قرار دیا ہے۔
انتہائی معتدل امام ابوزرعہ الرازی نے کہا: ''**محمد بن جابر ساقط الحديث عند أهل العلم**'' علماء کے نزدیک محمد بن جابر ساقط الحدیث ہے۔ [الجرح والتعدیل ۲۲۰/۷]
حافظ نورالدین الہیثمی نے کہا: '' **وفيه محمد بن جابر اليمامي وهو ضعيف عند الجمهور و قد وثق** '' اس سند میں محمد بن جابر الیمامی ہے جو کہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے اور اس کی توثیق بھی کی گئی ہے۔ (یہ توثیق مردود ہے۔ غالباً اس لیے حافظ ہیثمی نے اس کے لئے صیغۂ تمریض استعمال کیا ہے۔) [مجمع الزوائد ۱۹۱/۵]

تیسرا جواب:

آخری عمر میں محمد بن جابر اختلاط کا شکار ہو گیا تھا۔
[ملاحظہ ہو الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات لابن الکیال ص ۴۹۵ والجرح والتعدیل وسیر اعلام النبلاء ۲۳۸/۸]
اس سے یہ حدیث اس کے قدیم شاگرد روایت نہیں کرتے، بلکہ ایک متاخر راوی اسحٰق بن ابی اسرائیل بیان کرتے ہیں جو کہ ۱۵۱ھ میں پیدا ہوئے۔ [تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۹۶]
محمد بن جابر تقریباً ۱۷۰ھ کے چند سال بعد فوت ہوئے۔ [النبلاء ۲۳۸/۸]
یعنی اس کی وفات کے وقت اسحٰق مذکور تقریباً بیس یا کچھ زیادہ برس کے نوجوان تھے لہٰذا انھوں نے یہ حدیث محمد بن جابر کے اختلاط کے بعد سنی ہے۔

چوتھا جواب:

حماد بن ابی سلیمان آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔ ابن سعد نے کہا: ''**اختلط في آخر أمره** '' [تہذیب التہذیب ۱۵/۳]
حافظ نورالدین الہیثمی نے کہا: '' **ولا يقبل من حديث حماد إلا مارواه عنه القدماء شعبة وسفيان الثوري والدستوائي و من عدا هولاء رووا عنه بعد الإختلاط** '' حماد کی صرف وہ روایت قبول کی جاتی ہے جو اس سے اس کے قدیم شاگردوں

شعبہ، سفیان الثوری اور الدستوائی نے بیان کی ہے۔ان کے علاوہ سارے لوگوں نے اس سے اختلاط کے بعد سماع کیا ہے۔ [مجمع الزوائد ج۱ص۱۱۹، ۱۲۰]

لہٰذا معلوم ہوا کہ محمد بن جابر کا حماد سے سماع بعد از اختلاط ہے۔

ان عللِ قادحہ کی وجہ سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث ضعیف و باطل ہے اور اس کے ساتھ استدلال مردود ہے۔

پانچواں شبہ: موضوع روایات

بعض کذابین نے رفع الیدین کے خلاف ایسی روایات پیش کی ہیں جو کہ بالاتفاق موضوع اور من گھڑت ہیں۔مثلاً:

① ایک حدیث جو سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہے، امام حاکم نے کہا: موضوع ہے، حافظ ابن حجر نے حاکم کی تائید کی ہے۔[الدرایہ ۱/۱۵۲]

حافظ ابن قیم نے کہا: ''**ومن شم روائح الحدیث علی بُعْدٍ: شهد باللّٰه أنه موضوع** ''جس نے حدیث کی خوشبو دور سے سونگھی ہے وہ اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔[المنار المنیف ص۱۳۸ رقم ۳۱۴]

② ایک روایت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے منسوب کی گئی ہے۔

[اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ج۲ص۱۹]

یہ سند موضوع ہے اور اس کا گھڑنے والا محمد بن عکاشہ ہے، محمد بن عکاشہ مشہور کذاب تھا۔

[ملاحظہ فرمائیں لسان المیزان ج۵ص۳۲۴ وعامۃ کتب الضعفاء]

اس سے مامون بن احمد کذاب نے اس روایت کو چوری کیا ہے۔ [الدرایہ ج۱ص۱۵۲]

③ اسی طرح عباد بن الزبیر نامی کسی شخص کی طرف ایک روایت منسوب کی گئی ہے، جس میں: اول: انقطاع ہے۔(بشرط توثیقِ راوی وتسلیمِ ارسال الزاماً)

دوم: عباد بن الزبیر نامعلوم ہے(یاد رہے کہ یہ عباد بن عبداللہ بن الزبیر نہیں ہے)

سوم: اس کے بعض راویوں میں نظر بھی ہے۔ [الدرایۃ ج۱ص۱۵۲]

چہارم: اس کی سند میں حفص بن غیاث مدلس ہے اور روایت معنعن ہے۔
حافظ ابن قیم نے اس روایت کے بارے میں کہا: ''وھو موضوع'' یہ روایت موضوع ہے۔ [المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ص ۱۳۹ رقم ۳۱۵]
جھوٹی روایت سے صرف وہی استدلال کرتا ہے جو خود جھوٹا ہوتا ہے۔

چھٹا شبہ: عدم ذکر

بعض لوگوں نے ترک رفع الیدین کے استدلال کی بھرتی میں ان روایات کو بھی درج کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جن میں رفع الیدین کے کرنے یا نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ ان لوگوں کی مکمل جہالت کی واضح دلیل ہے، ورنہ ان پر لازم آتا ہے کہ تکبیرِ تحریمہ، قنوت اور عیدین والا رفع الیدین بھی نہ کریں کیوں کہ بہت سی صحیح احادیث میں ان کا ذکر تک نہیں ہے۔
ہم شروع میں واضح کر آئے ہیں کہ (ثبوتِ ذکر کے بعد) عدمِ ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں ہے لہٰذا یہ استدلال بالکلیہ مردود ہے۔
اسی طرح ''لا ترفع الأیدي'' والی روایت میں رکوع والے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا بنیادی راوی محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے جیسا کہ قوی دلائل کے ساتھ ثابت کر دیا گیا ہے۔ (کہا جاتا ہے کہ) امام عبداللہ بن المبارک نے محمد بن ابی لیلیٰ کی اس ''لا ترفع'' والی روایت کے بارے میں کہا: ''ھذا من فواحش ابن أبي لیلٰی'' یعنی یہ ابن ابی لیلیٰ کی فحش غلطیوں میں سے ہے۔ [المجروحین لابن حبان ۲/ ۲۴۶]
اور اس میں دوسری بہت سی علتیں ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس میں قنوت اور عیدین کے رفع الیدین کا ذکر نہیں ہے تو وہ کس دلیل سے کیا جاتا ہے؟

ساتواں شبہ: دعویٰ نسخ

بعض لوگوں نے انتہائی سینہ زوری کا ثبوت دیتے ہوئے رفع الیدین کے نسخ کا بے بنیاد دعویٰ کیا ہے۔ یہ دعویٰ کئی دلائل کی رُو سے مردود ہے:

① اس کا صریح صحیح ناسخ موجود نہیں ہے۔

② صحابہ وتابعین کے مبارک دور میں رفع الیدین پر عمل ہوتا رہا ہے اور رفع الیدین کا ترک کسی ایک صحابی سے بھی باسند صحیح ثابت نہیں ہے، جس کی تفصیل آ گے آ رہی ہے۔

③ ترک رفع الیدین ہی ثابت نہیں ہے، لہٰذا دعویٰ نسخ کیسا؟

④ ناسخ ومنسوخ پر جو کتابیں لکھی گئی ہیں مثلاً کتاب الحازمی، کتاب ابن شاہین، کتاب ابن الجوزی وغیرہ۔ ان کتابوں کے مصنفین نے اس مسئلہ کو اپنی کتابوں میں ذکر تک نہیں کیا، ہے کوئی! جو اس موضوع کی کسی ایک کتاب سے یہ مسئلہ نکال کر ہمیں دکھائے؟

⑤ میں نے دلائل رفع یدین میں صحیح حدیث سے ثابت کر دیا ہے کہ نبی ﷺ ۹ھ اور ۱۰ھ میں رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔ اب ہمیں صحیح حدیث کے ساتھ بتایا جائے کہ کس سن ہجری میں رفع الیدین منسوخ یا ترک کر دیا گیا تھا؟

⑥ اگر معاذ اللہ! رفع الیدین منسوخ ہو گیا تھا تو پھر تکبیر تحریمہ، قنوت اور عیدین والا کس طرح اس نسخ سے بچ گیا؟

⑦ نبی ﷺ کی ساری زندگی میں صرف ایک نماز کا بھی ثبوت نہیں ہے کہ آپ نے رفع الیدین نہ کیا ہو۔ جب ترک ہی ثابت نہیں ہے تو نسخ کس طرح ثابت ہوگا؟

⑧ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رفع الیدین نہ کرنے والوں کو کنکریوں سے مارتے تھے۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین: ۱۵ وسندہ صحیح]

کسی صحابی نے کسی کو بھی رفع الیدین کرنے پر نہیں مارا لہٰذا دعویٔ نسخ باطل ہے۔

⑨ رفع الیدین کی احادیث میں ''کان'' کا لفظ آیا ہے۔

حافظ زیلعی حنفی نے کہا: '' فإنه بلفظ " كان " المقتضية للدوام ''یعنی'' کان '' کا لفظ دوام کا مقتضی ہے۔ [نصب الرایہ ۱/۳۱۱]

یہاں پر کوئی قرینۂ صارفہ بھی نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ حنفیوں کے نزدیک نبی ﷺ ہمیشہ (علی الدوام) رفع الیدین کرتے رہے ہیں لہٰذا دعویٰ نسخ مردود ہے۔

⑩ حافظ ابن قیم نے کہا:

'' ومن ذلك أحاديث المنع من رفع اليدين فی الصلٰوة عند الركوع والرفع منه كلها باطلة علٰی رسول الله ﷺ لا يصح منها شيء كحديث عبدالله بن مسعود رضي الله عنه: إنما أصلي بكم صلٰوة رسول الله ﷺ قال: فصلٰی فلم يرفع يديه إلا في أول مرة ''

(موضوع احادیث میں سے) نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرنے کی ممانعت کی ساری احادیث باطل ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی صحیح نہیں ہے۔ مثلاً سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی (سند سے منسوب) حدیث کہ انھوں نے صرف پہلی مرتبہ رفع الیدین کیا (باطل ہے۔) [المنار المنیف ص ۱۳۷]

نسخ کے دعویداروں کا فرض ہے کہ پہلے ترک تو ثابت کریں۔

تحقیق کا خلاصہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کیا کرتے تھے۔ اس بات کو درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم نے بیان کیا ہے:

ابن عمر، مالک بن الحویرث، وائل بن حجر، ابوحمید الساعدی، علی بن ابی طالب، ابوموسیٰ الاشعری، ابوبکر الصدیق، عبداللہ بن الزبیر، ابوقتادہ، سہل بن سعد الساعدی، ابواسید، محمد بن مسلمہ اور جابر وغیرہم رضی اللہ عنہم اجمعین (ان روایات کی سندیں صحیح ہیں۔)

اس کے خلاف کسی ایک بھی صحیح یا حسن حدیث میں ترک رفع الیدین باصراحت ثابت نہیں ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ ہر نماز میں رفع الیدین کریں۔

امام علی بن عبداللہ المدینی (ثقہ امام) نے رفع الیدین کی ایک حدیث کے بعد کہا:

''حق على المسلمين أن يرفعوا أيديهم لهٰذا الحديث ''

اس حدیث کی بنا پر مسلمانوں پر یہ لازم ہے کہ وہ (نماز میں) رفع الیدین کریں۔

[صحیح البخاری بالہامش نسخۃ الشعب ج ا ص ۱۸۸ و نسخہ پاکستانیہ ج ا ص ۱۰۲، فتح الباری ج ۲ ص ۱۷۵ جزء رفع الیدین



ص۳۴ حدیث۲، التلخیص الحبیر ج۱ ص۲۱۸ حدیث ۳۲۷]

دیکھئے ان کی اس اپیل پر کون لبیک کہتا ہے۔؟!



باب دوم

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین

صحیح اور حسن سندوں کے ساتھ ثابت ہے کہ درج ذیل صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

۱۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے رفع الیدین کو درج ذیل تابعین نے روایت کیا ہے:

① نافع [صحیح بخاری:۷۳۹]

② محارب بن دثار [جزء البخاری:۴۸ وإسنادہ صحیح، مسند ابی یعلیٰ ۲/۲۴۶ وإسنادہ حسن]

③ طاؤس [جزء رفع الیدین:۴۸]

④ سالم [جزء رفع الیدین للبخاری:۷۷ وھو صحیح]

⑤ ابوالزبیر [مسائل الامام احمد بن حنبل روایۃ عبداللہ بن احمد ج ا ص ۲۴۴ وإسنادہ صحیح]

بلکہ امام نافع رحمہ اللہ (تابعی) بیان کرتے ہیں کہ

"**أن ابن عمر رضي الله عنهما كان إذا رأى رجلاً لايرفع يديه إذا ركع وإذا رفع رماه بالحصى**" ابن عمر رضی اللہ عنہما جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری:۱۵ وسندہ صحیح]

نووی نے کہا: "**بإسناده الصحيح عن نافع**" یعنی اس کی سند صحیح ہے۔

[المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۵]

ابن الملقن نے کہا: "**بإسناد صحيح عن نافع**" [البدر المنیر ۳/۴۷۸]

۲۔ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [البخاری:۷۳۷ ومسلم:۳۹۱]

۳۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ

[سنن الدارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح ومسائل احمد روایۃ صالح ص ۷۴ والاوسط لابن المنذر ۳/۱۳۸ وسندہ صحیح]

۴۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

۵۔ ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

۶۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

قال البخاري في جزء رفع اليدين :"حدثنا مسدد:ثنا عبدالواحد بن زياد عن عاصم الأحول قال:رأيت أنس بن مالك رضي الله عنه إذا افتتح الصلٰوة كبر ورفع يديه ويرفع كلما ركع ورفع رأسه من الركوع ."

سیدنا انس رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین: ۲۰ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے جزء رفع الیدین: ۶۵]

۷۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

قال البخاري في جزء رفع اليدين :"حدثنا سليمان بن حرب :ثنا يزيد بن إبراهيم عن قيس بن سعد عن عطاء قال:صليت مع أبي هريرة رضي الله عنه فكان يرفع يديه إذا كبر وإذا ركع (وإذا رفع)."

یعنی سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ، (رکوع کے لئے) تکبیر کہتے وقت اور (رکوع سے) اُٹھتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح]

۸۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما

آپ رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن]

اس کے راوی صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ وصدوق ہیں۔

ابوحمزہ عمران بن ابی عطاء الاسدی کو درج ذیل علماء نے ثقہ قرار دیا ہے:

① احمد بن حنبل ② ابن معین ③ ابن نمیر ④ ابن حبان ⑤ مسلم (بتخریج حدیثہ) ⑥ الذہبی فی سیر اعلام النبلاء (۵/۳۸۷)

اور درج ذیل علماء نے ضعیف قرار دیا ہے:

① ابوزرعہ ② ابوحاتم ③ نسائی ④ ابوداود (ملخصاً من التہذیب)

لہٰذا القول راجح ابوحمزہ ثقہ وصدوق ہے۔

تنبیہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب تفسیر ابن عباس ساری کی ساری مکذوب و موضوع ہے۔ اس کے بنیادی راوی محمد بن مروان السدی، الکلبی اور ابوصالح تینوں کذاب (جھوٹے راوی) ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے لہٰذا اس نام نہاد تفسیر سے استدلال کسی کے لئے حلال نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ اس تفسیر میں بھی رفع الیدین کے خلاف کوئی صریح بات موجود نہیں ہے۔

۹۔ صحابۂ کرام کا رفع الیدین کرنا

امام بیہقی نے کہا:

أخبرنا محمد بن عبدالله: حدثني محمد بن صالح: حدثنا يعقوب بن يوسف الأخرم: حدثنا الحسن بن عيسى: أنبأنا ابن المبارك: أنبأنا عبدالملك بن أبي سليمان عن سعيد بن جبير أنه سئل عن رفع اليدين فى الصلوٰة فقال: هو شيء يزين به الرجل صلوٰته وكان أصحاب رسول الله ﷺ يرفعون أيديهم فى الإفتتاح و عندالركوع وإذا رفعوا رؤسهم۔

سعید بن جبیر تابعی رحمہ اللہ سے رفع الیدین کے متعلق پوچھا گیا تو انھوں نے کہا: یہ نماز کی زینت ہے اور رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع الیدین کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۵ وسندہ صحیح]

سند کی تحقیق

یہ سند بالکل صحیح ہے۔ راویوں کا علی الترتیب جائزہ پیشِ خدمت ہے:

① امام محمد بن عبداللہ الحاکم مشہور امام ہیں اور صدوق ہیں، مستدرک کے مصنف ہیں۔

مزید تحقیق کے لئے ملاحظہ فرمائیں: سیر اعلام النبلاء ۱۶۲/۱۷، میزان الاعتدال ۶۰۸/۳، تذکرۃ الحفاظ ۱۰۳۹/۳، تاریخ بغداد ۴۷۳/۵، الانساب للسمعانی ۴۳۲/۱، المنتظم لابن الجوزی ۲۷۴/۷، العبر ۹۱/۳، البدایہ والنہایہ (۳۵۱/۱۱)

ان پر جرح مردود ہے۔

② محمد بن صالح بن ہانی ثقہ تھے۔ [المنتظم ۸۶/۴]

③ یعقوب بن یوسف الاخرم سے ان کے بیٹے امام، حافظ، متقن، حجت محمد بن یعقوب بن یوسف النیسابوری، ابن الشرقی، یحیٰ العنبری، محمد بن صالح اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔ انھوں نے مصر میں پڑھا۔ قتیبہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا اور ان سے امام مسلم نے حدیث لکھی ہے۔ حافظ ذہبی کہتے ہیں: '' **وکان لبیباً نبیلاً فقیھاً کثیر العلم** '' (تاریخ الاسلام ۳۳۸/۲۱) اور ان کی وفات ۲۸۷ھ میں ہوئی۔

ان کو امام ابوحازم عمر بن احمد العبدوی نے ثقہ کہا۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲۳۰/۵]

④ الحسن بن عیسیٰ ثقہ تھے۔ [التقریب: ۱۲۸۸]

⑤ ابن المبارک ثقہ ثبت فقیہ عالم، جواد مجاہد تھے۔ [التقریب: ۳۵۷۰]

⑥ عبدالملک بن ابی سلیمان مشہور ثقہ تھے۔ [میزان الاعتدال ۶۵۶/۲]

ان کو احمد اور ابن معین وغیرہما نے ثقہ قرار دیا ہے۔ وہم کے مطلق الزام سے ان کی ہر حدیث ساقط نہیں ہوسکتی، کون ہے جسے وہم نہیں ہوا ہے؟ یاد رہے کہ ان کی یہ روایت کسی ثقہ راوی کے مخالف نہیں ہے۔

⑦ سعید بن جبیر تابعی ثقہ ثبت فقیہ تھے۔ [التقریب: ۲۲۷۸]

خلاصہ یہ کہ اس اثر کی سند بالکل صحیح ہے اور یہ اثر اس بات کی واضح دلیل ہے کہ

۱: رفع الیدین نماز کی زینت ہے۔ ۲: صحابۂ کرام رفع الیدین کیا کرتے تھے۔

سعید بن جبیر مشہور جلیل القدر تابعی تھے جنھیں ان کی حق گوئی کی وجہ سے شہید کر دیا گیا تھا۔ ان کی گواہی سے معلوم ہوا کہ (تمام) صحابہ (رضی اللہ عنہم) رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین

کرتے تھے۔انھوں نے کسی ایک صحابی کا بھی استثنا نہیں کیا ہے لہٰذا رفع الیدین پر صحابہ کا اجماع ثابت ہو گیا۔مزید دیکھئے جزء رفع الیدین (۲۹ وسندہ صحیح)
مگر جو شخص ''میں نہ مانوں''۔۔۔''میں نہ مانوں'' کی رٹ لگائے رکھے اس کا کیا علاج ہے؟

تارکین و مانعین کے آثار

گزشتہ صفحات میں ثابت کیا جا چکا ہے کہ تمام صحابہ رفع الیدین کرتے تھے۔
حجۃ الاسلام، امام الفقہاء والمحدثین محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
''کسی ایک صحابی سے بھی رفع الیدین نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔''
[جزء رفع الیدین: ۴۰، ۷۶، ۱۷۱، المجموع شرح المہذب ۳/۴۰۵]
اس باب میں منکرینِ رفع الیدین جو آثار پیش کرتے ہیں ان کا مختصر و جامع جائزہ پیش خدمت ہے:

(۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر

''إبراهيم عن الأسود قال: رأيت عمر بن الخطاب يرفع يديه في أول تكبيرة ثم لا يعود''
ابراہیم عن اسود کی سند سے روایت ہے کہ میں نے (سیدنا) عمر بن الخطاب (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے کہ وہ شروع تکبیر میں رفع الیدین کرتے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے۔
[معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۷]

امام ابو عبداللہ الحاکم نیشاپوری نے اس روایت پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ روایت شاذ ہے، اس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہوتی۔صحیح احادیث میں ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین کرتے تھے۔
[نصب الرایہ ج ۱ ص ۴۰۵ والبدر المنیر ۳/۵۰۱]

امام ابو زرعہ رازی نے الحسن بن عیاش کے مقابلے میں سفیان الثوری کی اس روایت کو اصح قرار دیا ہے جس میں پھر نہ کرنے کا ذکر نہیں ہے۔ [علل الحدیث لابن ابی حاتم ج ۱ ص ۹۵]
ابن جوزی نے کہا کہ یہ اثر صحیح (ثابت) نہیں ہے۔

[البدر المنیر ۳/۵۰۱، التحقیق فی اختلاف الحدیث ج ا ص ۲۸۲ مع التنقیح]

امام ابوزرعہ، امام حاکم اور جمہور کی تحقیق امام طحاوی کی تحقیق پر مقدم ہے۔

دوسرے یہ کہ اس روایت میں ابراہیم نخعی کوفی مدلس ہیں۔[طبقات المدلسین لابن حجر (ص ۲۸ رقم ۳۵) جامع التحصیل فی احکام المراسیل للحافظ صلاح الدین بن کیکلدی العلائی (ص ۱۰۴) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم (ص ۱۰۸) المدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی (۲) والمدلسین للسیوطی (۱) والتبیین للحلبی (۱۴)]

اور یہ روایت معنعن ہے۔

حدیث ابن مسعود کے تحت بیان کر دیا گیا ہے کہ مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔
علامہ نووی نے کہا: '' والمدلس إذا عنعن لا يحتج به بالإتفاق ''اگر مدلس عن کے ساتھ روایت کرے تو وہ روایت بالاتفاق حجت نہیں ہوتی۔ [نصب الرایۃ ج ۲ ص ۳۴]

ایک علت یہ بھی ہے کہ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رفع الیدین نہ کرنے والے ہوتے تو ان کا جلیل القدر اور فقیہ بیٹا عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی رفع الیدین نہ کرتا، حالانکہ معاملہ برعکس ہے۔ ابن عمر رفع الیدین کرتے تھے بلکہ نہ کرنے والوں کو مارتے تھے لہٰذا یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

ایک جواب یہ بھی ہے کہ اس روایت سے منکرینِ رفع یدین کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ یہ لوگ قنوت، وتر اور عیدین میں رفع الیدین کرتے ہیں۔ اگر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ اثر صحیح ہوتا تو پھر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ انھوں نے تکبیر تحریمہ کے بعد (قنوت، وتر اور عیدین) میں بھی رفع الیدین نہیں کیا ہے(!) تو پھر یہ لوگ کیوں کرتے ہیں؟ اگر قنوت، وتر اور عیدین کی تخصیص دیگر دلائل سے ثابت ہے تو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کی تخصیص بھی دیگر دلائل سے ثابت ہے۔ منکرین رفع یدین کو چاہیے کہ کوئی ایسا صریح صحیح اثر پیش کریں جس میں صاف ہو کہ فلاں صحابی نے رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع الیدین نہیں کیا یا نہیں کرتے تھے۔ اصل تنازعہ تو رکوع والے رفع الیدین کا ہے۔ جب دعویٰ خاص ہے تو پھر دلیل بھی خاص ہونی چاہیے۔



(۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر

عن أبي بكر النهشلي: ثنا عاصم بن كليب عن أبيه أن علياً رضي الله عنه كان يرفع يديه في أول تكبيرة من الصلوة ثم لا يعود .

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔ [معانی الآثار للطحاوی ۱/۲۲۵ نصب الرایۃ ۱/۴۰۶]

اس کا پہلا جواب یہ ہے:

۱۔ مروی ہے کہ سفیان ثوری نے اس اثر کا انکار کیا ہے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری:۱۱]

۲۔ امام عثمان بن سعید الدارمی نے اس کو واہی (کمزور) کہا۔
[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۰، ۸۱ و معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۰]

۳۔ امام شافعی نے اسے غیر ثابت کہا۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۱]

۴۔ امام احمد نے گویا اس کا انکار کیا ہے۔ [المسائل لاحمد ج ۱ ص ۳۴۳]

۵۔ امام بخاری نے جرح کی۔ [جزء رفع الیدین:۱۱]

۶۔ ابن الملقن نے اسے "**ضعيف لا يصح عنه**" کہا۔ [البدر المنیر ۳/۴۹۹]

یعنی جمہور محدثین کے نزدیک یہ اثر ضعیف و غیر ثابت ہے لہٰذا اس سے استدلال مردود ہے۔
دوسرا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں رکوع کا ذکر نہیں ہے، یعنی یہ عام ہے اور رفع الیدین والی روایات (من جملہ حدیث علی رضی اللہ عنہ) خاص ہیں اور یہ اصول ہے کہ خاص عام پر مقدم ہوتا ہے۔ ورنہ پھر منکرین رفع الیدین قنوت اور عیدین میں کیوں رفع الیدین کرتے ہیں؟
نیز دیکھئے ص ۱۱۷

(۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب اثر

ایک روایت کے بارے میں ہم پہلے ثابت کر آئے ہیں کہ ضعیف اور مردود ہے۔
دوسرا اثر درج ذیل ہے:

”عن إبراهيم النخعي قال: كان عبدالله بن مسعود لا يرفع يديه في شئ من الصلوٰة إلا فى الإفتتاح“

ابراہیم نخعی نے کہا: ابن مسعود رضی اللہ عنہ کسی نماز میں بھی رفع الیدین نہیں کرتے تھے سوائے شروع نماز میں۔ [الطحاوی بحوالہ نصب الرایۃ ۱/۴۰۶]

پہلا جواب:

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ ۳۲ یا ۳۳ ہجری کو فوت ہوئے ہیں۔

[تہذیب التہذیب ۶/۲۵ وتقریب التہذیب: ۳۶۱۳]

اور ابراہیم بن یزید نخعی ۳۷ ہجری کے بعد پیدا ہوئے تھے۔

[ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۱۵۵]

لہٰذا یہ سند منقطع ہے۔

اگر کہا جائے کہ یہ روایت ابراہیم نخعی نے ”غیر واحد“ (کئی اشخاص) سے سنی ہے یا ایک جماعت سے سنی ہے۔ (نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۰۶، ۴۰۷) تو اس کا جواب یہ ہے کہ ”غیر واحد“ اور ”جماعت“ دونوں نامعلوم اور غیر متعین ہیں لہٰذا ان سے استدلال مخدوش ہے۔ حافظ گوندلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ روایت فی نفسہٖ قابل حجت بھی ہوسکتی ہے کیوں کہ حجت ہونا یا نہ ہونا تو اتصال وانقطاع اور صحت وضعف پر موقوف ہے۔

یہ عبارت مرویاتِ ابراہیم کے قابل حجت ہونے پر دال نہیں ہے۔

اولاً: اس لئے کہ ممکن ہے دو تین کوفی جمع ہو کر اسے حدیث سنائیں اور وہ تینوں ضعیف الحافظہ ہوں۔

ثانیاً: پتا نہیں کہ سلسلۂ اسناد عبداللہ تک کتنے واسطوں سے پہنچتا ہے۔ بعض اوقات تابعی اور صحابی کے درمیان دو چار بلکہ سات واسطے بھی ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق تحقیقات نہایت ضروری ہیں۔

ثالثاً: ممکن ہے ابراہیم کے نزدیک وہ ثقہ ہوں مگر دیگر ائمۂ فن کے ہاں ضعیف ہوں۔
والجرح مقدم علی التعدیل، تعدیل مبہم مقلد کا مایۂ ناز ہوسکتی ہے ایک تشنۂ تحقیق کی سیرابی کے لئے ناکافی ہے۔

انھی خدشات کی روشنی میں جرح وتعدیل کے ایک بہت بڑے امام نے یہی فیصلہ فرمایا ہے کہ ابراہیم سے عبداللہ کی روایات ضعیف ہیں۔ یعنی امام ذہبی کا میزان الاعتدال ج۱ص۳۵ میں ارشاد ہے:

قلت: استقر الأمر علٰی أن إبراهيم حجة وأنه إذا أرسل عن ابن مسعود وغيره فليس ذلك بحسن انتهٰی۔

قال الإمام الشافعي: إن إبراهيم النخعي لو روى عن علي وعبدالله لم يقبل منه لأنه لم يلق واحداً منهما۔ انتهى كلامه

(کتاب الام ص۲۷۱،۲۷۲ج۷ مطبوعہ مصر) '' [التحقیق الراسخ ص۱۴۰،۱۴۱]

یعنی امام شافعی نے کہا: ابراہیم النخعی اگر علی اور عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہما سے روایت کریں تو وہ قبول نہیں کی جائے گی کیوں کہ ابراہیم کی ان میں سے کسی ایک سے بھی ملاقات نہیں ہوئی ہے۔

اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی اور حافظ ذہبی نے ابراہیم نخعی کی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایات کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(۴) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے منسوب اثر

أبو بكر بن عياش عن حصين عن مجاهد قال: صليت خلف ابن عمر رضي الله عنهما فلم يكن يرفع يديه إلا فى التكبيرة الأولٰى من الصلوٰة۔

مجاہد سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ صرف تکبیرِ اولیٰ میں ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ [معانی الآثار ج۱ص۲۲۵، نصب الرایۃ ج۱ص۴۰۹]

پہلا جواب:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے فرمایا:

" حديث أبي بكر عن حصين إنما هو توهم منه لا أصل له "

ابوبکر کی حصین سے روایت اس کا وہم ہے، اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے۔

[جزء رفع الیدین: ۱۶ ونصب الرایہ ۱/ ۳۹۲]

اس روایت پر امام ابن معین کی جرح خاص اور مفسر ہے۔ اس کے مقابلے میں منکرینِ رفع یدین لاکھ جتن کریں، یہ حدیث بہر حال باطل و مردود ہے۔ ابن معین کا نقادِ حدیث میں جو مقام ہے وہ حدیث کے ابتدائی طالب علموں پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔

اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل نے فرمایا:

"رواه أبو بكر بن عياش عن حصين عن مجاهد عن ابن عمر وهو باطل"

اسے ابوبکر بن عیاش نے حصین عن ابن عمر کی سند سے روایت کیا ہے اور یہ باطل ہے۔

[مسائل احمد روایت ابن ہانی ج ۱ ص ۵۰]

ائمۂ حدیث نے ابوبکر بن عیاش کی اس روایت کو وہم وخطا بھی قرار دیا ہے، لہٰذا ان کی یہ روایت باطل و بے اصل ہے۔

تنبیہ بلیغ: راقم الحروف کی قدیم تحقیق یہ تھی کہ ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف راوی ہیں۔ بعد میں جب دوبارہ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ تو جمہور محدثین کے نزدیک صدوق و مُوثَّق راوی ہیں لہٰذا میں نے اپنی سابقہ تحقیق سے علانیہ رجوع کیا۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۸ ص ۵۴ (تحریر ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۲۷ھ)

ابوبکر بن عیاش کی توثیق وتقویت درج ذیل علماء سے ثابت ہے:

(۱) البخاری [أخرج عنہ فی صحیحہ]

(۲) ابن خزیمہ [أخرج عنہ فی صحیحہ]

(۳) الترمذی [قال فی حدیثہ (۴۵۶): "حدیث حسن صحیح"]

(۴)حاکم [المستدرک ۲۰۰/۳ ح ۴۹۰۳]

(۵)الذہبی

(۶)الہیثمی [دیکھئے مجمع الزوائد(۱۸۰/۹)کشف الاستار(۲۶۲۳)الاحسان،طبعہ جدیدہ (۶۹۷۰)والصحیحۃ (۲۱۹۷)]

(۷)ابن الجارود [المنتقیٰ:۳۳۱]

(۸)الضیاء المقدسی [المختارۃ ۲۲۵/۱،۱۱۴/۲]

(۹)ابوعوانہ [مسند ابی عوانہ ۱۸۶/۳،۱۱۷/۴]

(۱۰)البوصیری [حسن لہ حدیثہ عن ابی اسحاق عن صلہ عن عمار/ وصحح لہ،الصحیحۃ:۱۵۹۶]

(۱۱)العجلی:ثقۃ [معرفت الثقات]

(۱۲)ابوحاتم الرازی:ثقۃ [علل الحدیث:۲۲۳۳]

(۱۳)احمد بن حنبل:ثقۃ ور بما غلط [العلل:۳۱۵۵،أقوال احمد ۱۹۴/۴]

(۱۴)ابن المبارک (أثنی علیہ) [الجرح والتعدیل ۳۴۹/۹ وسندہ صحیح]

(۱۵)عبدالرحمٰن بن مہدی (کان یحدث عنہ) [ایضاً وسندہ صحیح]

(۱۶)ابن عدی

(۱۷)یحییٰ بن معین [تاریخ عثمان بن سعید الدارمی]

(۱۸)مسلم [روی عنہ فی مقدمۃ صحیحہ]

(۱۹)ابن الجوزی:**وکان ثقة متشدداً فی السنة إلا أنه ربما أخطأ فی الحدیث** [المنتظم ۲۳۲/۹]

(۲۰)یزید بن ہارون [تاریخ بغداد ۳۸۰/۱۴]

(۲۱)ابن عمار [تاریخ بغداد ۳۸۰/۱۴]

(۲۲)ابونعیم الاصبہانی [ذکرہ فی الأولیاء وصحح لہ،انظر حلیۃ الأولیاء ۳۱۳/۸]

(۲۳)البغوی (صحح لہ) [شرح السنۃ ۳۹۶/۶ ح ۱۸۳۵]

(۲۴)ابن حبان

(۲۵)ابن حجر العسقلانی [تقریب التہذیب]وغیرہم

خلاصۃ التحقیق: محدثینِ کرام کی صراحت کے مطابق ابوبکر بن عیاش کو جن روایات میں غلطیاں لگی ہیں، اَخطاء واَوہام ہوئے ہیں، اُن کو چھوڑ کر وہ باقی تمام روایات میں صدوق وحسن الحدیث ہیں۔ والحمدللہ

ابوبکر بن عیاش کی روایتِ ترکِ رفع الیدین کو یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل وغیرہما نے بے اصل اور باطل وغیرہ قرار دیا ہے لہٰذا یہ روایت ضعیف ومردود ہی ہے۔

دوسرا جواب:

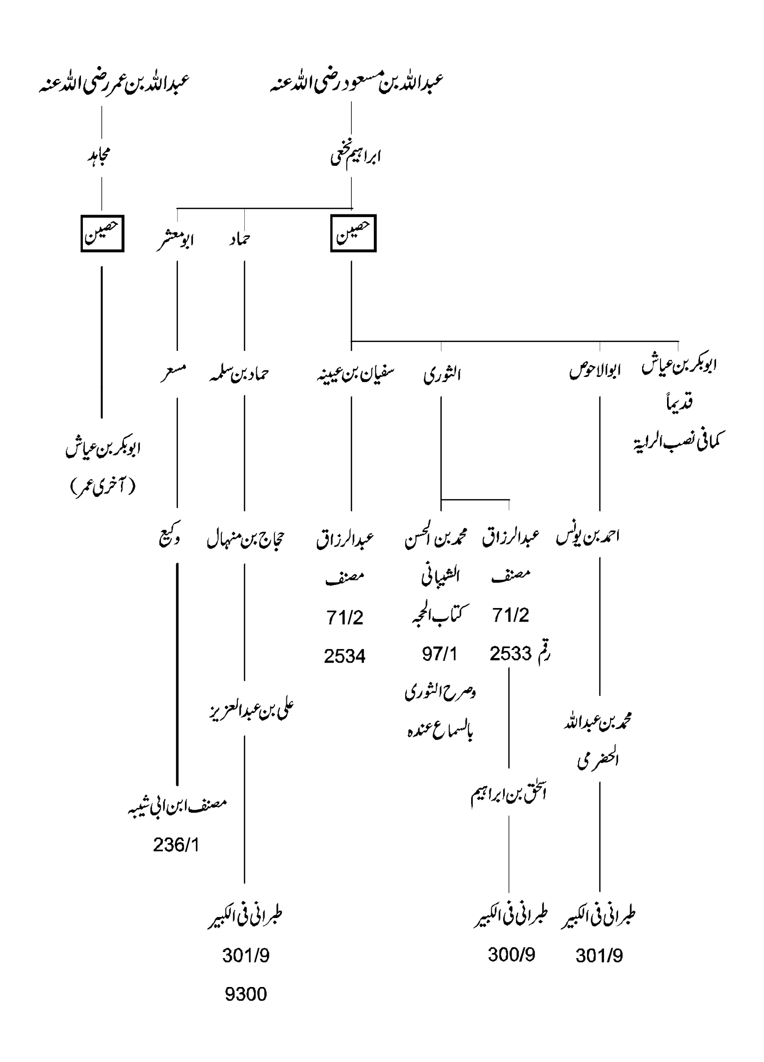
ابوبکر بن عیاش آخری عمر میں اختلاط کا شکار ہو گئے تھے۔

[الکواکب النیرات فی معرفۃ من اختلط من الرواۃ الثقات لابن الکیال ص ۴۳۹-۴۴۴، نصب الرایۃ ۴۰۹/۱ الاغتباط بمعرفۃ من رمی بالاختلاط ص ۲۶]

حافظ ابن حبان نے بھی کتاب الثقات میں اس کی تصریح کی ہے کہ ابن عیاش جب بڑی عمر کے ہوئے تو ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔ جب وہ روایت کرتے تو ان کو وہم ہو جاتا تھا۔ صحیح بات یہ ہے کہ جس بات میں انھیں وہم ہوا ہے اسے چھوڑ دیا جائے اور غیر وہم والی روایت میں اس سے حجت پکڑی جائے۔ [التہذیب ج۱۲ص۳۹]

امام بخاری نے تفصیل سے بتایا ہے کہ قدیم زمانے میں ابوبکر بن عیاش اس روایت کو عن حصین عن ابراہیم عن ابن مسعود مرسل (منقطع) موقوف بیان کرتے تھے اور یہ بات محفوظ ہے۔ پہلی بات (یہ متنازعہ حدیث) خطاء فاحش ہے کیونکہ اس نے اس میں ابن عمر کے اصحاب کی مخالفت کی ہے۔ [نصب الرایۃ ج۱ص۴۰۹]

امام بخاری کا یہ قول جرح مفسر ہے جو مندمل نہیں ہو سکتی۔ اب آپ حصین سے اس روایت کی تخریج ملاحظہ فرمائیں:



عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
ابراہیم نخعی
مجاہد
حصین
حماد
ابومعشر
حصین
ابوبکر بن عیاش قدیماً کمافی نصب الرایۃ
ابوالاحوص
الثوری
سفیان بن عیینہ
حماد بن سلمہ
مسعر
ابوبکر بن عیاش (آخری عمر)
احمد بن یونس
عبدالرزاق مصنف 71/2 رقم 2533
محمد بن الحسن الشیبانی کتاب الحجہ 97/1 وصرح الثوری بالسماع عندہ
عبدالرزاق مصنف 71/2 2534
حجاج بن منہال
وکیع
علی بن عبدالعزیز
محمد بن عبداللہ الحضرمی
اسحٰق بن ابراہیم
مصنف ابن ابی شیبہ 236/1
طبرانی فی الکبیر 301/9
طبرانی فی الکبیر 300/9
طبرانی فی الکبیر 301/9 9300

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابوبکر بن عیاش نے آخری عمر میں حافظہ خراب ہونے کے بعد جو روایت بیان کی ہے اس میں انھوں نے بہت سے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے، لہٰذا ان کی روایت شاذ ہوئی اور شاذ مردود کی ایک قسم ہے۔ اس وجہ سے ان کی اس روایت کو امام یحییٰ بن معین اور امام احمد وغیرہما نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس تفصیل کے باوجود اگر کوئی شخص اس حدیث کی صحت پر اصرار کرتا ہے تو اس کا علاج کسی دماغی ہسپتال میں کرانا چاہیے۔

ایک دوسری سند

محمد بن الحسن الشیبانی نے کہا:

" أخبرنا محمد بن أبان بن صالح عن عبدالعزيز بن حكيم قال: رأيت ابن عمر يرفع يديه حذاء أذنيه في أول تكبيرة افتتاح الصلٰوة ولم يرفعهما فيما سوى ذلك "

محمد بن ابان بن صالح نے عبدالعزیز بن حکیم سے روایت کیا کہ میں نے ابن عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے وہ نماز کی تکبیر میں کانوں تک ہاتھ اُٹھاتے تھے اور اس کے علاوہ نہیں اُٹھاتے تھے۔ [موطأ محمد بن الحسن الشیبانی ص۹۲]

جواب:

یہ سند سخت ضعیف ہے۔

۱۔ محمد بن الحسن الشیبانی تلمیذ امام ابی حنیفہ سخت ضعیف ہے۔

جمہور محدثین نے اس پر جرح کی ہے۔ امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''جهمي كذاب'' (محمد بن الحسن الشیبانی) جہمی کذاب ہے۔ [کتاب الضعفاء للعقیلی ۵۲/۴ وسندہ صحیح]

نسائی نے کہا: ''ضعیف'' [جزء فی آخر کتاب الضعفاء والمتروکین ص۲۶۶]

ابن عدی نے کہا: اہلِ حدیث (محدثینِ کرام اور متبعینِ حدیث) اس کی بیان کردہ حدیثوں سے بے نیاز ہیں۔ [الکامل ۲۱۸۴/۶]

ابوزرعہ الرازی نے کہا: محمد بن الحسن جہمی تھا۔ [کتاب الضعفاء لابی زرعہ ص۵۷۰]

عمرو بن علی الفلاس نے کہا: **ضعیف** [تاریخ بغداد ۱۸۱/۲ وسندہ صحیح]
محمد بن الحسن الشیبانی پر تفصیلی جرح کے لئے دیکھئے میرا تحقیقی مضمون ''النصر الربانی فی ترجمة محمد بن الحسن الشیبانی'' شائع شدہ در ماہنامہ الحدیث حضرو: ۷ص ۱۱ تا ۲۰

۲۔ **محمد بن ابان بن صالح الجعفی** ضعیف راوی ہے۔ جمہور محدثین نے اس پر جرح کی ہے [دیکھئے لسان المیزان ۱۲۲/۵]

امام نسائی نے کہا: ''**ضعيف كوفي**'' [کتاب الضعفاء والمتروکین: ۵۱۲]
امام بخاری نے کہا: ''**وليس بالقوي**'' [کتاب الضعفاء بتحقیقی: ۳۲۱]
غرض یہ سند بھی موضوع، باطل اور مردود ہے۔
اس تحقیق سے امام بخاری کی یہ بات صحیح ثابت ہوئی کہ کسی ایک صحابی سے بھی ترک رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔



تیسرا باب

آثارِ تابعین رحمہم اللہ اجمعین

اصل حجت اور دلیل قرآن، حدیث اور اجماع ہے۔ آثار تابعین صرف اس مقصد کے پیش نظر تحریر کر رہا ہوں کہ خیر القرون میں رفع الیدین کی سنت پر مسلسل اور بغیر کسی انقطاع کے عمل ہوتا رہا ہے لہٰذا نسخ کا دعویٰ باطل ہے۔

درج ذیل تابعین سے باسند صحیح رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کرنا یا اقرار ثابت ہے۔

① ابوقلابہ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۷ و اسنادہ صحیح، جزء رفع الیدین: ۵۵]

② محمد بن سیرین

[مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۶ و اسنادہ صحیح، اخرجہ البیہقی فی الخلافیات ص ۱۰۴ قلمی و اسنادہ صحیح]

③ وہب بن منبہ

[مصنف عبدالرزاق ۲/۶۹ ح ۲۵۲۴ والتمہید ۹/۲۲۸ و عبدالرزاق صرح بالسماع عندہ، فالسند صحیح]

④ سالم بن عبداللہ ⑤ القاسم بن محمد ⑥ عطاء

⑦ مکحول [جزء رفع الیدین: ۶۲ و سندہ حسن]

⑧ نعمان بن ابی عیاش [جزء رفع الیدین: ۵۹ و اسنادہ حسن]

⑨ طاؤس شاگرد ابن عباس [مسند احمد ۲/۴۴ ح ۵۰۳۳ و سندہ صحیح]

⑩ الحسن البصری [مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۳۵ ح ۲۴۳۵ و سندہ صحیح، ولہ شواہد]

تلك عشرة كاملة

عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ اور رفع الیدین

امام بخاری نے جزء رفع الیدین میں کہا:

"حدثنا محمد بن یوسف :ثنا عبدالأعلیٰ بن مسهر :ثنا عبدالله بن العلاء بن زبر :ثنا عمرو بن المهاجر قال:كان عبدالله بن عامر ليسألني أن استأذن له علىٰ عمر بن عبدالعزيز فاستأذنت له عليه فقال :الذي جلد أخاه في أن يرفع يديه، إن كنالنؤدب عليه ونحن غلمان بالمدينة، فلم يأذن له ـ

عمرو بن مہاجر نے کہا: عبداللہ بن عامر مجھ سے کہتے کہ میں انھیں عمر بن عبدالعزیز کے پاس لے جاؤں، میں نے عمر بن عبدالعزیز سے جب اس کا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: یہ عبداللہ بن عامر وہی ہے جس نے اپنے بھائی کو رفع الیدین کرنے پر مارا تھا۔ ہمیں تو رفع الیدین سکھایا جاتا تھا جب کہ ہم مدینہ میں بچے تھے۔ پس عمر بن عبدالعزیز نے اسے اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دی۔

[قلمی نسخہ ص ۶ نسخہ مطبوعہ: ۱۷ والتمہید ۹/ ۲۱۸]

اس کی سند صحیح ہے۔

① محمد بن یوسف (البخاری ابو احمد البیکندی) ثقہ ہے۔ [التقریب: ۶۴۱۷]

② عبدالاعلیٰ بن مسہر ثقہ فاضل تھے۔ [تقریب التہذیب: ۳۷۳۸]

③ عبداللہ بن العلاء بن زبر ثقہ تھے۔ [التقریب: ۳۵۲۱]

④ عمرو بن المہاجر ثقہ تھے۔ [التقریب: ۵۱۲۰]

غرض یہ سند بالکل صحیح ہے۔

ابن عبدالبر کی روایت میں ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا: **"سالم قد حفظ عن أبيه"** سالم نے اپنے باپ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) سے (حدیث رفع الیدین کو) یاد رکھا۔

[التمہید ۲۱۹/۹ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ جو کہ مشہور تابعی اور عادل خلیفہ تھے، رفع الیدین کے قائل و فاعل تھے بلکہ منع کرنے والے سے ملاقات تک گوارا نہیں کرتے تھے۔ یہ ہے جذبہ اطاعت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا۔

اللهم صل وسلم علٰی محمد و آلهٖ وأزواجهٖ وأصحابه أجمعين ،آمين

چوتھا باب

ائمۂ کرام اور رفع الیدین

اصل حجت قرآن، حدیث اور اجماع ہے، ائمۂ کرام کے اقوال بطور فہمِ سلف صالحین، بطورِ استشہاد اور ان کے پیروکاروں کی تسلی کے لئے پیش کئے جا رہے ہیں تا کہ ان لوگوں پر یہ ثابت کر دیا جائے کہ صحیح احادیث پر عمل کرتے ہوئے جلیل القدر ائمۂ کرام رحمہم اللہ بھی رفع الیدین کرتے رہے ہیں۔

۱۔ امام مالک بن انس رحمہ اللہ

۱: جامع ترمذی مع عارضۃ الاحوذی (۲/۵۷) جامع ترمذی مع تخریج احمد شاکر [۲/۳۷ تحت ح ۲۵۶]

۲: طرح التثریب للعراقی [۲/۲۵۳، ۲۵۴]

۳: التمہید لابن عبدالبر [۹/۲۱۳، ۲۲۲، ۲۲۳]

۴: الموضوعات لابن الجوزی [۲/۹۸]

۵: الاستذکار [۲/۱۲۴]

۶: شرح صحیح مسلم للنووی [۴/۹۵]

۷: المجموع شرح المہذب [۳/۳۹۹]

۸: المغنی لابن قدامۃ [۱/۲۹۴]

۹: بدایۃ المجتہد لابن رشد [۱/۱۳۳]

۱۰: نیل الاوطار [۲/۱۸۰، ۴/۱۸۰]

۱۱: معالم السنن للخطابی [۱/۱۹۳]

۱۲: شرح السنۃ للبغوی [۳/۲۳]

۱۳: المحلیٰ لابن حزم [۴/۸۷]

۱۴: المفہم للقرطبی [۱۹/۲]

ان تمام کتابوں میں امام مالک کے رفع الیدین کرنے کا ذکر ہے۔

عبداللہ بن وہب نے فرمایا: ''رأیت مالك بن أنس یرفع یدیه إذا افتتح الصلٰوة وإذا رکع وإذا رفع من الرکوع'' میں نے (امام) مالک بن انس کو دیکھا، آپ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ [تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵۵ ص ۱۳۴ وسندہ حسن]

ابوعبداللہ محمد بن جابر بن حماد المروزی الفقیہ رحمہ اللہ نے کہا: میں نے محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم سے یہ ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا: ''هٰذا قول مالك وفعله الذي مات علیه وهو السنة وأنا علیه وکان حرملة علٰی هذا''

یہ (امام) مالک کا (آخری) قول اور فعل ہے جس پر وہ فوت ہوئے ہیں اور یہی سنت ہے۔ میں اسی پر عامل ہوں اور حرملہ (بن یحییٰ) بھی اسی پر عامل ہے۔ [تاریخ دمشق ۱۳۴/۵۵ وسندہ حسن]

معلوم ہوا کہ امام مالک آخری دور میں وفات تک رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔ رحمہ اللہ

امام خطابی اور امام بغوی نے اس کی تصریح کی ہے کہ امام مالک کا آخری عمل رفع الیدین کا تھا۔ [معالم السنن ج ۱ ص ۱۶۷ تحت ح ۲۳۶ شرح السنۃ ۲۳/۳ ح ۵۶۱]

بلکہ ابوالعباس القرطبی نے کہا کہ ''إن الرفع في المواطن الثلاثة هو آخر أقواله وأصحها'' [طرح التثریب ج ۱ ص ۲۵۴ واللفظ لہ، المفہم ۱۹/۲]

یعنی ان تینوں جگہوں پر رفع الیدین کرنا امام مالک کا آخری اور سب سے صحیح قول ہے۔

اس کے مقابلے میں (کہا جاتا ہے کہ) صرف سحنون نے امام مالک سے ترک رفع الیدین روایت کیا ہے۔

لہٰذا یہ روایت شاذ و مردود ہے۔

۲۔ امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ

۱: کتاب الام للشافعی [ج ۱ ص ۱۰۴]

۲: جامع ترمذی [۲/۳۷ تحت حدیث ۲۵۶]

۳: شرح صحیح مسلم للنووی [۴/۹۵]

۴: احکام الاحکام شرح عمدۃ الاحکام، لابن دقیق العید [ج ۱ ص ۲۲۰]

رفع الیدین امام شافعی سے متواتر ثابت ہے۔

۳۔ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

۱: سنن ترمذی [ج ۲ ص ۳۷ تحت حدیث ۲۵۶]

۲: مسائل امام احمد [ص ۷۰]

۳: الاستذکار [ج ۲ ص ۱۲۶]

۴: ذکر محنۃ الامام احمد بن حنبل لحنبل بن اسحٰق [ص ۱۱۰، ۱۱۱]

امام ابوداود فرماتے ہیں:

"رأيت أحمد يرفع يديه عند الركوع وعندالرفع من الركوع كرفعه عندافتتاح الصلٰوة يحاذيان أذنيه وربما قصر عن رفع الإفتتاح قال: وسمعت أحمد، قيل له: رجل سمع هٰذه الأحاديث عنه ﷺ ثم لا يرفع هو تام الصلٰوة ؟ قال: تمام الصلٰوة لا أدري ولكن هو في نفسه منقوص."

میں نے امام احمد کو دیکھا ہے وہ رکوع سے پہلے اور بعد بھی شروع نماز کی طرح رفع الیدین کانوں تک کرتے تھے اور بعض اوقات شروع نماز والے رفع الیدین سے ذرا تقصیر کرکے رفع الیدین کرتے تھے۔

اور میں نے امام احمد کو کہتے ہوئے سنا جب ان سے کہا گیا کہ ایک شخص رفع الیدین کے

بارے میں نبی ﷺ کی یہ احادیث سنتا ہے اور پھر بھی رفع الیدین نہیں کرتا، کیا اس کی نماز پوری ہو جاتی ہے؟

تو آپ نے فرمایا: پوری نماز ہونے کا تو مجھے معلوم نہیں ہے، ہاں وہ فی نفسہ نقص والی نماز ہے (ناقص نماز والا ہے)۔ [مسائل احمد روایۃ ابی داود ص ۳۳]

جو لوگ رفع الیدین نہیں کرتے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ان کی نماز کو ناقص قرار دیا ہے۔ [نیز دیکھئے المنہج الاحمد ج ا ص ۱۵۹]

۴۔ امام اوزاعی رحمہ اللہ

امام ابو عمرو عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی (جو کہ الفقیہ ثقہ جلیل تھے) نے کہا:

بلغنا أن من السنة فيما أجمع عليه علماء الحجاز والبصرة والشام أن رسول الله ﷺ كان يرفع يديه حذو منكبيه حين يكبر لإ ستفتاح الصلٰوة وحين يكبر للركوع ويهوي ساجداً وحين يرفع رأسه من الركوع إلا أهل الكوفة فإنهم خالفوا في ذلك أمتهم .

ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ جس سنت پر علمائے حجاز، علمائے بصرہ اور علمائے شام کا اجماع ہے وہ شروع نماز، رکوع کے وقت، تکبیر کہتے وقت، سجدہ کو جھکتے وقت (مراد رکوع ہی ہے کیوں کہ اس کے بعد رکوع سے سر اُٹھانے کا ذکر ہے) اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع الیدین کا کرنا ہے۔ صرف کوفیوں نے امت (مسلمہ) کی اس مسئلہ میں مخالفت کی ہے۔

اوزاعی سے کہا گیا: ''**فإن نقص من ذلك شيئاً**''، پس اگر کوئی اس رفع الیدین میں سے کچھ کمی کرے تو انھوں نے فرمایا:

ذلك نقص من صلاته (حوالہ مذکورہ)

یہ اس کی نماز میں نقص ہے۔ [الطبری بحوالہ التمہید ۹/۲۲۶ وسند الطبری صحیح]

❀❀❀

پانچواں باب

رفع الیدین کرنا ضروری ہے

دلیل نمبر ۱: رفع الیدین کرنے والی روایات صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہما میں ہیں اور نہ کرنے کی ایک روایت بھی صحیح نہیں ہے لہٰذا رفع الیدین کرنا ہی ثابت ہے۔

دلیل نمبر ۲: رفع الیدین کا نہ کرنا (ترک رفع الیدین) نبی ﷺ سے ثابت نہیں، نہ صحیح سند کے ساتھ اور نہ حسن سند کے ساتھ۔

نہ کرنے کی جملہ روایات ضعیف و معلول ہیں۔

دلیل نمبر ۳: بعض صحابہ نے رفع یدین کرنے کا حکم دیا ہے۔

[دیکھئے سنن الدارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

دلیل نمبر ۴: رفع الیدین کرنے کی احادیث متواتر ہیں۔

دلیل نمبر ۵: بے شمار صحابہ سے رفع الیدین کرنا باسند صحیح وحسن ثابت ہے اور نہ کرنا کسی ایک صحابی سے بھی ثابت نہیں۔

دلیل نمبر ۶: سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما رفع الیدین نہ کرنے والے کو کنکریوں سے مارتے تھے رفع الیدین کرنے پر کسی صحابی نے کسی کو بھی نہیں مارا۔

دلیل نمبر ۷: متعدد علماء نے رفع الیدین کو نماز کی زینت قرار دیا ہے۔ کسی ایک عالم نے بھی ترک رفع الیدین کو نماز کی زینت نہیں کہا۔

دلیل نمبر ۸: اہل السنۃ والجماعۃ کے مستند علماء نے رفع الیدین کے کرنے پر کتابیں لکھی ہیں مثلاً امام بخاری وغیرہ۔ کسی قابل اعتماد عالم نے ترک رفع الیدین پر کوئی کتاب نہیں لکھی۔

دلیل نمبر ۹: ہر رفع الیدین کے ساتھ ہر انگلی پر ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔

امام طبرانی فرماتے ہیں:

" حدثنا بشر بن موسیٰ: ثنا أبو عبدالرحمٰن المقرئ عن ابن لهيعة:

حدثني ابن هبيرة أن أبا المصعب مشرح بن هاعان المعافري حدثه أنه سمع عقبة بن عامر الجهني يقول :إنه يكتب في كل إشارة يشيرها الرجل بيده فی الصلٰوۃ بکل إصبع حسنة أو درجة "

(سیدنا) عقبہ بن عامر (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: نماز میں جو شخص اشارہ کرتا ہے اسے ہر (مسنون) اشارے کے بدلے ایک انگلی پر ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔ [المعجم الکبیر ۲۹۷/۱۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن]

سند کی تحقیق

عقبہ بن عامر مشہور صحابی ہیں، رضی اللہ عنہ۔

آپ مصر کے والی اور فقیہ فاضل تھے۔ [تقریب التہذیب: ۴۶۴۱]

مشرح بن ہاعان کا تعارف

۱۔ یحییٰ بن معین نے کہا: ثقہ ہے۔

[تاریخ الدارمی عن ابن معین: ۷۵۵، کتاب الجرح والتعدیل ۴۳۲/۸]

۲۔ احمد بن حنبل نے کہا: معروف ہے۔ [الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۴۳۲/۸ وسندہ حسن]

۳۔ ابن القطان نے ثقہ قرار دیا۔

[بیان الوہم والایہام ج ۳ ص ۵۰۴ فقرہ: ۱۲۷۷، نصب الرایۃ ج ۳ ص ۲۴۰]

۴۔ ذہبی نے کہا: صدوق [میزان الاعتدال ۱۱۷/۴]

اور کہا: **ثقة** [الکاشف للذہبی ج ۳ ص ۱۲۹]

۵۔ ترمذی نے اس کی ایک روایت کو حسن غریب کہا۔

[جامع الترمذی ۶۱۵/۵ ح ۳۶۸۶، کتاب المناقب، باب فی مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، یہ توثیق ہے]

۶۔ عبدالحق اشبیلی نے اس کی بیان کردہ حدیث کو "**إسناده حسن**" کہا۔

[الاحکام الوسطی ۱۵۶/۳، ۱۵۷ باب فی المحلل]

۷۔ ابن عدی نے کہا: **أرجو أنه لا بأس به**

[الکامل لابن عدی ج ۶ ص ۲۴۶۰، تہذیب التہذیب ج ۱۰ ص ۱۴۱]

۸۔ حافظ ہیثمی نے اس کی حدیث کو حسن کہا۔ [مجمع الزوائد ۱۰۳/۲]

۹۔ حاکم نے اس کی حدیث کو صحیح الاسناد کہا۔ [المستدرک ۱۹۸/۲، ۱۹۹ ح ۲۸۰۴]

۱۰۔ ابن تیمیہ نے مشرح بن ہاعان کی حدیث کو حسن کہا۔

[ابطال الحیل ۱۰۵۔۱۰٦ بحوالہ ارواء الغلیل ۳۱۰/٦ ح ۱۸۹۷]

تنبیہ: ابن حبان نے اسے کتاب الثقات (۴۵۲/۵ وقال: "**یخطئ ویخالف**") اور کتاب الضعفاء (المجروحین ۲۸/۳ وقال: "**یروي عن عقبة بن عامر أحادیث مناکیر لا یتابع علیها**") دونوں میں ذکر کیا ہے لہٰذا ان کے دونوں قول ساقط ہو گئے۔

[دیکھئے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۵۵۲]

ابن حبان نے مشرح ہاعان کی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح ابن حبان میں درج کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ان کی جرح منسوخ ہے۔ [دیکھئے الاحسان: ۲۰۵۴ دوسرا نسخہ: ۲۰۸٦]

دوسرا رخ

۱: حافظ المنذری نے **لا یحتج به** کہا (؟)

اس کے برعکس حافظ المنذری نے مشرح بن ہاعان کی روایت کو "**بإسناد جید**" کہا۔ [الترغیب والترہیب ۳۰٦/۴ ح ۵۰٦۴]

یہ ان کی طرف سے مشرح کی توثیق ہے۔ لہٰذا ان کا "**لا یحتج به**" والا قول منسوخ اور ساقط ہو گیا۔

۲: حافظ الدارمی نے "**لیس بذلك وهو صدوق**" کہا۔ [تاریخ عثمان الدارمی: ۷۵۵]

معلوم ہوا کہ محدثین کی بہت بڑی اکثریت کے نزدیک وہ ثقہ ہے اور جرح مردود ہے۔

کعبہ پر نصب منجنیق کا مسئلہ

یہ واقعہ جعلی اور بے اصل ہے۔ موسیٰ بن داود نے کہا: مجھے یہ بات پہنچی ہے۔ (بلغني) کہ یہ حجاج کے لشکر میں تھا اور کعبہ پر منجنیق سے حملہ کیا تھا، وغیرہ وغیرہ۔

[دیکھئے کتاب الضعفاء للعقیلی ج ۴ ص ۲۲۲ تہذیب التہذیب ۱۰ ص ۱۴۱]

موسیٰ بن داود نے یہ نہیں بتایا کہ اسے یہ بات کس طرح اور کس ذریعے سے پہنچی ہے

جب سند ہی انھوں نے ذکر نہیں کی تو ان کی بات سے استدلال باطل ہوا۔

دین کا دارومدار سندوں پر ہے۔ حافظ ذہبی نے بھی اس روایت کے مردود ہونے کی طرف میزان الاعتدال میں ''قیل'' لکھ کر اشارہ کر دیا ہے۔

کیا اس قسم کے بے سند اقوال سے کسی ثقہ کو ضعیف قرار دیا جا سکتا ہے؟

معلوم ہوا کہ مشرح بن ہاعان مکہ پر حملے کے الزام سے بری و بے گناہ ہے۔ اسی لئے تو اسماء الرجال کے جلیل القدر امام ابن معین نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

۳: عبداللہ بن ہبیرہ ثقہ تھے۔ [تقریب التہذیب: ۳۶۷۸]

۴: عبداللہ بن لہیعہ المصری مختلف فیہ راوی ہیں۔ ان کی بعض روایات صحیح مسلم میں بطورِ استشہاد موجود ہیں۔ بعض نے انھیں صدوق متقن و ثقہ قرار دیا اور بعض نے ضعیف **لا یحتج به** وغیرہ کہا۔ آپ مدلس بھی تھے اور آخری عمر میں بقول بعض اختلاط کا شکار بھی ہو گئے تھے، مگر امام عبدالغنی بن سعید الازدی نے کہا:

'' إذا روى العبادلة عن ابن لهيعة فهو صحيح، ابن المبارك وابن وهب والمقرئ ''

جب عبداللہ بن المبارک (عبداللہ بن یزید) المقری، عبداللہ بن وہب اور ابن لہیعہ سے روایت کریں تو صحیح ہوتی ہے۔ [تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۳۳۰]

یہی بات امام الساجی اور امام الفلاس نے بھی کہی ہے۔

[دیکھئے میزان الاعتدال ج ۲ ص ۴۷۷]

یہ تعدیل مفسر ہے جو جرح مبہم پر مقدم ہے۔

یاد رہے کہ المقری کی روایت کو کسی نے بھی ضعیف نہیں کہا۔

۵: ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری ثقہ فاضل تھے۔ [التقریب: ۳۷۱۵]

۶: بشر بن موسیٰ ثقہ امین تھے۔ [تاریخ بغداد ۷/۸۶ ت ۳۵۲۳]

انھیں امام دارقطنی نے ثقہ امین قرار دیا۔ [تاریخ بغداد ۷/۸۷ و سندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ یہ سند قوی ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی نے اس سند کے بارے میں فرمایا:

''**رواه الطبراني وإسناده حسن** ''اسے طبرانی نے روایت کیا اور اس کی سند حسن ہے۔

[مجمع الزوائد ج۲ص۱۰۳]

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''اور اپنے وقت میں اگر علامہ ہیثمیؒ کو صحت اور سقم کی پرکھ نہیں تو اور کس کو تھی؟''

[احسن الکلام ج۱ص۲۳۳ حاشیہ طبار دوم]

اس حدیث کا مفہوم

۱: امام بیہقی نے کہا:

'' أخبرنا أبو عبدالله الحافظ قال:حدثني محمد بن صالح بن هانئ قال :ثناأحمد بن سلمة قال:حدث إسحق بن إبراهيم قال..... قال إسحاق :وقال عقبة بن عامر الجهني صاحب رسول اللهﷺ إذا رفع يديه عندالركوع وعند رفع رأسه من الركوع فله بكل إشارة عشر حسنات''

(امام) اسحٰق (ابن راہویہ) نے کہا:

عقبہ بن عامر صحابی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جب رکوع سے پہلے اور بعد رفع الیدین کیا جائے تو ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔

[معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج۱ص۲۲۵ قلمی وسندہ صحیح الیٰ اسحاق بن راہویہ]

۲۔ امام احمد بن حنبل نے رفع الیدین کی بحث میں کہا:

''يروى عن عقبة بن عامر أنه قال في رفع اليدين فى الصلٰوة :له بكل اشارة عشر حسنات ''

عقبہ بن عامر سے روایت کیا گیا ہے کہ انھوں نے نماز میں رفع الیدین کے بارے

میں کہا: رفع الیدین کرنے والے کو ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں۔
[مسائل احمد روایۃ عبداللہ ۱/۲۳۷، التلخیص الحبیر ج۱ص۲۲۰]

امام احمد بن حنبل کی یہ روایت پوری سند کے ساتھ مسائل احمد بروایت صالح بن احمد بن حنبل صفحہ ۷۴ قلمی پر موجود ہے۔

۳۔ حافظ ہیثمی نے بھی یہ قول رفع الیدین کے باب میں ذکر کیا ہے۔

ان ائمہ کے مقابلے میں صرف علی متقی ہندی (حنفی) نے اس پر ''**جواز الإشارة بالإصبع فيه وقت قراءة التشهد**'' کا باب باندھا ہے۔ [کنز العمال ج۷ص۴۸۱]

جب کہ امام اسحٰق بن راہویہ، امام احمد بن حنبل، حافظ ہیثمی اور امام بیہقی وغیرہ نے اسے رفع الیدین کے متعلق قرار دیا ہے لہٰذا ان کی تحقیق راجح ہے۔

دوسرے یہ کہ اس اثر کا تعلق دونوں سے ہے۔ رکوع والے رفع الیدین سے بھی ہے اور تشہد والے اشارے سے بھی۔

علی متقی نے یہ نہیں کہا کہ اس حدیث کا تعلق رفع الیدین سے نہیں ہے۔

دلیل نمبر ۱۰: متعدد مستند علماء نے رفع الیدین نہ کرنے والے کی نماز کو ناقص قرار دیا ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل اور امام اوزاعی وغیرہما اور کسی ایک مستند عالم نے بھی رفع الیدین کرنے والے کی نماز کو ناقص نہیں کہا۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ رفع الیدین ہی راجح ہے اور رفع الیدین کرنا چاہئے۔

وما علينا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

(صفر ۱۴۱۰ھ)

[بعد از مراجعت/ رجب ۱۴۲۷ھ]

❀❀❀

زیادات

اور

اضافے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾

جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی۔

[النسآء:۸۰]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ))

جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگیا۔

[صحیح البخاری:۷۲۸۰]

سجدوں میں رفع الیدین کا مسئلہ

بعض لوگ سجدوں میں رفع الیدین والی روایات پیش کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سجدوں میں بھی رفع الیدین کرنا سنت ہے، حالانکہ ان تمام روایات میں سے ایک روایت بھی اصول حدیث کی رُو سے ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلے کی مرفوع روایات کا مختصر و جامع جائزہ درج ذیل ہے:

1- مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ

" ابن أبي عدي عن سعيد عن قتادة عن نصر بن عاصم عن مالك ابن الحويرث أنه رأى النبيﷺ رفع يديه في صلا ته وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع وإذا سجد وإذا رفع رأسه من السجود حتٰى يحاذي بهما فروع أذنيه "

[السنن الکبریٰ للنسائی ج ۱ ص ۲۲۸ ح ۶۷۲، واللفظ لہ، السنن المجتبیٰ للنسائی ج ۱ ص ۱۲۹ حدیث ۱۰۸۶ التعلیقات السلفیۃ علیٰ تصحیف فیہ، المحلیٰ لابن حزم من طریق النسائی ج ۴ ص ۹۲ مسئلہ ۴۴۲، فتح الباری عن النسائی ج ۲ ص ۲۲۳ تحت حدیث ۷۳۹]

اس حدیث پر تفصیلی بحث گزر چکی ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ المجتبیٰ میں "شعبة" عن قتادة کا لفظ تصحیف اور غلط ہے۔ صحیح لفظ "سعيد" عن قتادة ہے جیسا کہ المجتبیٰ کی اصل، السنن الکبریٰ میں ہے۔ المجتبیٰ اسی کتاب کا اختصار ہے۔

[حاشیۃ السندھی علی النسائی ج ۱ ص ۳ ظفر المحصلین باحوال المصنفین یعنی حالاتِ مصنفینِ درس نظامی ص ۱۰۷]

جب اصل میں "سعید" ہے تو اس کے اختصار یا انتخاب میں "شعبہ" بن جانا کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے؟ استاذِ محترم مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ اور الاستاذ احمد بن محمد

بن شاکر رحمہ اللہ وغیرہما نے بھی اسے تصحیف قرار دیا ہے۔ [التعلیقات السلفیۃ ص۱۲۹، وغیرہ]

بلکہ انور شاہ کشمیری دیوبندی اور محمد یوسف بنوری دیوبندی بھی اسے تصحیف (غلط) ہی سمجھتے ہیں۔ **کما تقدم**

السنن المجتبیٰ للنسائی میں دوسرے مقامات پر بھی کاتبوں کی غلطی سے ''سعید'' کو ''شعبہ'' لکھ دیا گیا ہے۔ مثلاً:

کتاب الجنائز باب ۱۰۶، اتخاذ القبور مساجد (ح ۲۰۴۸) (التعلیقات السّلفیہ ج۱ ص۲۳۳) یہی روایت السنن الکبریٰ للنسائی (ج۱ ص۶۵۸ ح ۲۱۷۳) وغیرہ میں ''سعید'' کی سند سے ہے۔ **و ھو الصواب**

حافظ ابن حبان رحمہ اللہ نے کمال تحقیق کرتے ہوئے بتایا کہ کاتبوں کی غلطی سے سعید، شعبہ اور شعبہ سعید بن جاتا ہے۔ [دیکھیے کتاب المجروحین ۱/۵۹]

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کے راوی سعید (بن ابی عروبہ) ہیں جن کے استاذ قتادہ مشہور مدلس ہیں۔ دیکھیے کتب التدلیس و فتح الباری (جلد ۱۳ ص ۱۰۹ تحت حدیث ۱۳۶۷/۷۱۳۵) اور ''عن'' سے روایت کر رہے ہیں۔ اصول حدیث میں یہ بات مقرر ہے کہ مدلس کی ''عن'' والی روایت غیر صحیحین میں عدم تصریح سماع اور عدم متابعت معتبرہ کی صورت میں ضعیف ہوتی ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ ہشام الدستوائی (النسائی/ المجتبیٰ ۱۰۸۸) کی قتادہ سے روایت بھی قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

قائلین رفع الیدین فی السجود کی اصح روایت کا یہ حال ہے۔ اسی پر ان کی دیگر روایات کی حیثیت سمجھ لیں۔

2- وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

''وإذا رفع رأسه من السجود، أيضًا رفع يديه حتى فرغ من صلاته..

إلخ [ابوداود مع عون المعبود ج۱ ص۲۶۳ ح ۷۲۳]

اس میں ''**السجود**'' مصدر ہے جو واحد اور جمع دونوں پر بولا جاتا ہے لہٰذا دوسرے

دلائل کی رو سے اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ چار سجدوں سے (تشہد کے بعد) اٹھتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔دوسرے الفاظ میں دو رکعتیں پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے اٹھنے کے بعد والا رفع الیدین ہے لہٰذا اس حدیث سے سجدوں کے درمیان والا "رفع الیدین" کشید کرنا صحیح نہیں ہے۔سیدنا وائل رضی اللہ عنہ سے بعض روایات میں" **إذا ركع وإذا سجد**" کے الفاظ بھی آتے ہیں۔ [سنن الدارقطنی ۲۹۱/۱ ح ۱۱۰۸]

اس کا مفہوم یہ ہے: جب آپ رکوع (کا ارادہ) کرتے تو رفع الیدین کرتے اور آپ جب سجدہ کا ارادہ کرتے تو رفع الیدین کرتے۔

یہ دونوں رفع الیدین ،قبل الرکوع اور بعد الرکوع والے ہیں۔ حالت سجدہ وقعود والے نہیں ہیں اور یہی مفہوم حدیث ابی ہریرہ (رضی اللہ عنہ) کا ہے جسے ابوداود اور ابن خزیمہ وغیرہما نے روایت کیا ہے۔

3- انس بن مالک رضی اللہ عنہ

"حدثنا الثقفي عن حميد عن أنس أن النبي ﷺ كان يرفع يديه في الركوع والسجود" [مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵]

اس میں حمید الطّویل مدلس ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے اور فی الرکوع سے مراد قبل الرکوع اور فی السجود سے مراد قبل السجود ہے یعنی یہ دونوں رفع یدین قیام والے ہیں، قعود والے نہیں ہیں۔

ابویعلیٰ الموصلی فرماتے ہیں:

" حدثنا أبوبكر (ابن أبي شيبة) :حدثنا عبدالوهاب الثقفي عن حميد عن أنس قال :رأيت رسول الله ﷺ يرفع يديه إذا افتتح الصلوٰة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع "

[ج ۶ ص ۴۲۴، ۴۲۵ حدیث ۱۰۳۸]

اس روایت نے اوپر والی روایت کی تشریح کر دی ہے اور یہ بات عام طالب علم بھی

جانتے ہیں کہ حدیث حدیث کی تشریح کرتی ہے۔

4- عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ

" و صلی بهم يشير كفيه حين يقوم وحين يركع وحين يسجد وحين ينهض للقيام فيقوم ويشير بيديه "

[ابوداود مع عون المعبود ج ا ص ۲۶۹ حدیث ۷۳۹]

اس کی سند ابن لہیعہ کی تدلیس اور میمون کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابن لہیعہ مشہور مدلس ہیں۔ (دیکھیے کتب المدلسین) اور "عن" سے روایت کر رہے ہیں۔ اس کا راوی میمون المکی مجہول ہے۔ [التقریب: ۷۰۵۴]

میمون سے صرف ابن ہبیرہ راوی ہیں۔ [تہذیب التہذیب] ایسا راوی، جس کا شاگرد صرف ایک ہو اور کسی نے توثیق نہ کی ہو، مجہول العین ہوتا ہے۔ مجہول العین کی روایت محدثینِ کرام کے نزدیک ضعیف ہے۔ اس کے متن کا بھی وہ مفہوم نہیں ہے جو بعض حضرات کشید کر رہے ہیں، بلکہ صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ قیام (تکبیر اولیٰ) کے وقت رفع الیدین کرتے اور رکوع کے وقت رفع الیدین کرتے تو (رکوع کے بعد قیام میں) سجدہ کرنے سے پہلے، رفع الیدین کرتے اور جب (دو رکعتیں پڑھ کر) قیام کرتے تو رفع الیدین کرتے۔

معلوم ہوا کہ اس سے سجدوں کے درمیان، حالت قعود والا رفع الیدین ثابت کرنا صحیح نہیں ہے، ورنہ پھر بتایئے کہ رکوع کے بعد والا رفع الیدین کہاں ہے؟

5- حدیث عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

"فكان إذا سجد السجدة الأولٰى فرفع رأسه منها رفع يديه تلقاء وجهه ... إلخ"

[ابوداود مع العون ج ا ص ۲۶۹ حدیث ۷۴۰/ المجتبیٰ للنسائی مع التعلیقات السلفیہ ج ا ص ۱۳۵ حدیث ۱۱۴۷]

اس کی سند نضر بن کثیر کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۷۱۴۷)

6- مع كل تكبيرة

بعض ضعیف روایات میں ''كان يرفع يديه مع كل تكبيرة '' کے الفاظ آئے ہیں مثلاً:

☆......... **عن عمير بن قتادة** [سنن ابن ماجہ ح ۸٦١]

بوصیری نے زوائد میں کہا: اس سند میں رفدہ بن قضاعہ ضعیف ہے اور عبداللہ نے اپنے باپ سے کچھ بھی نہیں سنا۔ انتہٰی

رفدہ پر جرح کی معلومات کے لیے تہذیب التہذیب اور تقریب التہذیب وغیرہما کا مطالعہ کریں۔

☆......... **عن جابر بن عبدالله** [مسند احمد ج ۳ ص ۳۱۰]

اس کی سند میں حجاج بن ارطاۃ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ الذیال بن حرملہ مجہول الحال ہے اور نصر بن باب جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ ان روایات کا مفہوم بھی وہ نہیں ہے کہ سجدوں کے درمیان رفع الیدین کیا جائے بلکہ **مع كل تكبيرة** کا مطلب وہی ہے جو **"ويرفعهما في كل تكبيرة يكبرها قبل الركوع حتى تنقضي صلاته"** کا ہے۔

[ابوداود ج ۱ ص ۲٦۳ حدیث ۷۲۲ وھو حدیث صحیح]

خلاصہ یہ کہ سجدوں میں رفع الیدین، رسول اللہ ﷺ سے باسند صحیح وصراحتاً ثابت نہیں ہے۔ جو شخص اس کے اثبات کا مدعی ہے اس سے ہمارا یہ مطالبہ ہے کہ صرف ایک صحیح یا حسن روایت ایسی پیش کرے جس میں رکوع کے بعد والے رفع الیدین کی صراحت کے بعد، سجدوں میں کندھوں یا کانوں تک رفع الیدین کی صراحت ہو۔

تنبیہ (۱)

جناب محمد حسین السّلفی نے ایک رسالہ ''سجدوں میں رفع الیدین سنت ہے'' نامی لکھا ہے جس میں ضعیف و مردود روایات کو صحیح یا حسن قرار دیا گیا ہے۔ **اِنا لله و اِنا اِليه راجعون**

انھوں نے کئی روایات کا مفہوم بھی غلط بیان کیا ہے۔

حافظ محمد ایوب صابر صاحب نے " **عون الملك المعبود في تحقيق أحاديث رفع اليدين فی السجود** ''کے نام سے محمد حسین صاحب کا بہترین رد کیا ہے، جسے مکتبہ السنہ نے شائع کیا ہے۔

تنبیہ(۲)

جناب ابوحفص بن عثمان بن محمد العثمانی الداجلی نے عربی میں ایک رسالہ ''**فضل الودود في تحقيق رفع اليدين للسجود**'' لکھا ہے جس میں سجدوں میں رفع الیدین کے اثبات کی کوشش کی ہے۔اس رسالے کی بنیادی روایات کا جواب اس مضمون میں آ گیا ہے۔ **وما علينا إلاالبلاغ**



رفع الیدین کا حکم اور سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین متواتر احادیث سے ثابت ہے۔
[قطف الازھار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ حدیث ۳۳، نظم المتناثر من الحدیث المتواتر حدیث ۶۷، لقط اللآلی المتناثرۃ فی الاحادیث المتواترۃ حدیث ۶۲]

صحابہ کرام مثلاً امیر المومنین سیدنا ابوبکر، امیر المومنین سیدنا عمر اور امیر المومنین سیدنا علی وغیرہم سے بھی صراحتاً رفع الیدین ثابت ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

بلکہ امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"و لم یثبت عن أحد من أصحاب النبي ﷺ إنه لا یرفع یدیه "

اور کسی ایک صحابی سے بھی رفع الیدین نہ کرنا ثابت نہیں۔ [جزء رفع الیدین: ۷۶]

اس مختصر مضمون میں امیر المومنین سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث مع تحقیقِ سند پیش کی جاتی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قولاً وفعلاً دونوں طرح رفع الیدین کرنا ثابت ہے۔ **والحمدللہ**

عبداللہ بن القاسم فرماتے ہیں:

بینما الناس یصلون في مسجد رسول الله ﷺ إذخرج علیهم عمر بن الخطاب رضي الله عنه فقال :اقبلوا عليّ بوجوهكم أصلي بكم صلٰوة رسول الله ﷺ التي كان يصلي و يأمر بها فقام مستقبل القبلة و رفع يديه حتٰى حاذا بهما منكبيه و كبر ثم غض بصره ثم رفع يديه حتٰى حاذابهما منكبيه ثم كبر ثم ركع و كذلك حين رفع قال للقوم:هٰكذا كان رسول الله ﷺ يصلي بنا۔

[نصب الرایۃ ج ۱ ص ۴۱۶ مسند الفاروق لابن کثیر ج ۱ ص ۱۶۵، ۱۶۶ شرح سنن الترمذی لابن سید الناس ج ۲ ص ۲۱۷ واللفظ لہ]

لوگ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ (اچانک) ان کے پاس عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا: لوگو! اپنے چہرے میری طرف کرو، میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کر دکھاتا ہوں جو آپ پڑھتے تھے اور جس کا حکم دیتے تھے۔ پس آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے اور اپنے کندھوں تک رفع الیدین کیا اور اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ نے اپنی نظر جھکالی، پھر آپ نے رفع الیدین کیا۔ حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہو گئے پھر آپ نے تکبیر کہی، پھر رکوع کیا اور اسی طرح (رفع الیدین) کیا، جب آپ رکوع سے کھڑے ہوئے..... آپ نے (نماز کے بعد) لوگوں سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں اسی طرح نماز پڑھاتے تھے۔

اب اس حدیث کے راویوں کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے:

1) عبداللہ بن القاسم مولیٰ ابی بکر الصدیق:

آپ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہم کے شاگرد ہیں۔ آپ سے فضیل بن غزوان، قرۃ بن خالد اور ابو عیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی نے روایت کی ہے۔

[التاریخ الکبیر للبخاری ج ۵ ص ۱۷۳، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ج ۵ ص ۱۴۰، ۱۴۱ واللفظ لہ]

امام بخاری اور ابو حاتم الرازی نے اس پر کوئی جرح نہیں کی۔ حافظ ابن حبان نے اسے ثقہ کہا ہے۔

[کتاب الثقات لابن حبان ۴۶/۵، تہذیب الکمال ۴۲۱/۱۰، تہذیب التہذیب ۳۱۴/۵ خلاصۃ تہذیب تہذیب الکمال للخزرجی ص ۲۱۰]

ظفر احمد تھانوی دیوبندی فرماتے ہیں:

"وکذاکل من ذکرہ البخاري في تواریخه ولم یطعن فیه فھو ثقة '

فإن عادته ذكر الجرح والمجروحين قاله ابن تيمية "

اوراسی طرح ہر وہ راوی جسے بخاری نے اپنی تاریخوں میں ذکر کر کے جرح نہیں کی وہ ثقہ ہے کیوں کہ آپ کی عادت ہے کہ جرح اور مجروحین کا ذکر کرتے ہیں ۔ یہ بات (مجدالدین عبدالسلام بن عبداللہ) ابن تیمیہ نے کہی ہے۔

[قواعد فی علوم الحدیث ص۲۲۳، اعلاء السنن ج۱۹]

ظفر احمد تھانوی صاحب کا یہ قول مرجوح ہے تاہم دیوبندیوں کو چاہیے کہ وہ اس اصول کو مدِنظر رکھتے ہوئے راوی مذکور کو ثقہ قرار دیں۔ **دیدہ باید!**

ابن القطان الفاسی نے عبداللہ بن القاسم مذکور کو مجہول کہا ہے۔

[تہذیب التہذیب ج۵ ص۳۱۴]

یہ جرح کئی وجہ سے مردود ہے:

① جب توثیق ثابت ہو جائے تو مجہول و مستور وغیرہ اقوال خود بخود مردود ہو جاتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے راوی ہیں جنھیں امام ابوحاتم وغیرہ نے مجہول کہا ہے، جب کہ دوسرے محدثین انھیں ثقہ کہتے ہیں اور عمل ان کی توثیق پر ہی ہے۔ دیکھیے قواعد فی علوم الحدیث (ص ۲٦۷)

② ابن القطان الفاسی کا ایک خاص اصول ہے کہ وہ ایسے راویوں کو مجہول کہہ دیتے ہیں جن کی توثیق کی صراحت انھیں (اس کے معاصر سے) نہیں ملتی، حالانکہ ایسے راوی صحیحین میں بھی موجود ہیں۔ دیکھئے قواعد الدیوبندیہ فی اصول الحدیث (ص ۲۰۵)

③ اصولِ حدیث میں یہ مقرر ہے کہ جس سے دو ثقہ راوی روایت بیان کریں وہ مجہول العین نہیں ہوتا بلکہ توثیق نہ ہونے کی صورت میں مجہول یا مستور کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کی روایت امام ابوحنیفہ کے نزدیک مقبول ہوتی ہے۔

[قواعد فی علوم الحدیث ص۲۰۴]

یہ قول اگرچہ مرجوح ہے تاہم ان لوگوں کو غور کرنا چاہیے جو " **أجلى الأعلام أن**

الفتوی مطلقاً علی قول الإمام'' جیسی کتابیں لکھتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں:

''لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے۔''

[ایضاح الادلہ ص ۲۷۶]

وہ بعض ثقہ راویوں کو مستور یا مجہول الحال کہہ کر کیوں رد کر دیتے ہیں؟

ان لوگوں کے اصول اتنے متناقض ہیں کہ ہر سلیم الفطرت انسان معلوم ہونے کے بعد حیران ہوتا ہے کہ ان میں تطبیق کس طرح دے؟ مثلاً:

ظفر احمد تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

"إن روایة المستور من القرون الثلاثة مقبول عندنا معشر الحنفیة"

ہم حنفیوں کے نزدیک قرون ثلاثہ کے مستور کی روایت مقبول (صحیح و حجت) ہے۔

[اعلاء السنن ۳/۲۰۴]

اور فرماتے ہیں:

" الجهالة فی القرون الثلاثة لا یضر عندنا "

اور قرون ثلاثہ میں مجہول ہونا ہمارے نزدیک مضر نہیں ہے۔ [ایضاً ص ۱۹۷]

جب کہ اسی جلد میں، یہی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

"قلت ففیه رجل مجهول ،فلا یحتج به"

اس میں ایک آدمی (رجل من آل الحارث جو کہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا شاگرد تھا) مجہول ہے لہٰذا اس سے حجت پکڑنا صحیح نہیں۔ [ص ۱۶۱] اِنا لله و اِنا اِلیه راجعون

تھانوی صاحب کی ان متعارض و متناقض پالیسیوں کی وجہ سے ایک عرب محقق شیخ، عداب محمود الحمش نے اعلاء السنن کے بارے میں لکھا ہے:

" طبع هذا الکتاب مع مقدماته الثلاثة في واحد وعشرین جزءاً وفي هذا الکتاب بلایا وطامات مخجلة."

یہ کتاب اپنے تین مقدموں کے ساتھ اکیس جلدوں میں چھپی ہے اور اس کتاب میں مصیبتیں اور شرمندہ کرنے والی تباہیاں ہیں۔

[رواۃ الحدیث الذین سکت علیہم ائمۃ الجرح والتعدیل ص ۲۷]

④ سنن ابی داود (۱۵۱۴) اور سنن ترمذی (۳۵۵۹) کی ایک روایت "**عن أبي نصيرة عن مولٰى لأبي بكر عن أبي بكر**" کی سند سے ہے۔

اس کے بارے میں حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں:

"**وقول علي بن المديني والترمذي ليس إسناد هٰذا الحديث بذاك، فالظاهر أنه لأجل جهالة مولٰى أبي بكر ولكن جهالة مثله لا تضر لأنه تابعي كبير ويكفيه نسبته إلٰى أبي بكر فهو حديث حسن والله أعلم**"

ابن مدینی اور ترمذی کا یہ قول: اس حدیث کی سند قوی نہیں ہے ظاہراً مولیٰ ابی بکر کی جہالت کی وجہ سے ہے، لیکن ایسے شخص کی جہالت مضر نہیں کیوں کہ وہ بڑا تابعی ہے اور اس کے لیے ابوبکر سے نسبت کافی ہے۔ پس یہ حدیث حسن ہے، واللہ اعلم!

[تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۰۶ و فی نسخۃ ج ۱ ص ۴۱۶]

یہ قول اگرچہ مرجوح ہے لیکن معلوم ہوا کہ عبداللہ بن القاسم، حافظ ابن کثیر کے نزدیک حسن الحدیث ہے۔

[حافظ زیلعی نے کہا: "**لكن جهالته لا تضر إذ تكفيه نسبته إلى الصديق**" لیکن اس کی جہالت مضر نہیں ہے کیونکہ اس کی صدیق سے نسبت کافی ہے (اتحاف المتقین ۵/ ۵۹)]

⑤ امام ابوداود نے عبداللہ بن القاسم کی ایک حدیث پر سکوت کیا ہے۔ [۱۷۹۳]

منذری وغیرہ سکوت ابی داود کی بنا پر حدیث کو حسن قرار دیتے ہیں۔

[قواعد التھانوی ص ۸۷]

یہ قول بھی مرجوح ہے تاہم ان لوگوں پر حجت ہے جن کے نزدیک سکوت ابی داود حسن ہونے کی دلیل ہے۔

فائدہ: ہمارے شیخ الاستاذ حافظ عبدالحمید ازہر حفظہ اللہ نے سکوت ابی داود پر ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ امام ابو داود کا کسی روایت پر سکوت اس کے حسن ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

درج بالا بحث سے معلوم ہوا کہ عبداللہ بن القاسم حسن الحدیث ہے۔ یہ بات عقلاً بعید ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہ ہو لہٰذا معاصرت کی وجہ سے راجح یہی ہے کہ یہ سند متصل ہے۔ عبداللہ بن قاسم مذکور کے بارے میں حافظ مزی لکھتے ہیں: ''**رأی عمر بن الخطاب**''

اس نے عمر بن خطاب کو دیکھا ہے۔ [تہذیب الکمال ج ۱۰ ص ۴۲۱]

2) **ابو عیسیٰ سلیمان بن کیسان الخراسانی:**

ان سے ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے۔ حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی نے اسے ثقہ کہا ہے۔ [الکاشف ج ۳ ص ۳۲۱]

لہٰذا ابن القطان الفاسی کا قول ''**حاله مجهولة**'' مردود ہے۔

3) **حیوہ بن شریح:**

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ [تقریب التہذیب: ۱۶۰۰]

4) **عبداللہ بن وہب القرشی:**

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن اربعہ کے راوی اور ثقہ حافظ عابد ہیں۔ [التقریب: ۳۶۹۴]

5) **حجاج بن ابراہیم الازرق:**

اس حدیث کو ابن وہب سے بیان کر رہے ہیں۔ **كما نقله ابن سيد الناس**

ان سے ایک جماعت نے روایت کی ہے اور ابو حاتم الرازی نے ثقہ کہا ہے۔

[الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۱۵۴، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۲۳۹]

بلکہ اسے ابن حبان اور العجلی وغیرہما نے بھی ثقہ کہا ہے۔ [الثقات ج ۸ ص ۲۰۳]

تقریب التہذیب میں ہے: **ثقة فاضل** [۱۱۱۸]

6) احمد بن الحسن الترمذی:

الراوي عن حجاج بن إبراهيم صحیح بخاری کے راوی اور ''ثقة حافظ ''ہیں۔

[تقریب التہذیب: ۲۵]

7) ابوبکر محمد بن اسحٰق بن خزیمہ:

الراوي عن أحمد بن الحسن الترمذي صحیح ابن خزیمہ کے مصنف اور مشہور ثقہ امام بلکہ شیخ الاسلام ہیں۔ [دیکھئے سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۶۵ تا ۳۸۲]

8) ابواحمد الحسین بن علی بن محمد بن یحییٰ:

حسينك الراوي عن ابن خزيمة خطیب نے کہا: ''كان ثقة حجة ''

[تاریخ بغداد ۸/۷۴ ت ۴۱۵۴]

9) ابوعبداللہ الحافظ:

الحاكم النيسابوري الراوي عن حسينك/ صاحب المستدرك علٰى الصحيحين مشہور ثقہ وصدوق امام ہیں۔

10) الامام البیہقی صاحب الخلافیات:

الراوی عن الحاکم: مشہور ثقہ بالاتفاق امام اور السنن الکبریٰ وغیرہ کے مصنف ہیں۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ یہ سند حسن ہے۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے رفع الیدین کے اثبات کے ساتھ اس کے متعدد شواہد بھی موجود ہیں مثلاً:

۱۔ حديث الحكم قال: رأيت طاؤسًا يرفع يديه إذا افتتح الصلٰوة وإذا ركع وإذا رفع من الركوع رفعهما، فسألت بعض أصحابه فقال: أنه يحدثه عن ابن عمر عن عمر عن النبي ﷺ

[السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۴]

اسے حاکم نے محفوظ کہا ہے۔ یہاں پر '' **بعض أصحابه** ''مضر نہیں ہے کیوں کہ

خطیب بغدادی نے اس حدیث پر'' من اجتزأ بالسماع النازل مع کون الذي حدث عنه موجودًا'' کا باب باندھ کر یہ ثابت کیا ہے کہ حکم بن عتیبہ نے یہ حدیث طاؤس کے سامنے بیان کی ہے۔ [الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع ج۱ص۱۱۶۔۱۱۸]
چونکہ طاؤس کا انکار ثابت نہیں لہٰذا یہ روایت الحکم عن طاؤس متصل ہے ۔ اس پر صاحب ''الامام'' کی جرح صحیح نہیں ہے۔

۲۔ حدیث خلف بن أیوب البلخي عن مالك بن أنس عن الزهري عن سالم عن أبیه عن عمر۔۔ إلخ [نصب الرایۃ ج۱ص۴۱۶]
امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ خلف کی کسی نے متابعت نہیں کی۔
[خلف مختلف فیہ راوی ہے' ابوحاتم رازی کہتے ہیں: یروی عنہ، تہذیب الکمال ج۵ص۴۷۳]
تنبیہ: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔

۳۔ حدیث : راشد بن سعد عن محمد بن سهم عن سعید بن المسیب قال رأیت عمر بن الخطاب یرفع یدیه حذو منكبیه إذا افتتح الصلاة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع .
و فیه من یستضعف [نصب الرایۃ ج۱ص۴۱۷]

محمد بن سہم کا ترجمہ التاریخ الکبیر للبخاری والجرح والتعدیل لابن ابی حاتم میں مذکور ہے۔ابن حبان نے اسے ثقات میں ذکر کیا۔ [ج۷ص۴۲۵]
راشد بن سعد کثیر الارسال ہے۔ [تقریب التہذیب:۱۸۵۴]
اوراگراس سے مراد رشدین بن سعد ہے تو ضعیف ہے۔ [ایضاً:۱۹۴۲ملخصاً]
معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند بھی ضعیف ہے۔
اس کے دیگر شواہد بھی ہیں۔
ایک روایت میں آیا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں رفع الیدین کرتے پھر دوبارہ نہ کرتے۔ [الطحاوی والبیہقی بحوالہ نصب الرایۃ ج۱ص۴۰۵ بروایت ابراہیم عن الاسود عنہ]

اس کی سند ابراہیم النخعی کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس میں دوسری علتیں بھی ہیں۔

اس مختصر تحقیق سے معلوم ہوا کہ رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ کا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فعلاً بھی ثابت ہے اور قولاً بھی۔

''كان يأمر بها'' سے حکم ثابت ہوتا ہے اور اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ

((صلوا كما رأيتموني أصلي)) [صحیح البخاری ج ۱ ص ۸۸ حدیث ۶۳۱]

اور مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ سے ہی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے رفع الیدین کر کے نماز پڑھی ہے۔ [صحیح البخاری ج ۱ ص ۱۰۲ ح ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۳۹۱]

لہٰذا رفع الیدین کا حکم ثابت ہو گیا۔

سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی حدیث مذکور سے متعدد مسائل معلوم ہوتے ہیں، مثلاً:

۱) شاگردوں کو تعلیم کے لیے استاد خود انھیں نماز پڑھ کر سکھائے۔
۲) رسول اللہ ﷺ رفع الیدین کا حکم دیتے تھے۔
۳) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اتباعِ سنت اور تبلیغ سنت کے جذبۂ مبارکہ سے سرشار تھے۔
۴) ہر نماز میں حسب استطاعت، قبلہ کی طرف منہ کرنا ضروری ہے۔
۵) کندھوں تک رفع الیدین کرنا صحیح اور غیر منسوخ ہے۔
۶) رفع الیدین کا منسوخ ہونا ثابت نہیں۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو لوگوں میں سے کسی شخص کو تو امیر المومنین پر اعتراض کرنا چاہیے تھا مگر ایسا قطعاً منقول نہیں ہے۔
۷) پہلے رفع الیدین اور پھر تکبیر کہنا صحیح ہے۔ اسی طرح دوسری احادیث کی رُو سے پہلے تکبیر اور بعد میں رفع الیدین یا تکبیر مع رفع الیدین بھی صحیح ہے۔
۸) نماز میں نظر جھکا کر رکھنی چاہیے۔
۹) '' ثم قام قدرما يقرأ بأم القرآن و سورة من المفصل'' کے الفاظ سے نماز

میں سورہ فاتحہ کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔

۱۰) رکوع میں گھٹنوں پر ہتھیلیاں پھیلا کر رکھنا صحیح ہے۔

۱۱) تعدیل ارکان ضروری ہے۔

۱۲) صرف تین تسبیحات، رکوع وسجود میں پڑھنا صحیح ہے۔

۱۳) اگر نماز صرف دو رکعتیں ہو تو دوسری رکعت کے آخر میں تشہد میں تورک کرنا صحیح ومسنون ہے۔

" ثم صلّى ركعة أخرىٰ مثلها ثم استوىٰ جالساً فنحى رجليه عن مقعدته وألزم مقعدته الأرض "..... إلخ

۱۴) نماز سے خروج کا طریقہ سلام (السلام علیکم) ہے۔

❀❀❀

رفع یدین کے خلاف ایک نئی روایت:
أخبار الفقهاء والمحدثين ؟

مسئلہ رفع یدین کے خلاف ایک نئی روایت اخذ کی گئی ہے جسے کچھ عرصہ سے بہت زور وشور سے تحریر وتقریر میں بیان کیا جاتا ہے۔ حال ہی میں ''ترکِ رفع یدین'' نامی ایک کتاب چھپی ہے جس میں اس روایت کو ''اخبار الفقہاء والمحد ثین'' کے حوالے سے لکھا گیا ہے لہٰذا اس روایت کی بھی تحقیق پیشِ خدمت ہے:

روایت کا متن

''اخبار الفقہاء والمحد ثین'' میں لکھا ہوا ہے:

حدّثني عثمان بن محمد قال: قال لي عبيد الله بن يحيى: حدثني عثمان بن سوادة ابن عباد عن حفص بن ميسرة عن زيد بن أسلم عن عبدالله بن عمر قال: كنا مع رسول الله ﷺ بمكة نرفع أيدينا في بدء الصلاة وفي داخل الصلاة عندالركوع فلما هاجر النبي ﷺ إلى المدينة ترك رفع اليدين في داخل الصلاة عند الركوع وثبت علىٰ رفع اليدين في بدء الصلاة۔

[ص ۲۱۴ ت ۳۷۸، ترکِ رفع یدین ص ۴۹۱]

تارکینِ رفع یدین کی پیش کردہ روایت کئی لحاظ سے موضوع اور باطل ہے۔

دلیل نمبر ۱:

''اخبار الفقہاء والمحد ثین'' نامی کتاب کے شروع (ص ۵) میں اس کتاب کی کوئی

سند مذکور نہیں ہے اور آخر میں لکھا ہوا ہے:

"تم الكتاب والحمدلله حق حمده وصلى الله على محمد وآله وكان ذلك في شعبان من عام ۴۸۳ھ "

کتاب مکمل ہوگئی اور سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جیسا کہ اس کی تعریف کا حق ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل پر درود ہو۔ اور یہ (تکمیل) شعبان ۴۸۳ھ میں ہوئی ہے۔ [ص ۲۹۳]

اخبار الفقہاء کے مذکور مصنف محمد بن حارث القیر وانی (متوفی ۳۶۱ھ) کی وفات کے ایک سو بائیس (۱۲۲) سال بعد اس کتاب اخبار الفقہاء کی تکمیل کرنے اور لکھنے والا کون ہے؟ یہ معلوم نہیں، لہٰذا اس کتاب کا محمد بن حارث القیر وانی کی کتاب ہونا ثابت نہیں ہے۔

دلیل نمبر۲:

اس کے راوی عثمان بن محمد کا تعین ثابت نہیں ہے۔ بغیر کسی دلیل کے اس سے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک مراد لینا غلط ہے۔ اس ابن مدرک سے محمد بن حارث القیر وانی کی ملاقات کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

"عثمان بن محمد بن خشيش القيرواني عن ابن غانم قاضي إفريقية أظنه ، كان كذاباً"

عثمان بن محمد بن خشیش القیر وانی، ابن غانم قاضی افریقیہ سے روایت کرتا ہے، میرا خیال ہے، یہ کذاب تھا۔ [المغنی فی الضعفاء ج۲ ص۵۰ ت ۴۰۵۹]

عثمان بن محمد: کذاب قیروانی ہے اور محمد بن حارث بھی قیروانی ہے لہٰذا ظاہر یہی ہوتا ہے کہ عثمان بن محمد سے یہاں مراد یہی کذاب ہے۔

یاد رہے کہ عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک کا ثقہ ہونا معلوم نہیں ہے۔ محمد بن الحارث القیر وانی سے منسوب کتاب میں لکھا ہوا ہے:

" قال خالد بن سعد: عثمان بن محمد ممن عني بطلب العلم و درس المسائل وعقد الوثائق مع فضله وكان مفتي أهل موضعه توفى ۳۲۰"

خالد بن سعد نے کہا: عثمان بن محمد طلبِ علم پر توجہ دینے والوں میں سے ہے، اس نے مسائل پڑھائے اور فضیلت کے ساتھ دستاویزیں لکھیں ۔ وہ اپنے موضع (علاقے) کا مفتی تھا، ۳۲۰ھ کو فوت ہوا۔

[اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۶]

اس عبارت میں توثیق کا نام ونشان نہیں ہے۔

غلام رسول نوری بریلوی نے اس عبارت کا ترجمہ درج ذیل لکھا ہے:

''جناب خالد بن سعد نے فرمایا کہ عثمان بن محمد ان میں سے ہے جنہوں نے مجھ سے علم حاصل کیا ہے اور مسائل کا درس لیا ہے اور یہ پختہ عقد والے ہیں اور صاحبِ فضیلت ہیں اور اپنے موضع کے مفتی تھے۔'' [ترکِ رفع یدین ص ۴۹۳]!!

دلیل نمبر ۳:

عثمان بن سوادہ بن عباد کے حالات ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کے علاوہ کسی کتاب میں نہیں ملے۔ اخبار الفقہاء میں لکھا ہوا ہے:

" قال عثمان بن محمد قال عبيدالله بن يحيى : كان عثمان بن سوادة ثقة مقبولاً عند القضاة والحكام...."

چونکہ عثمان بن محمد مجروح یا مجہول ہے لہٰذا عبیداللہ بن یحییٰ سے یہ توثیق ثابت نہیں ہے۔

نتیجہ: عثمان بن سوادہ مجہول الحال ہے اس کی پیدائش اور وفات بھی نامعلوم ہے۔

دلیل نمبر ۴:

عثمان بن سوادہ کی حفص بن میسرہ سے ملاقات اور معاصرت ثابت نہیں ہے۔ حفص کی وفات ۱۸۱ھ ہے۔

دلیل نمبر ۵:

محمد بن حارث کی کتابوں میں ''اخبار القضاۃ والمحدثین'' کا نام تو ملتا ہے مگر ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا نام نہیں ملتا۔ دیکھئے الاکمال لابن ماکولا (۲۶۱/۳) الانساب للسمعانی (۳۷۲/۲)

ہمارے اس دور کے معاصرین میں سے عمر رضا کحالہ نے ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' کا ذکر کیا ہے۔ [معجم المؤلفین ۲۰۴/۳]

اس طرح معاصر خیر الدین الزرکلی نے بھی اس کتاب کا ذکر کیا ہے۔ [الاعلام ۷۵/۶]

جدید دور کے یہ حوالے اس کی قطعی دلیل نہیں ہیں کہ یہ کتاب محمد بن حارث کی ہی ہے۔ قدیم علماء نے اس کتاب کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

دلیل نمبر ۶:

مخالفین رفع یدین جس روایت سے دلیل پکڑ رہے ہیں اس کے شروع میں لکھا ہوا ہے:

> **''وکان یحدث بحدیث رواه مسنداً في رفع الیدین وھو من غرائب الحدیث وأراه من شواذھا''**
>
> اور وہ رفع یدین کے بارے میں ایک حدیث سند سے بیان کرتا تھا۔ یہ غریب حدیثوں میں سے ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ شاذ روایتوں میں سے ہے۔

[اخبار الفقہاء والمحدثین ص ۲۱۴]

یہ عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ شاذ روایت ضعیف ہوتی ہے۔

غلام مصطفیٰ نوری صاحب نے ''کمال دیانت'' سے کام لیتے ہوئے ''من شواذھا'' کی جرح کو چھپا لیا ہے۔

ان دلائل کا تعلق سند کے ساتھ ہے۔ اب متن کا جائزہ پیش خدمت ہے:

دلیل نمبر ۷:

اس روایت کے متن میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

کرنے کے بعد رکوع والا رفع یدین چھوڑ دیا۔ جبکہ صحیح و مستند احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ مدینہ منورہ میں رفع یدین کرتے تھے۔

ابو قلابہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ جب نماز پڑھتے تو تکبیر کے ساتھ رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ اسی طرح کرتے تھے۔
[صحیح مسلم ۱/۱۶۸ ح ۳۹۱ و صحیح بخاری ۱/۱۰۲ ح ۷۳۷]

مالک بن حویرث اللیثی رضی اللہ عنہ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے تھے جب آپ ﷺ (مدینہ منورہ میں) غزوۂ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔
[دیکھئے فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۰ ح ۶۲۸]

وائل بن حجر الحضرمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا آپ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۳ ح ۴۰۱]

عینی حنفی لکھتے ہیں:

"وائل بن حجر أسلم فی المدینة في سنة تسع من الهجرة"

اور وائل بن حجر مدینہ میں نو (۹) ہجری کو مسلمان ہوئے تھے۔

[عمدۃ القاری ج ۵ ص ۲۷۴]

۹ھ میں جو وفود نبی ﷺ کے پاس آئے تھے، حافظ ابن کثیر الدمشقی نے ان میں وائل رضی اللہ عنہ کی آمد کا ذکر کیا ہے۔ [البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۷۱]

اس کے بعد (اگلے سال ۱۰ھ) آپ دوبارہ آئے تھے، اس سال بھی آپ نے رفع یدین کا ہی مشاہدہ فرمایا تھا۔ [سنن ابی داود: ۷۲۷، صحیح ابن حبان، الاحسان ۳/۱۶۹ ح ۱۸۵۷]

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں رفع یدین نہیں چھوڑا بلکہ آپ ﷺ مدینہ میں بھی رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اخبار الفقہاء والی روایت موضوع ہے۔

دلیل نمبر ۸:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ۱/۳۴۴ ح ۶۹۴، ۶۹۵ وسندہ حسن]

یہ بات عام طالب علموں کو بھی معلوم ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ میں تشریف لائے تھے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری چار سالوں میں آپ کے ساتھ رہے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۲۲]

اس روایتِ مذکورہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد اور امام ابوحنیفہ کے استاد عطاء بن ابی رباح بھی رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ۶۲ وسندہ حسن]

معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ میں رکوع والا رفع یدین متروک یا منسوخ بالکل نہیں ہوا تھا لہٰذا ''اخبار الفقہاء'' والی روایت جھوٹی روایت ہے۔

دلیل نمبر ۹:

مشہور تابعی نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر اٹھتے وقت (چاروں مقامات پر) رفع یدین کرتے تھے۔ [صحیح بخاری ۱/۱۰۲ ح ۷۳۹]

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مطابق رفع یدین منسوخ ہو جائے اور پھر بھی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یہ رفع یدین کرتے رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں سب سے آگے تھے۔

دلیل نمبر۱۰:

نافع فرماتے ہیں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریاں مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین: ۱۵ وسندہ صحیح]

امام نووی اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں: "**بإسناده الصحيح عن نافع**"

نافع تک اس کی سند صحیح ہے۔[المجموع شرح المہذب ج ۳ ص ۴۰۵]

یہ کس طرح ممکن ہے کہ رفع یدین بروایت ابن عمر منسوخ ہو جائے پھر اس کی ''منسوخیت'' کے بعد بھی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس نامعلوم و مجہول جاہل کو ماریں جو رفع یدین نہیں کرتا تھا۔امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کسی ایک صحابی سے رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین ۴۰، ۷۶، والمجموع للنووی ۴۰۵/۳]

معلوم ہوا کہ رفع یدین نہ کرنے والا آدمی، صحابۂ کرام میں سے نہیں تھا بلکہ کوئی مجہول و نامعلوم شخص ہے۔

خلاصۃ التحقیق:

ان دلائل سابقہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ''اخبار الفقہاء والمحدثین'' والی روایت موضوع اور باطل ہے لہٰذا غلام مصطفیٰ نوری بریلوی صاحب کا اسے ''حدیث صحیح'' کہنا جھوٹ اور مردود ہے۔ **وما علینا إلا البلاغ** (۲۱ محرم ۱۴۲۶ھ)

❀❀❀

رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ

ایک تحقیقی مضمون

تکبیرِ تحریمہ میں رفع یدین کے سنت و (بلحاظِ لغت) مستحب ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین درج ذیل احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے:

1) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

" رأیت رسول الله ﷺ إذا قام فی الصلوة رفع یدیه حتی تکونا حذو منکبیه ،وکان یفعل ذلك حین یکبر للرکوع و یفعل ذلك إذا رفع رأسه من الرکوع و یقول: ((سمع الله لمن حمده)) ولا یفعل ذلك فی السجود "

میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ،آپ جب نماز میں (تکبیر تحریمہ کے لئے) کھڑے ہوئے تو رفع یدین کیا حتیٰ کہ آپ کے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر ہوگئے۔ آپ رکوع کے لئے تکبیر کہتے وقت ایسا ہی کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو ایسا ہی کرتے تھے اور فرماتے : ((سمع الله لمن حمده)) اور آپ ﷺ سجدوں میں (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔

[البخاری:٧٣٦، مسلم:٣٩٠ وترقیم دارالسلام:٨٦١۔٨٦٣]

2) ابوقلابہ (مشہور تابعی) رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ

أنه رأی مالك بن الحویرث إذا صلی کبر ثم رفع یدیه وإذا أراد أن یرکع رفع یدیه وإذا رفع رأسه من الرکوع رفع یدیه وحدث أن رسول الله ﷺ کا ن یفعل هکذا"

انھوں نے مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو دیکھا: وہ جب نماز پڑھتے تکبیر (اللہ اکبر)

کہتے پھر رفع یدین کرتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے رفع یدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے (تو) رفع یدین کرتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔ [مسلم:۲۴/۳۹۱ والبخاری:۷۳۷]

3) وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی ﷺ کو دیکھا، آپ جب نماز میں داخل ہوئے تکبیر کہی اور رفع یدین کیا (کانوں تک) پھر اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا اور کپڑا لپیٹ لیا۔ پھر جب رکوع کا ارادہ کیا تو کپڑے سے ہاتھ باہر نکال کر رفع یدین کیا پھر تکبیر کہہ کر رکوع کیا۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہا (اور) رفع یدین کیا، پھر جب سجدہ کیا تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کے درمیان سجدہ کیا۔ [مسلم:۵۴/۴۰۱]

ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔ دوسرے صحابۂ کرام نے اس حدیث کی تصدیق فرمائی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔ [ابوداود:۷۳۰ وسندہ صحیح]

نیز درج ذیل صحابۂ کرام سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

4) علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

[جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: (۱) وسندہ حسن، ابوداود: ۷۴۴، ۷۶۱، الترمذی: ۳۴۲۳ وقال: ''ھٰذا حدیث حسن صحیح'' ابن ماجہ: ۸۶۴ وصححہ ابن خزیمہ: ۵۸۴، واحمد بن حنبل (نصب الرایہ ۴۱۲/۱)

اس کا راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد: حسن الحدیث ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۶۸/۸، ۱۷۰)]

5) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [ابن خزیمہ: ۶۹۴، ۶۹۵ وسندہ حسن]

6) ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [الدارقطنی: ۲۹۲/۱ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

7) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [البیہقی فی السنن الکبریٰ ۷۳/۲ وقال: ''رواتہ ثقات'' وسندہ صحیح]

8) جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ

[مسند السراج، قلمی ص ۲۵ ومطبوع: ح ۹۲، وسندہ حسن، ابن ماجہ: ۸۶۸ ابوالزبیر المکی نے سماع کی تصریح کر دی

ہے اور ابوحذیفہ حسن الحدیث راوی ہے۔]

9) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ [ابوداود: ۷۳۰ وسندہ صحیح]

معلوم ہوا کہ رکوع سے پہلے اور بعد میں رفع یدین والی روایت متواتر ہے۔ دیکھیے نظم المتناثر فی الحدیث المتواتر ص ۳۱، ۳۲

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد درج ذیل صحابہ کرام رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین پر (بغیر کسی انکار کے) عمل پیرا تھے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

1) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

[البخاری: ۷۳۹ وسندہ صحیح، وأخطأ من أعله وقال البغوي: هذا الحديث صحيح (شرح السنة ۳/ ۲۱)]

2) مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [البخاری: ۷۳۸ ومسلم: ۳۹۱]

3) ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ [الدارقطنی ۱/ ۲۹۲ ح ۱۱۱۱ وسندہ صحیح]

4) ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ [البیہقی ۲/ ۷۳ وسندہ صحیح]

5) عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما [البیہقی ۲/ ۷۳ وقال: ''رواتہ ثقات'' وسندہ صحیح]

6) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما [عبدالرزاق فی المصنف ۲/ ۶۹ ح ۲۵۲۳، ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ وسندہ حسن]

7) انس بن مالک رضی اللہ عنہ [جزء رفع یدین: ۲۰ وسندہ صحیح]

8) جابر رضی اللہ عنہ [مسند السراج قلمی ص ۲۵ وسندہ حسن]

9) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح]

10) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ

[الخلافیات للبیہقی بحوالہ شرح الترمذی لابن سید الناس، قلمی ج ۲ ص ۲۱۷ وسندہ حسن]

مشہور تابعی، امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز میں، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [البیہقی فی السنن الکبریٰ ۲/ ۷۵ وسندہ صحیح]

صحابہ کرام کے ان آثار کے مقابلے میں کسی صحابی سے باسند صحیح و حسن: ترکِ رفع الیدین

قبل الرکوع و بعدہ ثابت نہیں ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی ایک صحابی سے بھی رفع یدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے''

[جزء رفع الیدین: ۷۷ والمجموع شرح المہذب للنووی ۳/۴۰۵]

لہٰذا معلوم ہوا کہ رفع یدین کے عمل پر صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔ رضی اللہ عنہم اجمعین

اگر رفع یدین متروک یا منسوخ ہوتا تو صحابۂ کرام بالاتفاق اس پر عمل نہ کرتے، ان کا اتفاق واجماع یہ ثابت کر رہا ہے کہ ترکِ رفع یدین یا منسوخیت کا دعویٰ، سرے سے ہی باطل ہے۔ مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد آگے آرہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

نماز میں آدمی جو (مسنون) اشارہ کرتا ہے تو اسے ہر اشارے کے بدلے (ہر انگلی پر) ایک نیکی یا درجہ ملتا ہے۔

[الطبرانی فی المعجم الکبیر ج ۱۷ ص ۲۹۷ ح ۸۱۹ وسندہ حسن]

یہ اثر حکماً مرفوع ہے اور مرفوعاً بھی مروی ہے دیکھئے السلسلۃ الصحیحۃ (ج ۷ ص ۸۴۸ ح ۳۲۸۶) عموم قرآن (سورۃ الانعام: ۱۶۱) بھی اس کا مؤید ہے۔ امام اسحاق بن راہویہ، محدث فقیہ مشہور نے اس اثر سے یہ ثابت کیا ہے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین پر، ہر اشارے کے بدلے دس نیکیاں ملتی ہیں دیکھئے معرفۃ السنن والآثار للبیہقی (قلمی ج ۱ ص ۲۲۵ وسندہ صحیح) امام اہلِ سنت، احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی اس اثر سے ''رفع الیدین فی الصلوٰۃ'' پر استدلال کرتے ہیں۔

[دیکھئے مسائل احمد روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۳۷ والتلخیص الحبیر ۱/۲۲۰]

مخالفین رفع یدین کے شبہات کا مدلل رد

اب مخالفین رفع یدین، تارکین اور مدعیان نسخ کے شبہات کا مختصر اور جامع جائزہ پیشِ خدمت ہے:

1) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟

پھر انھوں نے نماز پڑھی اور رفع یدین نہیں کیا مگر صرف پہلی دفعہ

[ابو داود: ۷۴۸من طریق سفیان (الثوري) عن عاصم بن كليب عن عبد الرحمٰن بن الأسود عن علقمة عن عبد الله بن مسعود به وقال:" هٰذا حديث مختصر من حديث طويل و ليس هو بصحيح على هٰذا اللفظ"الترمذی:۲۵۷وقال:" حديث حسن "النسائی:۱۰۲۷، ۱۰۵۹، یہ روایت بلحاظِ سند ضعیف ہے۔]

اس روایت کی سند میں ایک راوی امام سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس ہیں اور روایت عن سے کر رہے ہیں لہٰذا اصولِ حدیث کی رُو سے یہ سند ضعیف ہے۔

سفیان الثوری کے شاگرد ابو عاصم (الضحاک بن مخلد النبیل) ایک روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

" نرى أن سفيان الثوري إنما دلسه عن أبي حنيفة "

ہم یہ سمجھتے ہیں کہ بے شک سفیان ثوری نے اس روایت میں ابوحنیفہ سے تدلیس کی ہے۔[سنن الدارقطنی ۲۰۱/۳ ح ۳۴۲۳ وسندہ صحیح]

حافظ ابن حبان البستی فرماتے ہیں:

"وأما المدلسون الذين هم ثقات و عدول فإنا لا نحتج بأخبارهم إلا ما بينوا السماع فيما رووا مثل الثوري و الأعمش و أبي إسحاق و أضرابهم...."

اور مدلس جو ثقہ و عادل ہیں جیسے (سفیان) ثوری، اعمش اور ابواسحاق (السبیعی)

وغیرہم تو ہم ان کی (بیان کردہ) احادیث سے حجت نہیں پکڑتے الا یہ کہ انھوں نے سماع کی تصریح کی ہو۔ [الاحسان،طبع مؤسسۃ الرسالۃ ۱/۱۶۱ قبل ح ۱]

قسطلانی،عینی اور کرمانی فرماتے ہیں:

سفیان (ثوری) مدلس ہیں اور مدلس کی عن والی روایت حجت نہیں ہوتی الا یہ کہ دوسری سند سے (اس روایت میں) سماع کی تصریح ثابت ہو جائے۔

[ارشادالساری شرح صحیح البخاری،للقسطلانی ج۱ص۲۸۶،عمدۃ القاری للعینی ج۳ص۱۱۲،شرح الکرمانی ج۳ص۶۲]

ابن الترکمانی الحنفی نے کہا: " **الثوري مدلس و قد عنعن** "ثوری مدلس ہیں اور انھوں نے یہ روایت عن سے بیان کی ہے۔[الجوہر النقی ج۸ص۲۶۲]

تفصیل کے لئے دیکھئے میرا رسالہ'' **التأسیس في مسألة التدلیس** ''[ص۲۰،۳۲]

تنبیہ اول

سفیان ثوری کی اس معنعن روایت کی نہ کوئی متابعت ثابت ہے اور نہ کوئی شاہد، العلل للدارقطنی میں متابعت والا حوالہ بے سند ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

تنبیہ ثانی

امام ابن المبارک،الشافعی،ابوداود اور دارقطنی وغیرہم/ جمہور محدثین نے اس روایت کو غیر ثابت شدہ اور ضعیف قرار دیا ہے۔

2) یزید بن ابی زیاد الکوفی نے عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ (ثقہ تابعی) سے روایت کی ہے کہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو کانوں تک رفع یدین کرتے تھے (اور) پھر دوبارہ (رفع یدین) نہیں کرتے تھے۔

[ابوداود:۷۵۲ وقال:ھذا الحدیث لیس بصحیح]

یہ روایت یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یزید کو جمہور محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے۔ یزید بن ابی زیاد کی متابعت میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کی ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

[ابو داود : ۷۴۹ وسندہ ضعیف، محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے یہ روایت یزید بن ابی زیاد سے لی ہے ۔ (کتاب العلل لاحمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۴۳ رقم ۶۹۳ ومعرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۱۹ مخطوط) لہذا یہ متابعت مردود ہے ۔]

اس روایت میں محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے ۔ دیکھئے فیض الباری لأنور شاہ الکشمیری الدیوبندی (ج ۳ ص ۱۶۸)

3) باطل سند کے ساتھ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ نماز پڑھی ہے ۔ وہ شروع نماز میں تکبیرِ تحریمہ کے سوا ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے ۔

[الدارقطنی ۱/۲۹۵ ح ۱۱۲۰ وقال: "تفرد بہ محمد بن جابر وکان ضعیفاً"]

اس کا راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے ۔ [مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۹۱]

امام احمد بن حنبل نے محمد بن جابر کی اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث منکر ہے ۔ [کتاب العلل ج ۱ ص ۱۴۴ ۵ رقم ۷۰۱]

حاکم نیشاپوری نے کہا: "ھذا إسناد ضعیف" [معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ج ۱ ص ۲۲۰]

اس روایت میں دوسری علت یہ ہے کہ حماد بن ابی سلیمان مختلط ہے ۔

[دیکھئے مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۱۹، ۱۲۰ وقال: " ولا يقبل من حديث حماد بن أبي سليمان إلا ما رواه عنه القدماء :شعبة و سفيان الثوري و الدستوائي و من عدا هؤلاء رووا عنه بعد الإختلاط" حماد بن ابی سلیمان کی صرف وہی حدیث مقبول ہے جسے شعبہ، ثوری اور (ہشام) الدستوائی نے بیان کیا ہے ۔ ان کے علاوہ سب لوگوں نے حماد کے اختلاط کے بعد بیان کی ہے ۔]

4) بعض لوگ حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی سے ایک روایت " فلا يرفع " (ح ۶۱۴) پیش کرتے ہیں حالانکہ مسند حمیدی کے دو قدیم نسخوں اور حسین سلیم اسد الدارانی (الشامی) کی تحقیق سے شائع شدہ مسند حمیدی میں "فلا یرفع" کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ رفع یدین کا اثبات ہے ۔

[مطبوعہ دار السقا، دمشق، داریا، ج ۱ ص ۵۱۵ ح ۶۲۶]

حسین الدارانی کے نسخے میں حدیثِ مذکور کی سند ومتن پیشِ خدمت ہے:

''٦٢٦ـ حدثنا الحميدي قال: حدثنا سفيان قال: حدثنا الزهري قال: أخبرني سالم بن عبد الله عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلٰوة رفع يديه حذومنكبيه و إذا أراد أن يركع و بعد ما يرفع رأسه من الركوع و لا يرفع بين السجدتين''

ابونعیم الاصبہانی نے المستخرج علیٰ صحیح مسلم میں یہ روایت حمیدی کی سند سے اسی سند و متن کے ساتھ نقل کی ہے۔[ج۲ص۱۲ح۸۵۶]

5) بعض لوگ مسند ابی عوانہ کی ایک روایت پیش کرتے ہیں جس میں '' لا یرفعهما'' سے پہلے''و '' گر گئی ہے حالانکہ مسند ابی عوانہ کے دو قلمی نسخوں میں یہ''و '' موجود ہے جس سے رفع یدین کا اثبات ہوتا ہے نفی نہیں ہوتی۔

6) بعض لوگ ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں ترکِ رفع یدین کا ذکر نہیں ہوتا مثلاً المدونۃ الکبریٰ (ج ۱ ص ۷۱) کی روایت وغیرہ ،حالانکہ ایک روایت میں ذکر موجود ہونے کے بعد دوسری روایت میں عدمِ ذکر سے نفی ذکر لازم نہیں آتا۔

[نیز دیکھئے الجوہر النقی لابن الترکمانی الحنفی ج ۲ص ۷۷،۳۱ الدرایہ مع الہدایہ ج ۱ص ۱۷۷]

دوسرے یہ کہ المدونۃ الکبریٰ غیر ثابت اور غیر مستند کتاب ہے۔دیکھئے میری کتاب القول المتین فی الجہر بالتأمین (ص۷۳)

7) بعض لوگ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا ہے کہ میں تمھیں ہاتھ اٹھاتے ہوئے اس طرح دیکھتا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دُمیں ہوتی ہیں ،نماز میں سکون اختیار کرو۔

[مسلم: ۴۳۰وترقیم دارالسلام: ۹۶۸]

یہ روایت مسند احمد (ج ۵ص۹۳ ح ۲۱۱۶۶) میں'' وهم قعود'' (اور وہ بیٹھے ہوئے تھے) کے الفاظ کے ساتھ مختصراً موجود ہے جس سے ثابت ہوا کہ یہ روایت قیام والے رفع یدین کے خلاف نہیں ہے بلکہ اس میں قعدے (تشہد) والی حالت بیٹھنے میں

ہاتھ اٹھانے سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ شیعہ ''حضرات'' کرتے ہیں۔ جس کا مشاہدہ آج بھی کیا جا سکتا ہے۔ شیعہ کے رد والی حدیث کو اہلِ سنت کے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا ظلمِ عظیم ہے۔

اسی لئے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کرنے والے کو ''**لا یعلم**'' (بے علم) قرار دیا ہے۔ [جزء رفع الیدین بتحقیقی: ۳۷]

امام نووی اس استدلال کو بدترین جہالت کہتے ہیں۔ [المجموع شرح المہذب ج ۴ ص ۴۰۳]

محمود حسن دیوبندی ''اسیر مالٹا'' فرماتے ہیں کہ

''باقی اذناب الخیل کی روایت سے جواب دینا بروئے انصاف درست نہیں کیونکہ وہ سلام کے بارہ میں ہے صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بوقتِ سلام نماز میں اشارہ بالید بھی کرتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو منع فرما دیا''

[الورد الشذی علیٰ جامع الترمذی ص ۶۳، تقاریر شیخ الہند ص ۶۵]

محمد تقی عثمانی دیوبندی فرماتے ہیں کہ

''لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث سے حنفیہ کا استدلال مشتبہ اور کمزور ہے'' [درس ترمذی ج ۲ ص ۳۶]

معلوم ہوا کہ رفع الیدین قبل الرکوع و بعدہ کے خلاف ایک روایت بھی ثابت نہیں ہے۔

❀❀❀

مسئلۂ رفع الیدین اور طاہر القادری صاحب

الحمد لله رب العالمين والصلوٰة والسلام علىٰ رسوله الأمين،أما بعد:

''پی ایچ ڈی'' والے ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب نے'' **المنهاج السوي من الحديث النبوي** '' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں بریلوی مسلک کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔اس کتاب کے صفحہ ۲۲۳ پر انھوں نے ''تکبیر اولیٰ کے علاوہ نماز میں رفع یدین نہ کرنے کا بیان'' کا عنوان مقرر کر کے رفع یدین کے خلاف چودہ (۱۴) روایات مع حوالہ پیش کی ہیں۔[ص ۲۲۳ تا ۲۲۹]

اس مضمون میں ان روایات پر تبصرہ وتحقیق پیش خدمت ہے:

تنبیہ: عربی عبارات اور بہت سی تخریجات کو اختصار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے، صرف روایت نمبر:۲۵۹/۱۲ کو مع عربی عبارت نقل کیا گیا ہے۔

طاہر القادری صاحب کی پہلی دلیل (۲۴۸/۱):

'' حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بصرہ میں نماز پڑھی تو انہوں نے ہمیں وہ نماز یاد کروادی جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔انہوں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی اٹھتے اور جھکتے تو تکبیر کہا کرتے تھے۔'' [صحیح بخاری:۲۷/۱ ح ۷۸۵....] (المنہاج السوی ص ۲۲۳)

تبصرہ:

ہمارے نسخہ میں اس روایت کا نمبر ۷۸۴ ہے۔اس حدیث میں رفع یدین کرنے یا نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں بلکہ صرف یہی مسئلہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (سجدوں سے) اٹھتے اور جھکتے وقت تکبیر کہا کرتے تھے۔تمام اہلِ حدیث کا اس مسئلے پر عمل ہے۔والحمدللہ

اس روایت میں پہلے رفع یدین کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔ اصول میں یہ مسئلہ مقرر ہے کہ ایک روایت میں ذکر ہو اور دوسری میں ذکر نہ ہو تو عدمِ ذکر نفیِ ذِکر کی دلیل نہیں ہوتا۔

ابن الترکمانی (حنفی) لکھتے ہیں کہ

"ومن لم یذکر الشیٔ لیس بحجة علٰی من ذکره"

اور جو شخص ذکر نہ کرے اس کی بات اس پر حجت نہیں ہے جو ذکر کرے۔

[الجوہر النقی ج۴ص۳۱۷]

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں کہ

"اور آگاہی رکھنے والے، آگاہی نہ رکھنے والوں کی بنسبت فیصلہ کن ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم" [فتاویٰ رضویہ ج۵ص۲۰۸ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور]

جس طرح اس روایت کو تکبیرِ اولیٰ والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے اسی طرح اسے رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کے خلاف پیش کرنا بھی غلط ہے۔ نیز دیکھئے تیسری دلیل مع تبصرہ (۲۵۰/۳)

دوسری دلیل (۲۴۹/۲):

"حضرت ابوسلمہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انھیں نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ جب بھی جھکتے اور اٹھتے تو تکبیر کہتے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: تم میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے۔"

[صحیح بخاری: ۱/۲/۱۷ ح ۷۵۲ وصحیح مسلم: ۱/۲۹۳ ح ۳۹۲...] (المنہاج السوی ص۲۲۳)

تبصرہ:

یہ روایت صحیح بخاری والے ہمارے نسخہ میں نمبر ۷۸۵ پر ہے۔ صحیح مسلم کے دارالسلام والے نسخہ میں اس کا نمبر ۸۶۷ ہے۔

اس روایت میں بھی رفع یدین کے نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ (سجدوں میں) جھکتے اور اٹھتے وقت تکبیر کہنے کا ذکر ہے لہٰذا اس روایت کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا

غلط ہے۔

فائدہ: عطاء (بن ابی رباح) فرماتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ (نماز کے لئے) تکبیر کہتے وقت، اور رکوع کرتے وقت (اور رکوع سے اُٹھتے وقت) رفع یدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۲۲ وسندہ صحیح]

تیسری دلیل (۲۵۰/۳):

"حضرت مطرف بن عبداللہ روایت کرتے ہیں: میں اور حضرت عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی جب انہوں نے سجدہ کیا تو تکبیر کہی جب سر اُٹھایا تو تکبیر کہی اور جب دو رکعتوں سے اُٹھے تو تکبیر کہی۔ جب نماز مکمل ہوگئی تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: انہوں نے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کی نماز یاد کرادی ہے۔ (یا فرمایا:) انھوں نے مجھے محمد مصطفیٰ ﷺ کی نماز جیسی نماز پڑھائی ہے۔"

[صحیح بخاری: ۱/۲۷۱ ح ۷۵۳ وصحیح مسلم: ۱/۲۹۵ ح ۳۹۳ ...] (المنہاج السوی ص ۲۲۴)

تبصرہ:

یہ روایت صحیح بخاری (۷۸۶) اور صحیح مسلم (ترقیم دارالسلام: ۸۷۳) میں موجود ہے لیکن اس روایت میں بھی رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے بلکہ سجدوں اور دو رکعتوں سے قیام پر تکبیرات کا مسئلہ ہے لہٰذا اس روایت کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا مردود ہے ورنہ پھر اس طرزِ استدلال کی وجہ سے تکبیر تحریمہ والا رفع یدین بھی متروک یا منسوخ ہو جائے گا!

فائدہ: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نماز (پڑھنے) کے لئے کھڑے ہوتے وقت، رکوع کو جاتے وقت، رکوع سے اٹھتے وقت اور دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری: ۱ وسندہ حسن واللفظ لہ، سنن الترمذی: ۳۴۲۳ وقال: "حسن صحیح"، صحیح ابن خزیمہ:

۵۸۴، وصحیح ابن حبان بحوالہ عمدۃ القاری للعینی ۵/۲۷۷]

اس حدیث کے راوی عبدالرحمٰن بن ابی الزناد کی حدیث حسن ہوتی ہے۔

[دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۸/۱۶۸، ۱۷۰]

محدثین کرام کے نزدیک سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین ثابت نہیں ہے۔

[دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری: ۱۱ بتحقیقی والسنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۸۰، ۸۱ مسائل احمد ۱/۳۴۳]

چوتھی دلیل (۴/۲۵۱):

''حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو کھڑے ہوتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے پھر **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ** کہتے جب کہ رکوع سے اپنی پشت مبارک کو سیدھا کرتے پھر سیدھے کھڑے ہو کر **رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ** کہتے۔ پھر جھکتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سر اُٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر سجدہ کرتے وقت تکبیر کہتے پھر سجدے سے سر اُٹھاتے وقت تکبیر کہتے۔ پھر ساری نماز میں اسی طرح کرتے یہاں تک کہ پوری ہو جاتی اور جب دو رکعتوں کے آخر میں بیٹھنے کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔''

[صحیح بخاری: ۱/۲/۱۰۹ ح ۷۵۶ وصحیح مسلم: ۱/۲۹۳ ح ۳۹۲] (المنہاج السوی ص ۲۲۵)

تبصرہ:

یہ روایت ہمارے نسخہ میں، صحیح بخاری (۷۸۹) وصحیح مسلم (دارالسلام: ۸۶۸) میں موجود ہے۔ اس روایت میں بھی ترک رفع یدین کا کوئی مسئلہ مذکور نہیں ہے بلکہ ''**سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ**'' اور ''**رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ**'' کے ساتھ ساتھ تکبیروں کا بیان ہے لہٰذا اس حدیث کو بھی رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔ محدثین کرام میں سے کسی قابلِ اعتماد محدث نے ایسی روایات کو رفع یدین کے خلاف پیش نہیں کیا۔ حدیث نمبر ۲ کے تبصرہ میں راقم الحروف نے ثابت کر دیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور بعد

رفع یدین کرتے تھے۔ لہٰذا راوی کے عمل کے بعد اس روایت سے ترکِ رفع یدین کا مسئلہ کشید کرنا راویٔ حدیث کی صریح مخالفت کے مترادف ہے۔

پانچویں دلیل (۵/۲۵۲):

''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہر نماز میں تکبیر کہتے خواہ وہ فرض ہوتی یا دوسری، ماہِ رمضان میں ہوتی یا اس کے علاوہ جب کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور جب رکوع کرتے تو تکبیر کہتے۔ پھر '' سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ '' کہتے۔ پھر سجدہ کرنے سے پہلے '' رَبَّنَالَكَ الْحَمْدُ '' کہتے۔ پھر جب سجدے کے لئے جھکتے تو '' اَللّٰهُ اَكْبَرُ '' کہتے۔ پھر جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب (دوسرا) سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، پھر جب سجدے سے سر اُٹھاتے تو تکبیر کہتے، پھر جب دوسری رکعت کے قعدہ سے اُٹھتے تو تکبیر کہتے، اور ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو جاتے۔ پھر فارغ ہونے پر فرماتے: قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! تم سب میں سے میری نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تا دمِ وصال اسی طریقہ پر نماز ادا کی۔''

[صحیح بخاری: ۱/۱۶ ۱۲۷ ح ۷۷۰....] (المنہاج السوی ص ۲۲۶)

تبصرہ:

یہ روایت ہمارے نسخۂ صحیح بخاری میں نمبر ۸۰۳ پر موجود ہے۔

اس حدیث میں بھی سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ، رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور تکبیرات کا ذکر ہے لیکن رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی حدیث کو رفع یدین کے خلاف پیش کرنا غلط ہے۔

حدیث نمبر ۲ کے تبصرہ میں یہ ثابت کر دیا گیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے

اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی آخری نماز وہی ہے جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ پڑھتے تھے۔ اس طریقۂ استدلال سے خود بخود ثابت ہو گیا کہ آپ ﷺ کی آخری نماز رفع یدین والی تھی، آپ سے ترکِ رفع یدین باسند صحیح یا حسن قطعاً ثابت نہیں ہے۔

چھٹی دلیل (۲۵۳/۶):

''حضرت ابو قلابہ سے روایت ہے کہ حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ بتاؤں؟ اور یہ نماز کے معینہ اوقات کے علاوہ کی بات ہے۔ سوانہوں نے قیام کیا، پھر رکوع کیا تو تکبیر کہی پھر سر اُٹھایا تو تھوڑی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا، پھر تھوڑی دیر سر اُٹھائے رکھا پھر سجدہ کیا۔ پھر تھوڑی دیر سر اُٹھائے رکھا۔ انہوں نے ہمارے ان بزرگ حضرت عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھی۔ ایوب کا بیان ہے وہ ایک ایسا کام کرتے جو میں نے کسی کو کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ وہ دوسری اور چوتھی رکعت میں بیٹھا کرتے تھے۔ فرمایا: ہم حضور نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ کے پاس ٹھہرے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم اپنے گھر والوں کے پاس واپس جاؤ تو فلاں نماز فلاں وقت میں پڑھنا۔ جب نماز کا وقت ہو جائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور جو بڑا ہو وہ تمہاری امامت کرے۔''

[صحیح بخاری: ۲۸۲/۱ ح ۷۸۵] (المنہاج السوی ص ۲۲۶، ۲۲۷)

تبصرہ:

یہ روایت ہمارے نسخۂ صحیح بخاری میں نمبر ۸۱۸، ۸۱۹ پر موجود ہے۔

اس حدیث میں بھی رفع یدین نہ کرنے کا کوئی ذکر موجود نہیں ہے۔ جبکہ طاہر القادری صاحب کے استدلال کے سراسر برعکس ابو قلابہ (تابعی) رحمہ اللہ سے

روایت ہے کہ انھوں نے (سیدنا) مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کو شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ [صحیح البخاری: ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۳۹۱ و ترقیم دارالسلام: ۸۶۴ واللفظ لہ]

آپ نے دیکھ لیا کہ اس متفق علیہ حدیث سے دو مسئلے ثابت ہیں:

۱۔ رسول اللہ ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابو قلابہ تابعی کے سامنے سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین کرتے تھے۔

لہٰذا جو لوگ ترکِ رفع یدین یا منسوخیتِ رفع یدین کے دعویدار ہیں، اُن کا دعویٰ باطل ہے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا کہ طاہر القادری صاحب نے نمبر بڑھانے کے لئے چھ غیر متعلقہ، عدمِ ذکر والی روایات پیش کی ہیں جن کا ترکِ رفع یدین کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

اب ان کی پیش کردہ دوسری روایات پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے:

ساتویں دلیل (۲۵۴/۷):

''حضرت علقمہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اکرم ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ راوی کہتے ہیں: پھر انہوں نے نماز پڑھائی اور ایک مرتبہ کے سوا اپنے ہاتھ نہ اُٹھائے۔'' امام نسائی کی بیان کردہ روایت میں ہے: ''پھر انہوں نے ہاتھ نہ اُٹھائے۔''

[ابو داود: ۱/۲۸۶ ح ۷۴۸، ترمذی: ۱/۲۹۷ ح ۲۵۷، نسائی: ۲/۱۳۱ ح ۱۰۲۶، السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۲۲۱، ۳۵۱ ح ۶۴۵، ۱۰۹۹، مسند احمد: ۱/۳۸۸، ۴۴۱، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۱۳ ح ۲۴۴۱] (المنہاج السوی ص ۲۲۷)

تبصرہ:

ان تمام کتابوں میں یہ روایت ''سفیان الثوري عن عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الأسود عن علقمة'' کی سند سے مروی ہے۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ مشہور مدلس ہیں۔

ابن الترکمانی (حنفی) نے کہا:

''الثوري مدلس''ثوری مدلس ہیں۔[الجوہر النقی ج ۸ ص ۲۶۲]

عینی حنفی نے کہا:

سفیان مدلسین میں سے ہیں اور مدلس کی عن والی روایت سے حجت نہیں پکڑی جاتی الا یہ کہ اس کے سماع کی تصریح دوسری سند سے ثابت ہو جائے۔

[عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۲ تحت ح ۲۱۴]

یہی بات قسطلانی نے بھی لکھی ہے۔[ارشاد الساری ج ۱ ص ۲۸۶]

احمد رضا خان بریلوی صاحب فرماتے ہیں کہ

''اور عنعنہ مدلس جمہور محدثین کے مذہب مختار و معتمد میں مردود و نامستند ہے''

[فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۴۵ طبعہ محققہ]

احمد رضا خان صاحب مزید فرماتے ہیں کہ

''اور عنعنہ مدلس اصول محدثین پر نامقبول ہے۔''[فتاویٰ رضویہ ج ۵ ص ۲۶۶]

محمد عباس رضوی بریلوی لکھتے ہیں کہ

''یعنی سفیان مدلس ہے اور یہ روایت انہوں نے عاصم بن کلیب سے عن کے ساتھ کی ہے اور اصولِ محدثین کے تحت مدلس کا عنعنہ غیر مقبول ہے جیسا کہ آگے انشاء اللہ بیان ہوگا۔''

[مناظرے ہی مناظرے ص ۲۴۹ مطبوعہ: مکتبہ جمال کرم دربار مارکیٹ لاہور]

ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی پیش کردہ یہ روایت غیر مقبول، نامقبول اور مردود ہے۔

آٹھویں دلیل (۲۵۵/۸):

''حسن بن علی، معاویہ، خالد بن عمرو اور ابو حذیفہ رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں کہ

سفیان نے اپنی سند کے ساتھ ہم سے حدیث بیان کی (کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے) پہلی دفعہ ہی ہاتھ اُٹھائے، اور بعض نے کہا: ایک ہی مرتبہ ہاتھ اُٹھائے۔'' [ابوداود: ۱/۲۸۶ ح ۷۴۹] (المنہاج السوی ص ۲۲۸)

تبصرہ:

یہ روایت بھی سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے، دیکھئے حدیث نمبر ۷/۲۵۴ کا تبصرہ۔ یاد رہے کہ ابوحذیفہ وغیرہ صحابی نہیں بلکہ راویانِ حدیث تھے۔

نویں دلیل (۲۵۶/۹):

''حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ کانوں تک اُٹھاتے، اور پھر ایسا نہ کرتے۔''

[ابوداود: ۱/۲۸۷ ح ۷۵۰ ومصنف عبدالرزاق: ۲/۷۰ ح ۲۵۳۰ ومصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۲۱۳ ح ۲۴۴۰ وسنن الدارقطنی: ۱/۲۹۳ وشرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۲۵۳ ح ۱۱۳۱] (المنہاج السوی ص ۲۲۸)

تبصرہ:

اس روایت کا بنیادی راوی یزید بن ابی زیاد الکوفی ہے۔ اس کے بارے میں محدث دارقطنی نے فرمایا: ''ضعیف یخطئ کثیراً'' وہ ضعیف تھا اور بہت زیادہ غلطیاں کرتا تھا۔
[سوالات البرقانی للدارقطنی: ۵۶۱]

بیہقی نے فرمایا: ''غیر قوي'' وہ قوی نہیں تھا۔ [السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۲۶]

حافظ ابن حجر نے فرمایا:

''والجمهور علی تضعیف حدیثه''

اور جمہور اس کی حدیث کو ضعیف کہتے ہیں۔ [ہدی الساری ص ۴۵۹]

بوصیری نے کہا:

''وضعفه الجمهور'' اور جمہور نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔
[زوائد سنن ابن ماجہ: ۲۱۱۶]

اسماء الرجال کے مشہور امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (متوفی ۲۳۳ھ) اس روایت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "یہ روایت صحیح السند نہیں ہے"
[تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری ج ۳ ص ۲۶۴ رقم: ۱۲۳۹]

ڈاکٹر صاحب کو اس قسم کی کمزور اور کچی روایت پیش نہیں کرنی چاہئے تھی۔

دسویں دلیل (۲۵۷/۱۰):

"حضرت اسود روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ صرف تکبیرِ تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے، پھر نماز میں کسی اور جگہ ہاتھ نہ اُٹھاتے اور یہ عمل حضور نبی اکرم ﷺ سے نقل کیا کرتے۔" [اخرجہ الخوارزمی فی جامع المسانید ۱/۳۵۵]

(المنہاج السوی ص ۲۲۸)

تبصرہ:

طاہر القادری صاحب کی تخریج "رواه أبو حنيفة" سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے امام ابوحنیفہ نے روایت کیا ہے حالانکہ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اسے خوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ) نے "**أبو محمد البخاري عن رجاء بن عبدالله النهشلي عن شقيق بن إبراهيم عن أبي حنيفة ...**" کی سند سے روایت کیا ہے۔ [جامع المسانید ج ۱ ص ۳۵۵]

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب البخاری الحارثی کے بارے میں ابو احمد الحافظ (حاکم کبیر) نے فرمایا: "**كان عبدالله بن محمد بن يعقوب الأستاد ينسج الحديث**" استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔
[کتاب القراءت للبیہقی ص ۱۷۸ رقم: ۳۸۸ دوسرا نسخہ ص ۱۵۴، ۱۵۵ و سندہ صحیح]

اس شخص کی توثیق کسی نے نہیں کی۔ اس پر شدید جرحوں کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (ج ۲ ص ۴۹۶) ولسان المیزان (۳/۳۴۸، ۳۴۹) والکشف الحثیث عمن رمی بوضع الحدیث (ص ۲۴۸)

حافظ ذہبی نے اسے دیوان الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے۔ [۱/۲۶ رقم: ۲۲۹۷]

رجاء بن عبداللہ النہشلی کے حالات اور شخصیت نامعلوم ہے۔
ثابت ہوا کہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ثابت ہی نہیں ہے لہٰذا اسے ”رواه أبو حنيفة“ کہنا بہت بڑی غلطی ہے۔

گیارہویں دلیل (۲۵۸/۱۱):

”حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی، یہ سب حضرات صرف نماز کے شروع میں ہی اپنے ہاتھ بلند کرتے تھے۔“

[سنن الدارقطنی ۱/۲۹۵، مسند ابی یعلیٰ ۸/۴۵۳ ح ۵۰۳۹، السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۹، مجمع الزوائد ۲/۱۰۱]
(المنہاج السوی ص ۲۲۸، ۲۲۹)

تبصرہ:

اس روایت کا بنیادی راوی محمد بن جابر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔
زیلعی حنفی فرماتے ہیں کہ ”و محمد بن جابر: ضعيف“ اور محمد بن جابر ضعیف ہے۔
[نصب الرایہ ج ۱ ص ۶۱]
جوراوی خود حنفیوں کے نزدیک بھی ضعیف ہے اس کی روایت ڈاکٹر صاحب کیوں پیش کررہے ہیں؟
یہ روایت امام دارقطنی رحمہ اللہ سنن الدارقطنی میں روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ” تفرد به محمد بن جابر وكان ضعيفاً “ اس کے ساتھ محمد بن جابر منفرد (اکیلا) ہے اور وہ ضعیف تھا۔ [ج ۱ ص ۲۹۵ ح ۱۱۲۰]
مسند ابی یعلیٰ کے محقق حسین سلیم اسد نے لکھا: ” إسناده ضعيف “ اس کی سند ضعیف ہے [۸/۴۵۳] یاد رہے کہ اسی نسخے کا حوالہ ڈاکٹر صاحب نے دے رکھا ہے۔
امام بیہقی نے یہ روایت ذکر کر کے امام دارقطنی سے نقل کیا کہ محمد بن جابر ضعیف تھا۔
[السنن الکبریٰ ج ۲ ص ۷۹، ۸۰]

امام بیہقی بذاتِ خود دوسری جگہ محمد بن جابر الیمامی کو ضعیف لکھتے ہیں۔

[السنن الکبریٰ ج ا ص ۱۳۴، ۱۳۵]

حافظ ہیثمی نے یہ حدیث مجمع الزوائد میں ذکر کر کے فرمایا:

" رواه أبو يعلٰى وفيه محمد بن جابر الحنفي اليمامي وقد اختلط عليه حديثه و كان يلقن فيتلقن "

اسے ابو یعلیٰ نے روایت کیا اور اس میں محمد بن جابر حنفی (قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک فرد) یمامی ہے۔ اس کی حدیث اُس پر گڈ مڈ ہوگئی تھی اور وہ تلقین قبول کر لیتا تھا [پنجابی زبان کا ''لائی لگ'' تھا] [ج ۲ ص ۱۰۱]

حافظ ہیثمی دوسری جگہ فرماتے ہیں:

" وفيه محمد بن جابر السحيمي وهو ضعيف ''

اور اس میں محمد بن جابر السحیمی (الیمامی) ضعیف ہے۔

[مجمع الزوائد ج ٦ ص ۲۸۸ باب ما جاء فی القود والقصاص ومن لا قود علیہ]

آپ نے دیکھ لیا کہ اس روایت کے راوی کو ذکر کرنے والے محدثین بھی ضعیف ہی کہتے ہیں لیکن پھر بھی ڈاکٹر صاحب ایسی کمزور روایت اپنے استدلال میں پیش کر رہے ہیں۔

اس روایت کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

''هٰذا حديث منكر'' یہ حدیث منکر ہے۔

[المسائل، روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۲۴۲ ت ۳۲۷]

بارہویں دلیل (۲۵۹/۱۲):

" عن سالم عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلٰوة رفع يديه حتٰى يحاذي بهما ،وقال بعضهم :حذومنكبيه ،وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع،لا يرفعهما وقال بعضهم : ولا يرفع بين السجدتين،رواه أبو عوانة۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے نماز شروع کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اُٹھایا اور جب آپ ﷺ رکوع کرنا چاہتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے تو ہاتھ نہیں اُٹھاتے تھے، اور بعض نے کہا دونوں سجدوں کے درمیان (ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے۔''

[ابوعوانہ ۱/۴۲۳ ح ۱۵۷۲] (المنہاج السوی ص ۲۲۹)

تبصرہ:

یہ روایت مسند ابی عوانہ کے دو قلمی نسخوں میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ موجود ہے:

''عن سالم عن أبيه قال: رأيت رسول الله ﷺ إذا افتتح الصلوٰة رفع يديه حتى يحاذي بهما وقال بعضهم حذومنكبيه وإذا أراد أن يركع وبعد ما يرفع رأسه من الركوع ولا يرفعهما وقال بعضهم ولا يرفع بين السجدتين والمعنى واحد''

ان میں ایک قلمی نسخہ ہمارے استاد محترم پیر جھنڈا شیخ الاسلام ابوالقاسم محبّ اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کے کتب خانہ سعیدیہ میں موجود ہے اور دوسرا نسخہ (عکس) مدینہ یونیورسٹی میں موجود ہے۔

طاہر القادری صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ غلط کیا ہے جبکہ صحیح ترجمہ درج ذیل ہے:

''سالم اپنے ابا (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے حتیٰ کہ دونوں (ہاتھ) برابر ہو جاتے اور بعض نے کہا: آپ کے کندھوں کے برابر ہو جاتے اور جب رکوع کا ارادہ کرتے اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد (رفع یدین کرتے تھے) اور دونوں (ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے اور بعض نے کہا: اور سجدوں کے درمیان نہیں اُٹھاتے تھے اور معنی ایک ہے۔''

معلوم ہوا کہ'' **لا یرفعهما** ''کا تعلق'' **بین السجدتین** ''سے ہے'' **من الرکوع** ''سے نہیں ہے۔'' **والمعنیٰ واحد** ''کے الفاظ بھی صاف صاف اسی کی تائید کر رہے ہیں۔ مگر صد افسوس ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے دیوبندیوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اس روایت کو رفع یدین کے خلاف پیش کر دیا ہے حالانکہ یہ حدیث رفع یدین کے اثبات کے ساتھ ''**سالم عن أبیه** ''کی سند سے صحیح بخاری (۷۳۶) وصحیح مسلم (ح ۳۹۰ ترقیم دارالسلام:۸۶۱) میں موجود ہے۔

محدث ابوعوانہ الاسفرائنی والی روایت میں ان کے تین استادوں کے نام مذکور ہیں:

عبداللہ بن ایوب المخرمی، سعدان بن نصر اور شعیب بن عمرو (دیکھئے ج۲ص۹۰)

سعدان بن نصر کی روایت السنن الکبریٰ للبیہقی میں'' **ولا یرفع بین السجدتین** ''اور آپ سجدوں کے درمیان رفع یدین نہیں کرتے تھے (۶۹/۲) کے الفاظ سے موجود ہے۔ جبکہ'' **سالم عن أبیه** ''والی یہی روایت صحیح مسلم میں'' **ولا یرفعهما بین السجدتین** '' اور آپ دونوں ہاتھ سجدوں کے درمیان نہیں اُٹھاتے تھے (ح ۳۹۰ وترقیم دارالسلام: ۸۶۱) کے الفاظ سے موجود ہے۔ ابوعوانہ رحمہ اللہ نے راویوں کے درمیان الفاظ کے اس اختلاف'' **ولا یرفعهما** ''اور'' **ولا یرفع** ''کو جمع کر کے'' **والمعنیٰ واحد** ''کہہ کر یہ ثابت کر دیا ہے کہ رفع یدین نہ کرنے کا تعلق سجدوں کے درمیان سے ہے، رکوع کے بعد سے نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ'' **ولا یرفعهما** ''کو رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین سے ملا دینا غلط ہے۔

تیرھویں دلیل (۲۶۰/۱۳):

''حضرت اسود بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نماز ادا کرتے دیکھا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ تکبیرِ تحریمہ کہتے وقت دونوں ہاتھ اُٹھاتے، پھر (بقیہ

نماز میں ہاتھ) نہیں اُٹھاتے تھے۔''

[شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۲۹۴ ح ۱۳۲۹] (المنہاج السوی ص ۲۲۹)

تبصرہ:

ڈاکٹر صاحب کے پاس مرفوع حدیثیں ختم ہوگئیں۔ اب انھوں نے آثار پیش کرنے شروع کردیئے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے اس پیش کردہ اثر کے ایک راوی ابراہیم بن یزید النخعی رحمہ اللہ ہیں جو کہ مدلس تھے۔

[دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث للحاکم ص ۱۰۸، أسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۱، کتاب المدلسین لابی زرعۃ ابن العراقی: ۲، التبیین لأسماء المدلسین لسبط ابن العجمی: ۲]

یہ روایت عن سے ہے لہٰذا ضعیف ہے۔ دیکھئے ساتویں دلیل (۷/۲۵۴) پر تبصرہ

اس کے برعکس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔ دیکھئے شرح سنن الترمذی لابن سید الناس (قلمی ج ۲ ص ۲۱۷)

اس کی سند حسن ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۹) بلکہ آپ جس شخص کو دیکھتے کہ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں کرتا تو اسے کنکریوں سے مارتے تھے۔

[جزء رفع الیدین للبخاری بتحقیقی: ۱۵ وسندہ صحیح]

لہٰذا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کے والد سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

ان کے علاوہ درج ذیل صحابۂ کرام سے بھی رفع یدین ثابت ہے:

۱۔ مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ [صحیح بخاری: ۷۳۷ و صحیح مسلم: ۳۹۱/۸۶۴]

۲۔ ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ [مسائل الامام احمد، روایۃ صالح بن أحمد بن حنبل، قلمی ص ۴/۱۷ وسندہ صحیح]

۳۔ عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۷۳ وسندہ صحیح]

۴۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [السنن الکبریٰ للبیہقی ۷۳/۲ وسندہ صحیح]

۵۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح، نیز دیکھئے ۳۴۹/۲ کا تبصرہ]

۶۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ [مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۵/۱]

۷۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۰ وسندہ صحیح]

۸۔ جابر بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ [مسند السراج ص ۶۲، ۶۳ ح ۹۲ وسندہ حسن]

مشہور تابعی سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم اجمعین) شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۵ وسندہ صحیح]

منکرینِ رفع یدین، آثار کے معاملے میں بھی بالکل تہی دامن ہیں۔

چودھویں اور آخری دلیل (۲۶۱/۱۴):

''عاصم بن کلیب اپنے والد کلیب سے روایت کرتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ صرف تکبیرِ تحریمہ میں ہی ہاتھوں کو اُٹھاتے تھے پھر دورانِ نماز نہیں اُٹھاتے تھے۔''
[ابن ابی شیبہ ۲۱۳/۱ ح ۲۴۴۴] (المنہاج السوی ص ۲۲۹)

تبصرہ:

یہ بھی مرفوع حدیث نہیں بلکہ ایک غیر ثابت شدہ اثر ہے اور ڈاکٹر صاحب کی اس کتاب میں آخری دلیل ہے۔ [دیکھئے المنہاج السوی من الحدیث النبوی ص ۲۲۹]

اس اثر کو کسی قابلِ اعتماد محدث نے صحیح نہیں کہا جب کہ امام احمد نے اس پر جرح کی ہے۔ [دیکھئے المسائل، روایۃ عبداللہ بن احمد ۲۴۳/۱ ت ۳۲۹]

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

'' **فلم يثبت عند أحد منهم علم في ترك رفع الأيدي عن النبي ﷺ ولا عن أحد من أصحاب النبي ﷺ أنه لم يرفع يديه** ''

ان (علماء) میں سے کسی ایک کے پاس بھی ترکِ رفع یدین کا علم نہ تو نبی ﷺ سے

(ثابت) ہے اور نہ نبی ﷺ کے کسی صحابی سے کہ اس نے رفع یدین نہیں کیا۔

[جزء رفع الیدین: ۴۰]

معلوم ہوا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک یہ روایت ثابت نہیں ہے۔

ابن الملقن (متوفی ۸۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ

"فأثر علي رضي الله عنه ضعيف لا يصح عنه وممن ضعفه البخاري "

پس علی رضی اللہ عنہ (کی طرف انتساب) والا اثر ضعیف ہے۔ آپ سے صحیح ثابت نہیں ہے، اسے ضعیف کہنے والوں میں امام بخاری بھی ہیں۔ [البدر المنیر ج۳ ص۴۹۹]

اس کے برعکس سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے تھے۔ دیکھئے تیسری دلیل (۲۵۰/۳) کا تبصرہ، اس روایت کو امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے "صحیح" قرار دیا ہے۔ [علل الخلال بحوالہ البدر المنیر ۴۶۶/۳]

آپ نے دیکھ لیا کہ رفع یدین کے خلاف طاہر القادری صاحب نے تین قسم کی روایات پیش کی ہیں: ۱۔ غیر متعلق روایات ۲۔ ضعیف روایات ۳۔ ضعیف آثار

جبکہ صحیح احادیث و آثار سے رفع یدین (قبل الرکوع و بعدہ) کا کرنا ہی ثابت ہے۔

غالباً اسی وجہ سے شاہ ولی اللہ الدہلوی فرماتے ہیں کہ

" والذي يرفع أحب إلي ممن لا يرفع " إلخ

اور جو شخص رفع یدین کرتا ہے وہ مجھے اس شخص سے زیادہ محبوب ہے جو رفع یدین نہیں کرتا۔ [حجۃ اللہ البالغہ ج۲ ص۱۰، اذکار الصلوٰۃ وہیآتہا المندوب إلیہا]

یہ قول بطورِ الزام پیش کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ اگر وہ مزید تحقیق کرنا چاہتے ہیں تو جزء رفع الیدین للبخاری اور البدر المنیر لابن الملقن کی طرف رجوع کریں۔ وما علینا إلا البلاغ (۸ محرم ۱۴۲۷ھ)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب تفسیر اور ترکِ رفع یدین

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ﴾

اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں میں خشوع اختیار کرتے ہیں۔ [المؤمنون: ۲]

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیتِ کریمہ کی تشریح میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

"ولا یرفعون أیدیھم فی الصلٰوۃ" اور نماز میں اپنے ہاتھ نہیں اٹھاتے۔

[دیکھئے التفسیر المنسوب الی ابن عباس ص ۲۱۲]

بعض لوگ درج بالا عبارت کا درج ذیل ترجمہ کرتے ہیں:

"جو نمازوں کے اندر رفع یدین نہیں کرتے"

[مجموعہ رسائل اوکاڑوی ج ا ص ۱۸۲، تحقیق مسئلہ رفع یدین ص ۶]

عرض ہے کہ یہ ساری کی ساری تفسیر مکذوب وموضوع ہے، سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت ہی نہیں ہے۔

اس تفسیر کے شروع میں درج ذیل سند لکھی ہوئی ہے:

" (أخبرنا) عبدالله الثقة ابن المأمور الهروي قال: أخبرنا أبي قال: أخبرنا أبو عبدالله قال: أخبرنا أبو عبيدالله محمود بن محمد الرازي قال: أخبرنا عمار بن عبدالمجيد الهروي قال: أخبرنا علي بن إسحاق السمرقندي عن محمد بن مروان عن الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس قال..." [تنویر المقباس تفسیر ابن عباس للفیروز آبادی الشافعی ص ۲]

اس تفسیر کی سند کے دو بنیادی راوی (۱) محمد بن مروان السدی (۲) اور محمد بن السائب الکلبی دونوں کذاب ہیں۔

محمد بن مروان السدی کا تعارف

محمد بن مروان السدی کے بارے میں محدثین کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ بخاری نے کہا: **سكتوا عنه** یہ متروک ہے۔[التاریخ الکبیر ۱/۲۳۲]
لا يكتب حديثه البتة، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی۔[الضعفاء الصغیر: ۳۵۰]

۲۔ یحییٰ بن معین نے کہا: **ليس بثقة** وہ ثقہ نہیں ہے۔[الجرح والتعدیل ج۸ص۸۶ وسندہ صحیح]

۳۔ ابو حاتم رازی نے کہا: **هو ذاهب الحديث، متروك الحديث، لا يكتب حديثه البتة**، وہ حدیث میں گیا گزرا ہے، متروک ہے، اس کی حدیث بالکل لکھی نہیں جاتی۔
[الجرح والتعدیل ۸/۸۶]

۴۔ نسائی نے کہا: "**يروي عن الكلبي ، متروك الحديث**" وہ کلبی سے روایت کرتا ہے، حدیث میں متروک ہے۔[الضعفاء والمتروکون: ۵۳۸]

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: **وهو ضعيف غير ثقة**[المعرفۃ والتاریخ ۳/۱۸۶]

۶۔ ابن حبان نے کہا: "**كان ممن يروي الموضوعات عن الأثبات، لا يحل كتابة حديثه إلا علی جهة الإعتبار ولا الإحتجاج به بحال من الأحوال**" یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا، پرکھ کے بغیر اس کی روایت لکھنا حلال نہیں ہے۔ کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں ہے۔[المجروحین ۲/۲۸۶]

۷۔ ابن نمیر نے کہا: کذاب ہے۔
[الضعفاء الکبیر للعقیلی ۴/۱۳۶ وسندہ حسن، یاد رہے کہ الضعفاء الکبیر میں غلطی سے ابن نمیر کے بجائے ابن نصیر چھپ گیا ہے]

۸۔ حافظ ہیثمی نے کہا: "**وهو متروك**"[مجمع الزوائد ۸/۹۹] "**أجمعوا علی ضعفه**" اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔[مجمع الزوائد ۱/۲۱۴]

۹۔ حافظ ذہبی نے کہا: "**كوفي متروك متهم**"[دیوان الضعفاء: ۳۹۶۹]

۱۰۔ حافظ ابن حجر نے کہا: "**متهم بالكذب**"[تقریب التہذیب: ۶۲۸۴]

دیوبندی حلقہ کے نزدیک موجودہ دور کے ''امام اہلسنت'' سرفراز خان صفدر صاحب لکھتے ہیں: ''اور محمد بن مروان السدی الصغیر کا حال بھی سن لیجئے''

امام بخاری فرماتے ہیں کہ اس کی روایت ہرگز نہیں لکھی جا سکتی۔

[ضعفاء صغیر امام بخاری ص ۲۹]

اور امام نسائی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ [ضعفاء امام نسائی ص ۵۲]

علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام نے اس کو ترک کر دیا ہے اور بعض نے اس پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگایا ہے۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔ ابن عدی کا بیان ہے کہ جھوٹ اس کی روایت پر بالکل بین ہے۔ [میزان الاعتدال ج ۳ ص ۱۳۲]

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ وہ متروک ہے۔ [کتاب الاسماء والصفات ص ۳۹۴]

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ وہ بالکل متروک ہے۔ [تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۵۱۵]

علامہ سبکی لکھتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ [شفاء السقام ص ۳۷]

علامہ محمد طاہر لکھتے ہیں کہ وہ کذاب ہے (تذکرہ الموضوعات ص ۹۰)

جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے، ابن نمیر کہتے ہیں کہ وہ محض ہیچ ہے۔ یعقوب بن سفیان کہتے ہیں کہ وہ ضعیف ہے۔ صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا ''وکان یضع'' (خود جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا) ابو حاتم کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اس کی حدیث ہرگز نہیں لکھی جا سکتی۔'' [ازالۃ الریب ص ۳۱۶]

۲۔ یہی موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''صوفی صاحب نے اپنے بڑوں کی پیروی کرتے ہوئے روایت تو خوب پیش کی ہے مگر ان کو سودمند نہیں کیونکہ ''سدی'' فنِ روایت میں ''ہیچ'' ہے۔ امام ابن معین فرماتے ہیں کہ ان کی روایت میں ضعف ہوتا ہے۔ امام جوزجانی فرماتے ہیں ''ھو کذاب شتام'' وہ بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی تھا..... امام طبری فرماتے ہیں کہ اس کی

روایت سے احتجاج درست نہیں .....اس روایت کی مزید بحث ازالۃ الریب میں دیکھئے۔ان بے جان اورضعیف روایتوں سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوسکتا''

[تفریح الخواطر فی ردتنویر الخواطر ص ۷۷تا۸۷]

۳۔ سرفراز صاحب اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''سدی کا نام محمد بن مروان ہے......امام احمد فرماتے ہیں کہ میں نے اس کو بالکل ترک کر دیا ہے (حیرت ہے کہ امام احمد بن حنبل جیسی نقاد حدیث شخصیت تو اس کی روایت کو ترک کرتی ہے مگر مولوی نعیم الدین صاحب اور ان کی جماعت اس کی روایت سے......)'' [تنقید متین ص۱۶۸]

۴۔ موصوف اپنی ایک اور کتاب میں لکھتے ہیں:

''سدی کذاب اور وضاع ہے'' (اتمام البرہان ص۴۵۵) ''صغیر کا نام محمد بن مروان'' ہے امام جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا بقیہ محدثین بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔انصاف سے فرمائیں کہ ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے؟'' [اتمام البرہان ص۴۵۸]

سرفراز خان صفدر دیوبندی لکھتے ہیں:

''آپ لوگ سُدی کی ''دُم'' تھامے رکھیں اور یہی آپ کو مبارک ہو۔''

[اتمام البرہان ص۴۵۷]

سرفراز خان صاحب مزید فرماتے ہیں:

''آپ نے خازن کے حوالے سے ''سدی کذاب'' کے گھر میں پناہ لی ہے جو آپ کی ''علمی رسوائی'' کے لئے بالکل کافی ہے اور یہ ''داغ'' ہمیشہ آپ کی پیشانی پر چمکتا رہے گا۔'' [اتمام البرہان ص۴۵۸]

تنبیہ: موجودہ دور میں رفع یدین کے خلاف ''تفسیر ابن عباس'' نامی کتاب سے استدلال کرنے والوں نے بقولِ سرفراز خان صفدر صاحب سُدی کی دُم تھام رکھی ہے اور ان لوگوں کی پیشانی پر رُسوائی کا یہ داغ چمک رہا ہے۔

محمد بن السائب الکلبی کا تعارف

محمد بن السائب، ابوالنضر الکلبی کے بارے میں محدثین کرام کے چند اقوال درج ذیل ہیں:

۱۔ سلیمان التیمی نے کہا: ''**كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبي**'' کوفہ میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۰ وسندہ صحیح]

۲۔ قرہ بن خالد نے کہا: ''**كانوا يرون أن الكلبي يرزف يعني يكذب**'' لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کلبی جھوٹ بولتا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۰ وسندہ صحیح]

۳۔ سفیان ثوری نے کہا: ہمیں کلبی نے بتایا کہ تجھے جو بھی میری سند سے عن ابی صالح عن ابن عباس بیان کیا جائے تو وہ جھوٹ ہے اسے روایت نہ کرنا۔

[الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱ وسندہ صحیح]

۴۔ یزید بن زریع نے کہا: کلبی سبائی تھا۔ [الکامل لابن عدی ۵/۲۱۲۸ وسندہ صحیح]

۵۔ محمد بن مہران نے کہا: کلبی کی تفسیر باطل ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱ وسندہ صحیح]

۶۔ جوزجانی نے کہا: **كذاب ساقط** [احوال الرجال: ۳۷]

۷۔ یحییٰ بن معین نے کہا: **ليس بشيء** کلبی کچھ چیز نہیں ہے۔

[تاریخ ابن معین، روایۃ الدوری: ۱۳۴۴]

۸۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: ''**الناس مجتمعون علٰى ترك حديثه ، لا يشتغل به، هو ذاهب الحديث**'' اس کی حدیث کے متروک ہونے پر لوگوں کا اجماع ہے۔ اس کے ساتھ وقت ضائع نہ کیا جائے وہ حدیث میں گیا گزرا ہے۔ [الجرح والتعدیل ۷/۲۷۱]

۹۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ''**المفسر متهم بالكذب ورمي بالرفض**''

[تقریب التہذیب:۵۹۰۱]

۱۰۔ حافظ ذہبی نے کہا: ''ترکوہ'' (محدثین نے) اسے ترک کر دیا ہے۔

[المغنی فی الضعفاء:۵۵۴۵]

کلبی کے متعلق سرفراز خان صاحب نے لکھا ہے:

''کلبی کا حال بھی سن لیجئے...... کلبی کا نام محمد بن السائب بن بشر ابو النضر الکلبی ہے۔ امام معتمر بن سلیمان اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے کذاب تھے، ایک ان میں سے کلبی تھا اور لیث بن ابی سلیم کا بیان ہے کہ کوفہ میں دو بڑے بڑے جھوٹے تھے۔ ایک کلبی اور دوسرا سدی۔ امام ابن معین کہتے ہیں کہ لیس بشيءٍ، امام بخاری فرماتے ہیں کہ امام یحیٰی اور ابن مہدی نے اس کی روایت بالکل ترک کر دی تھی۔ امام ابن مہدی فرماتے ہیں کہ ابو جزء نے فرمایا: میں اس بات پر گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے۔ میں نے جب یہ بات یزید بن زریع سے بیان کی تو وہ بھی فرمانے لگے کہ میں نے بھی ان سے یہی سنا کہ ''أشهد أنه كافر'' میں نے اس کے کفر کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ

''**يقول كان جبرائيل يوحي إلى النبي ﷺ فقام النبي لحاجته وجلس علي فأوحي إلٰی علي**''

کلبی کہتا ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی طرف وحی لایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کسی حاجت کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو جبرئیل علیہ السلام نے ان پر وحی نازل کر دی۔

(یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام آنحضرت ﷺ مورد وحی اور مہبطِ وحی کو نہ پہچان سکے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول سمجھ کر ان کو وحی سنا گئے...... اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس بھولے بھالے جبرائیل علیہ السلام نے آگے پیچھے کیا کیا ٹھوکریں کھائی ہوں گی اور کن کن پر وحی نازل کی ہوگی اور نہ معلوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی وہ اس خفیہ وحی میں کیا کچھ کہہ

گئے ہوں گے، ممکن ہے یہ خلافت بلافصل ہی کی وحی ہو جس کو حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں پھونک گئے ہوں گے۔ بات ضرور کچھ ہو گی۔ آخر کلبی کا بیان بلاوجہ تو نہیں ہو سکتا، اور کلبی کے اس نظریہ کے تحت ممکن ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پہلی ہی وحی میں بھول کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا گئے ہوں اور مقصود کوئی اور ہو اور عین ممکن ہے کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ہوں، آخر کلبی ہی کے کسی بھائی کا یہ نظریہ بھی تو ہے کہ:

جبرائیل کہ آمد چوں از خالق بے چوں به پیش محمد شد و مقصود علی بود

معاذ اللہ تعالیٰ، استغفر اللہ تعالیٰ، کلبی نے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی کو ایک ڈراما اور کھیل بنا کر رکھ دیا ہے العیاذ باللہ تعالیٰ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ۔ صفدر) بلکہ کلبی نے خود یہ کہا ہے کہ جب میں بطریق ابو صالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ کوئی روایت اور حدیث تم سے بیان کروں تو ''فھو کذب'' (وہ جھوٹ ہے) امام ابو حاتم فرماتے ہیں کہ حضرات محدثین کرام سب اس پر متفق ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ اس کی کسی روایت کو پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور اس کی روایت لکھی بھی نہیں جا سکتی۔ علی بن الجنید، حاکم ابو احمد اور دارقطنی فرماتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے۔ جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ کذاب اور ساقط ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں کہ اس کی روایت جھوٹ پر جھوٹ بالکل ظاہر ہے اور اس سے احتجاج صحیح نہیں ہے۔ ساجی کہتے ہیں کہ وہ متروک الحدیث ہے اور بہت ہی ضعیف اور کمزور تھا کیونکہ وہ غالی شیعہ ہے، حافظ ابو عبد اللہ الحاکم کہتے ہیں کہ ابو صالح سے اس نے جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''وقد اتفق ثقات أهل النقل على ذمه وترك الرواية عنه في الأحكام والفروع''

تمام اہل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابلِ قبول نہیں ہے۔

اور امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔ [تذکرۃ الموضوعات ص۸۲]
اور علامہ محمد طاہر الحنفی لکھتے ہیں کہ کمزور ترین روایت فن تفسیر میں کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ہے اور **فإذا انضم إليه محمد بن مروان السدي الصغير فهي سلسلة الكذب** . [تذکرۃ الموضوعات ص۸۳ واتقان ج۲ص۱۸۹] اور اس روایت میں خیر سے یہ دونوں شیر جمع ہیں۔'' [ازالۃ الریب ص۳۱۶،۳۱۶] نیز دیکھئے تنقید متین ص۱۶۷، ۱۶۹
اس سند کا تیسرا راوی ابوصالح باذام: ضعیف ہے۔

ابوصالح باذام کا تعارف

۱۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: **يكتب حديثه ولا يحتج به** [الجرح والتعدیل ۲/۴۳۲]
۲۔ نسائی نے کہا: **ضعيف كوفي** [الضعفاء والمتروکین: ۷۲]
۳۔ بخاری نے اسے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا [رقم: تحفۃ الاقویاء ص۲۱]
۴۔ حافظ ذہبی نے کہا: '' **ضعيف الحديث** '' [دیوان الضعفاء: ۵۴۴]
۵۔ حافظ ابن حجر نے کہا: '' **ضعيف يرسل** '' [تقریب التہذیب: ۶۳۴]

بعض علماء نے باذام مذکور کی توثیق بھی کر رکھی ہے مگر جمہور محدثین کی جرح کے مقابلے میں یہ توثیق مردود ہے۔
تنویر المقباس کی اس سند کے متعلق حافظ جلال الدین السیوطی لکھتے ہیں:
'' **وأوهى طرقه طريق الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس فإن انضم إلى ذلك رواية محمد بن مروان السدي الصغير فهي سلسلة الكذب** ''
تمام طرق میں سب سے کمزور ترین طریق '' **الكلبي عن أبي صالح عن ابن عباس رضي الله عنه** '' ہے اور اگر اس روایت کی سند میں محمد بن مروان السدی الصغیر بھی مل جائے تو پھر یہ سند ''سلسلۃ الکذب'' کہلاتی ہے۔ [الاتقان فی علوم القرآن ج۲ص۴۱۶]
واضح رہے کہ یہ سند سلسلۃ الکذب ابوصالح تک ہے '' **الصحابة كلهم عدول**

رضي الله عنهم ''صحابہ رضی اللہ عنہم تمام کے تمام عادل ہیں یہ قاعدہ کلیہ ہے، البتہ ان سے روایت کرنے والے بعد کے راویوں کا عادل وثقہ وصدوق ہونا ضروری ہے یہ بھی ایک قاعدہ کلیہ ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ تفسیر (تنویر المقباس) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ محمد بن مروان السدی اور کلبی کی من گھڑت تفسیر ہے جسے انھوں نے کذب بیانی کرتے ہوئے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منسوب کر دیا ہے۔

تنبیہ: خود سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔

ابوحمزہ (عمران بن ابی عطاء الاسدی، تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ '' **رأيت ابن عباس يرفع يديه إذاافتتح الصلوة وإذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع** '' میں نے (سیدنا) ابن عباس (رضی اللہ عنہما) کو دیکھا کہ وہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن]

یہ روایت مسائل الامام احمد (روایۃ عبداللہ بن احمد ۱/۴، ۲۴ ح ۳۳۱) مصنف عبدالرزاق (۶۹/۲ ح ۲۵۲۳) اور جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۱) میں بھی موجود ہے۔

طاؤس (تابعی) فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ (بن عباس) کو نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ [جزء رفع الیدین: ۲۸ وسندہ صحیح]

سیدنا ابن عباس کا نماز میں رفع یدین کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نماز میں رفع یدین خشوع وخضوع کے خلاف نہیں ہے۔

تنبیہ: اس موضوع تفسیر کے اوکاڑوی ترجمے اور طرزِ استدلال میں بھی نظر ہے۔

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مشہور حدیث

دس صحابۂ کرام کے مجمع میں سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے جو حدیث بیان فرمائی تھی، سب سے پہلے سنن ابی داود سے اس کا متن مع ترجمہ پیشِ خدمت ہے۔ بعد میں اس کی تحقیق، راویوں کا دفاع اور رد کرنے والوں کے شبہات وخیانتوں کا جواب ہوگا۔

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حدثنا أحمد بن حنبل :حدثنا أبو عاصم الضحاك بن مخلد ح وحدثنا مسدّد: حدثنا يحيٰ . وهٰذا حديث أحمد۔ قال: أخبرنا عبدالحميد يعني ابن جعفر: أخبرني محمد بن عمر و بن عطاء قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم منهم أبو قتادة ، قال أبوحميد: أنا أعلمكم بصلٰوة رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم، قالوا: فلم؟ فواللّٰه ! ماكنت بأكثرنا له تبعة ولاأقدمناله صحبة ،قال : بلیٰ، قالوا: فاعرض، قال:كان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم إذاقام إلى الصلٰوة يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ،ثم كبر حتٰى يقرّ كلّ عظم في موضعه معتدلاً، ثم يقرأ، ثم يكبر فيرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه ، ثم يركع ويضع راحتيه علٰى ركبتيه ،ثم يعتدل فلا يصب رأسه ولايقنع ، ثم يرفع رأسه فيقول :سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، ثم يرفع يديه حتٰى يحاذي بهما منكبيه معتدلاً ،ثم يقول :اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، ثمّ يهوي إلى الأرض فيجافي يديه عن جنبيه ، ثم يرفع رأسه ويثني رجله اليسرىٰ فيقعد عليها، ويفتح أصابع رجليه إذا سجد ، ثم يسجد ، ثم يقول: اللّٰه أكبر ويرفع رأسه ويثني رجله اليسرىٰ فيقعد عليها حتٰى يرجع كل عظم إلى موضعه ،ثم يصنع فی الأخرىٰ

مثل ذلك ، ثم إذا قام من الركعتين كبر ورفع يديه حتٰی يحاذي بهما منكبيه كما كبر عند ا فتتاح الصلٰوة ،ثم يصنع ذلك في بقية صلاته حتٰی إذا كانت السجدة التي فيها التسليم أخّرجله اليسریٰ وقعد متوركاً علٰی شقه الأيسر ، قالوا صدقت، هٰكذا كان يصلي ﷺ''

(سنن ابی داود، کتاب الصلوٰۃ باب افتتاح الصلوٰۃ ح۷۳۰ وسندہ صحیح)

(سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے دس صحابۂ کرام، جن میں (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) بھی تھے، کے مجمع میں فرمایا: میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں، انھوں نے کہا: کیسے؟ اللہ کی قسم! آپ نے نہ تو ہم سے زیادہ آپ ﷺ کی اتباع کی ہے اور نہ ہم سے پہلے آپ ﷺ کے صحابی بنے تھے۔ انھوں (سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ) نے کہا: جی ہاں، صحابیوں نے کہا: تو پیش کرو، (سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے) کہا: رسول اللہ ﷺ جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اُٹھاتے (رفع یدین کرتے) پھر تکبیر (اللہ اکبر) کہتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ اعتدال سے ٹھہر جاتی۔ پھر آپ (ﷺ) قراءت کرتے، پھر تکبیر کہتے تو کندھوں تک رفع یدین کرتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے۔ پھر (پیٹھ سیدھی کرنے میں) اعتدال کرتے، نہ تو سر زیادہ جھکاتے اور نہ اُٹھائے رکھتے (آپ کا سر مبارک اور پیٹھ ایک سیدھ میں برابر ہوتے تھے) پھر سر اٹھاتے تو **سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ** کہتے، پھر کندھوں تک اعتدال سے رفع یدین کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے۔ پھر زمین کی طرف جھکتے۔ (سجدے میں) اپنے دونوں بازو اپنے پہلوؤں سے دُور رکھتے۔ پھر آپ سر اُٹھاتے اور بایاں پاؤں دُہرا کر کے (بچھا کر) اس پر بیٹھ جاتے۔ آپ سجدے میں اپنی انگلیاں کھلی رکھتے تھے۔

پھر آپ سجدہ کرتے، پھر اللہ اکبر کہتے اور سجدے سے سر اُٹھاتے، آپ بایاں پاؤں دہرا کر کے اس پر بیٹھ جاتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پہنچ جاتی۔

پھر دوسری رکعت میں (بھی) اسی طرح کرتے۔ پھر جب آپ دو رکعتیں پڑھ کر

کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے اور کندھوں تک رفع یدین کرتے، جیسا کہ آپ نے شروع نماز میں رفع یدین کیا تھا۔ پھر باقی نماز بھی اسی طرح پڑھتے حتیٰ کہ جب آپ کا (آخری) سجدہ ہوتا جس میں سلام پھیرا جاتا ہے تو آپ تورک کرتے ہوئے، بایاں پاؤں (دائیں طرف) پیچھے کرتے ہوئے، بائیں پہلو پر بیٹھ جاتے تھے۔

(سارے) صحابہ نے کہا: ''**صدقت، هكذا كان يصلي صلى الله عليه وسلم**''

آپ نے سچ کہا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

اس روایت کی سند بالکل صحیح ہے۔ اب تفصیلی تحقیق ملاحظہ فرمائیں۔

نور البصر فی توثیق عبدالحمید بن جعفر

مشہور راویٔ حدیث عبدالحمید بن جعفر بن عبداللہ بن الحکم بن رافع الانصاری سے روایت ہے:

''**أخبرني محمد بن عمر و بن عطاء قال: سمعت أبا حميد الساعدي في عشرة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم أبو قتادة ...**'' **إلخ**

مجھے محمد بن عمرو بن عطاء (القرشی العامری المدنی) نے حدیث سنائی، کہا: میں نے (سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) کو (سیدنا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابۂ کرام میں بشمول (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہوئے سنا...... الخ

مفہوم: اس روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے.

[سنن ابی داود: ۷۳۰ وسندہ صحیح، الترمذی: ۳۰۴ وقال: ''حسن صحیح'' ابن خزیمۃ: ۵۸۷، ۵۸۸ ابن حبان، الاحسان: ۱۸۶۴ وصححہ البخاری فی جزء رفع الیدین: ۱۰۲، وابن تیمیۃ فی الفتاویٰ الکبریٰ ۱/۱۰۵ ومجموع فتاویٰ ۲۲/۴۵۳ وابن القیم فی تہذیب سنن ابی داود ۲/۴۱۶ والخطابی فی معالم السنن ۱/۱۹۴]

اس حدیث کو متعدد علماء نے صحیح قرار دیا ہے مثلاً:

(۱) الترمذی (۲) ابن خزیمہ (۳) ابن حبان (۴) البخاری (۵) ابن تیمیہ (۶) ابن القیم (۷) الخطابی رحمہم اللہ اجمعین

اس حدیث کے راویوں کا مختصر و جامع تعارف درج ذیل ہے:

① عبدالحمید بن جعفر رحمہ اللہ

۱۔ یحییٰ بن معین نے کہا: ثقة [تاریخ عثمان بن سعید الدارمی: ۲۶۳، ۶۱۰]

۲۔ احمد بن حنبل نے کہا: ثقة لیس به بأس

[تہذیب الکمال ۱۱/ ۴۱ و کتاب الجرح والتعدیل ۶/ ۱۰ وسندہ صحیح]

۳۔ ابن سعد نے کہا: و کان ثقة کثیر الحدیث

[الطبقات الکبریٰ ج ۱۰ ص ۴۰۰ و تہذیب الکمال ۱۱/ ۴۲]

۴۔ ساجی نے کہا: ثقة صدوق [تہذیب التہذیب ۶/ ۱۱۲]

۵۔ یعقوب بن سفیان الفارسی نے کہا: ثقة [کتاب المعرفۃ والتاریخ ۲/ ۴۵۸]

۶۔ ابن شاہین نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ [ص ۱۵۹، فقرہ: ۹۱۰]

۷۔ علی بن المدینی نے کہا: و کان عند نا ثقة ... إلخ

[سوالات محمد بن عثمان بن أبی شیبہ: ۱۰۵]

۸۔ ان کے علاوہ مسلم بن الحجاج [صحیح مسلم: ۲۵/ ۵۳۳ .. الخ]

۹۔ ترمذی ، ۱۰۔ ابن خزیمہ اور ۱۱۔ بخاری نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دے کر اُس کی توثیق کی۔

۱۲۔ ذہبی نے کہا: الإمام المحدث الثقة. [سیر اعلام النبلاء ۷/ ۲۰، ۲۱]

۱۳۔ ابن نمیر نے اسے ثقہ کہا۔ [تہذیب التہذیب ۶/ ۱۱۲]

۱۴۔ یحییٰ بن سعید القطان اسے ثقہ کہتے تھے الخ [تہذیب التہذیب ۶/ ۱۱۲]

۱۵۔ ابوحاتم الرازی نے کہا: محله الصدق

۱۶۔ ابن عدی نے کہا: أرجو أنه لابأس به وهو یکتب حدیثه [ایضاً ۶/ ۱۱۲]

۱۷۔ ابن حبان نے کہا: **أحد الثقات المتقنین إلخ**

[صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، نسخہ محققہ ج ۵ ص ۱۸۴ قبل ح ۱۸۶۵]

۱۸۔ ابن القطان الفاسی نے کہا: **وعبدالحمید ثقة إلخ**

[بیان الوہم والایہام فی کتاب الاحکام ج ۳ ص ۵۱۴ ح ۱۲۸۷]

۱۹۔ عبدالحق الاشبیلی نے عبدالحمید بن جعفر کی اس حدیث کو "صحیح متصل" قرار دیا۔

[بیان الوہم والایہام ۲/۴۶۲ ح ۴۶۲]

۲۰۔ حاکم نیشاپوری نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ [المستدرک ۱/۵۰۰ ح ۱۸۴۲]

۲۱۔ بوصیری نے اس کی حدیث کو ھذا اسناد صحیح کہا۔ [زوائد ابن ماجہ: ۱۴۳۴]

۲۲۔ ابن تیمیہ ۲۳۔ خطابی اور ۲۴۔ ابن القیم نے اس کی بیان کردہ حدیث کو صحیح کہا۔

۲۵۔ بیہقی نے عبدالحمید بن جعفر پر طحاوی کی جرح کو مردود کہا۔

[معرفۃ السنن والآثار ۱/۵۵۸ تحت ح ۷۸۶]

۲۶۔ ابن الجارود نے منتقیٰ میں روایت کر کے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ [المنتقیٰ: ۱۹۲]

۲۷۔ زیلعی حنفی نے کہا: **ولکن وثقه أکثر العلماءِ** لیکن اکثر علماء نے اسے ثقہ قرار دیا ہے۔

[نصب الرایہ ۱/۳۴۴، اس کے بعد زیلعی کا "إنه غلط في هذا الحدیث" لکھنا جمہور کے مقابلے میں مردود ہے]

۲۸۔ الضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔ [دیکھئے المختارۃ ۱/۵۱۶ ح ۳۸۴]

۲۹۔ ابونعیم الاصبہانی

۳۰۔ اور ابوعوانہ الاسفرائنی نے عبدالحمید بن جعفر کی حدیث کو صحیح قرار دیا۔

[دیکھئے المسند المستخرج علیٰ صحیح مسلم لابی نعیم ۲/۱۳۴ ح ۱۱۷۵، مسند ابی عوانہ ۱/۳۹۱]

۳۱۔ نسائی نے کہا: **لیس به بأس** [تہذیب التہذیب ۶/۱۱۲]

اس جمِ غفیر کی توثیق کے مقابلے میں ۱۔ سفیان ثوری، ۲۔ طحاوی، ۳۔ یحییٰ بن سعید القطان، ۴۔ نسائی اور ۵۔ ابو حاتم الرازی کی جرح ہے جو جمہور کی تعدیل کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ سفیان ثوری کی جرح کا سبب مسئلۂ قدر ہے، اس کی تردید ذہبی نے مسکت انداز میں کر دی ہے۔ [دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۷/۲۱]

ثقہ راوی پر قدری وغیرہ کی جرح مردود ہوتی ہے۔ یحییٰ القطان، نسائی اور ابوحاتم الرازی کی جرح اُن کی تعدیل سے معارض ہے۔ طحاوی کی جرح کو بیہقی نے رد کر دیا ہے۔ نسائی کے قول "**لیس به بأس**" کے لیے دیکھئے تہذیب الکمال (۴۱/۱۱) وسیر اعلام النبلاء (۲۱/۷) وتاریخ الاسلام للذہبی (۴۷۶/۹)

خلاصۃ التحقیق:

عبدالحمید بن جعفر ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہیں۔ والحمدللہ

حافظ ابن القیم نے عبدالحمید بن جعفر پر جرح کو مردود قرار دیا ہے۔

[تہذیب السنن مع عون المعبود ۴۲۱/۲]

عبدالحمید مذکور پر طحاوی کی جرح جمہور کی توثیق کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ ابوحاتم کی جرح باسند صحیح نہیں ملی اور اگر مل بھی جائے تو جمہور کے مقابلے میں ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ [نیز دیکھئے توثیق کرنے والے: ۱۵]

صحیح بخاری وصحیح مسلم وسنن اربعہ کے مرکزی راوی محمد بن عمرو بن عطاء القرشی العامری المدنی کا مختصر وجامع تعارف پیش خدمت ہے:

② محمد بن عمرو بن عطاء

(۱) ابوزرعہ الرازی نے کہا: **ثقة** [الجرح والتعدیل ۲۹/۸ وسندہ صحیح]

(۲) ابوحاتم الرازی نے کہا: **ثقة صالح الحديث** [الجرح والتعدیل ۲۹/۸]

(۳) ابن سعد نے کہا: **وكان ثقة له أحاديث** [الطبقات الکبریٰ، القسم المتمم ص ۱۲۳، ۱۲۴]

(۴) ابن حبان نے اسے کتاب الثقات میں ذکر کیا۔ [۳۶۸/۵]

(۵) بخاری (۶) مسلم (۷) الترمذی (۸) ابن خزیمہ (۹) خطابی (۱۰) ابن تیمیہ (۱۱) ابن الجارود [المنتقیٰ: ۱۹۲]

(۱۲) ابن القیم نے اس کی حدیث کو صحیح قرار دیا اور فرمایا: "**فإنه من كبار التابعين المشهورين بالصدق والأمانة والثقة**" [تہذیب السنن مع عون المعبود ۴۲۱/۲]

(۱۳) ذہبی نے کہا: **أحد الثقات** [سیر اعلام النبلاء ۲۲۵/۵]

(۱۴) ابن حجر العسقلانی نے کہا: **ثقة .....ووهم من قال إن القطان تكلم فيه ، أو إنه خرج مع محمد بن عبدالله بن حسن فإن ذاك هوابن عمر وبن علقمة الآتي**

[تقریب التہذیب: ۶۱۸۷]

(۱۵) [کہا جاتا ہے کہ] نسائی نے کہا: **ثقة** [تہذیب الکمال ۱۱۲/۱۷]

(۱۶) ابوعوانہ الاسفرائنی [مسند ابی عوانہ ۲۶۹/۱]

(۱۷) ابونعیم الاصبہانی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ [المستخرج علیٰ صحیح مسلم ۳۹۶/۱ ح ۷۹۳]

(۱۸) الضیاء المقدسی نے اس کی حدیث کو المختارہ میں روایت کر کے صحیح قرار دیا۔

[المختارہ ۶۳/۱۳ ح ۹۶]

(۱۹) حاکم نے اس کی حدیث کو "**صحيح على شرط الشيخين**" کہا۔

[المستدرک ۳۸۱/۱ ح ۱۴۰۶]

(۲۰) ابوالزناد عبداللہ بن ذکوان المدنی نے کہا: "**وكان امرئ صدق**"

[تہذیب الکمال ۱۱۲/۱۷]

(۲۱) ابن القطان الفاسی نے کہا: "**أحد الثقات**"

[نصب الرایہ ۳۷۱/۲، بیان الوہم والایہام ۳۶۷/۵ ح ۲۵۴۰]

(۲۲) ابومحمد (عبدالحق الاشبیلی) اس کی احادیث کو صحیح کہتے ہیں۔

[بیان الوہم والایہام ۳۶۸/۵]

(۲۳) زیلعی حنفی نے ابن القطان کی توثیق نقل کر کے تردید نہیں کی۔ [نصب الرایہ ۳۷۱/۲]

(۲۴) محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے عینی حنفی نے حجت پکڑی۔

[دیکھئے شرح سنن ابی داود للعینی ج ۵ ص ۷۷ ا ح ۱۲۵۶۰]

(۲۵) نووی نے محمد بن عمرو بن عطاء کی حدیث سے حجت پکڑی اور اسے صحیح یا حسن قرار دیا۔

[دیکھئے خلاصۃ الاحکام ۳۴۴/۱ ح ۱۰۴۱-۱۰۴۴ و ص ۳۹۴ ح ۱۲۴۵]

(۲۶) حسین بن مسعود البغوی نے اس کی حدیث کو صحیح کہا۔ [شرح السنۃ ۱۵/۱۳ ح ۵۵۷]

اس جمِ غفیر کے مقابلے میں ابن القطان الفاسی نے محمد بن عمرو پر یحییٰ بن سعید القطان اور سفیان ثوری کی جرح نقل کی ہے۔ [تہذیب التہذیب ۹/۳۷۴]

یہ جرح دو وجہ سے مردود ہے:

۱: یہ جمہور کے خلاف ہے۔

۲: اس جرح کا تعلق محمد بن عمرو بن عطاء سے نہیں بلکہ محمد بن عمرو بن علقمۃ اللیثی سے ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (۹/۳۷۴، دوسرا نسخہ ۹/۳۳۲)

تنبیہ: محمد بن عمرو بن علقمہ اللیثی پر بھی جرح مردود ہے، وہ قولِ راجح میں صدوق حسن الحدیث راوی ہے۔ والحمد للہ

خلاصۃ التحقیق:

محمد بن عمرو بن عطاء المدنی بالاجماع یا عندالجمہور ثقہ وصحیح الحدیث راوی ہے۔

تنبیہ: احمد یار نعیمی بریلوی رضا خانی نے کذب وافترا کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ
''محمد بن عمرو ایسا جھوٹا راوی ہے۔ کہ اس کی ملاقات ابوحمید ساعدی سے ہرگز نہ ہوئی۔ مگر کہتا ہے سمعت میں نے اُن سے سُنا۔ ایسے جھوٹے آدمی کی روایت موضوع یا کم سے کم اول درجہ کی مدلس ہے۔'' [جاء الحق حصہ دوم ص ۶۵ چھٹا باب رفع یدین کرنا منع ہے، دوسری فصل]

محمد بن عمرو بن عطاء المدنی رحمہ اللہ کو کسی محدث نے بھی جھوٹا نہیں کہا لہٰذا معلوم ہوا کہ احمد یار نعیمی بذاتِ خود بہت بڑا جھوٹا راوی ہے۔ یہ احمد یار نعیمی وہی شخص ہے جس نے لکھا ہے: ''قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ عَلَى الْهُدٰى. وَ كَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ'' [جاء الحق حصہ دوم ص ۳۹ چوتھا باب، امام کے پیچھے مقتدی قراءت نہ کرے، دوسری فصل]

حالانکہ قرآن کریم میں احمد یار کی بیان کردہ آیت موجود نہیں ہے۔ جو شخص اللہ پر جھوٹ بولتے نہیں شرماتا وہ محمد بن عمرو بن عطاء اور ثقہ راویوں کے خلاف جھوٹ لکھنے سے کب شرماتا ہے؟

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا سنِ وفات

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت ہوگئے تھے۔ان لوگوں کی تردید کے لئے جمہور محدثین کے اقوال اور دندان شکن دلائل پیشِ خدمت ہیں،جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بہت بعد ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے:

۱۔ امام لیث بن سعد المصری (متوفی ۱۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[کتاب المعرفۃ والتاریخ للامام یعقوب بن سفیان ج۳ ص۳۲۲ وسندہ صحیح ،معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۱/۵۵۸ ح ۷۸۷ وسندہ صحیح]

۲۔ سعید بن عفیر (متوفی ۲۲۶ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[تاریخ بغداد ۱/۱۶۱ ت ۱۰ وسندہ صحیح]

۳۔ محمد بن عبداللہ بن نمیر (متوفی ۲۳۷ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۲۴۰ ح ۳۲۷۵ وسندہ صحیح]

۴۔ یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر (متوفی ۲۳۱ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [المعجم الکبیر للطبرانی ۳/۲۴۰ ح ۳۲۷۴ وسندہ صحیح]

۵۔ ابراہیم بن المنذر (متوفی ۲۳۶ھ) نے کہا: ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم الاصبہانی ۲/۷۴۹ ح ۱۹۹۲، والمستدرک للحاکم ۳/۴۸۰]

۶۔ یحییٰ بن معین (متوفی ۲۳۳ھ) سے روایت ہے کہ آپ نے کہا آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔[کتاب الکنیٰ للدولابی ۱/۴۹]

۷۔ ابوجعفر عمرو بن علی الفلاس نے کہا: آپ مدینہ میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۱۵/۷۱]

۸۔ ابن البرقی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ دمشق ۱۰۷/۷۱]

۹۔ ابواحمد الحاکم نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ دمشق ۱۰۷/۷۱]

۱۰۔ ترمذی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[تہذیب السنن لابن القیم مع عون المعبود ۴۲۲/۲]

۱۱۔ ابوعبداللہ ابن مندہ الحافظ نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[ایضاً ۴۲۲/۲ ومعرفۃ السنن والآثار ۵۵۸/۱]

۱۲۔ امام بیہقی نے کہا: اہل تاریخ کا اس پر (امام بیہقی کے زمانے میں) اجماع ہے کہ ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [معرفۃ السنن والآثار ۵۵۸/۱ قبل ح ۷۸۷]

۱۳۔ ذہبی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[تجرید اسماء الصحابۃ ۱۹۴/۲، الاعلام بوفیات الاعلام ۳۷/۱ ت ۱۳۱]

۱۴۔ ابن کثیر نے انھیں ۵۴ھ کی وفیات میں ذکر کیا ہے۔ [البدایہ والنہایہ ۷۰/۸]

۱۵۔ ابن حبان نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے..الخ [الثقات ۷۴/۳]

۱۶۔ خلیفہ بن خیاط نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۲۳]

۱۷۔ امام بخاری نے آپ کو ۵۰ھ کے بعد ۶۰ھ تک وفیات میں ذکر کیا ہے۔
[التاریخ الصغیر ۱۳۱/۱]

۱۸۔ ابن حجر العسقلانی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [تقریب التہذیب: ۸۳۱۱]

۱۹۔ ابن الجوزی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [المنتظم ۲۶۸/۵]

۲۰۔ ابن العماد الحنبلی نے کہا: آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ [شذرات الذہب ۶۰/۱]

۲۱۔ عینی حنفی (!) نے کہا: آپ (ایک قول میں) ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔
[عمدۃ القاری ۲۹۴/۲ ح ۱۵۳ باب النہی عن الاستنجاء بالیمین]

اس جم غفیر اور جمہور کے مقابلے میں حبیب اللہ ڈیروی دیوبندی حیاتی نے ہیثم بن عدی (کذاب) سے نقل کیا ہے کہ (سیدنا) ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۳۸ھ میں فوت ہوئے (نورالصباح ص ۲۰۷) حنبل بن اسحاق نے کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ آپ ۳۸ھ میں فوت ہوئے۔ (تاریخ بغداد ۱۶۱/۱)

یہ اقوال جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔ ہیثم بن عدی (کذاب) پر جرح

کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۴/۳۲۴ت ۹۳۱۱) وعام کتب الجرح وجین۔
امام یحییٰ بن معین نے کہا: ''کوفي،لیس بثقة، کذاب'' [الجرح والتعدیل ۹/۸۵ وسندہ صحیح]
کیا خیال ہے اگر ہم بھی ہیثم بن عدی (کذاب) کے مقابلے میں محمد بن عمر الواقدی (کذاب علی الراجح) کی روایت پیش کردیں؟ جو اس نے یحییٰ بن عبداللہ بن ابی قتادہ (وثقہ ابن حبان / الثقات ۷/۵۹۴، وصحح لہ الحاکم فی المستدرک ۱/۳۵۳ ح ۱۳۰۵ ووافقہ الذہبی) سے نقل کی ہے کہ سیدنا ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) مدینہ میں ۵۴ھ میں فوت ہوئے تھے۔
[طبقات ابن سعد ۶/۱۵ وسندہ صحیح الی الواقدی]
یاد رہے کہ حنفیوں و بریلویوں اور بعض دیوبندیوں کے نزدیک واقدی کذاب نہیں ہے۔
ابن ہمام حنفی نے کہا: ''وھذا تقوم به الحجة عندنا إذا وثقنا الواقدي'' إلخ
[فتح القدیر ج ۱ ص ۶۹]
احمد رضا خان بریلوی نے کہا: ''امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں'' (فتاویٰ رضویہ نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۵۲۶) نیز دیکھئے منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین (ص ۹۱) اور الامن والعلیٰ (ص ۷۶، ۷۷)
عبدالحق دیوبندی، اکوڑہ خٹک والے نے کہا: ''کیونکہ واقدی کی روایت اگرچہ حلال وحرام کے مسائل میں حجت نہیں ہے اور حدیث میں وہ ضعیف ہیں مگر تاریخ میں ان کی روایت جمہور تسلیم کرتے ہیں'' [حقائق السنن ج ۱ ص ۲۸۶]
نیز دیکھئے آثار السنن (تحت ح ۷) وسیرۃ المصطفیٰ از محمد ادریس کاندھلوی [ج ۱ ص ۷۷-۸۰]

ایک روایت کا جائزہ

بعض الناس نے موسیٰ بن عبداللہ بن یزید کی روایت پیش کی ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا تھا......الخ
اس روایت کے بارے میں حدیث کے امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا:
''وھو غلط لإجماع أھل التواریخ ..''

یہ روایت اہل تاریخ کے اجماع کی وجہ سے غلط ہے۔ [معرفۃ السنن والآثار ج۱ص۵۵۸]
حافظ ابن القیم نے کہا:

''وقد خطأالأ ئمة رواية موسٰى هذه ومن تابعه وقالوا :هي غلط''إلخ
اور اماموں نے موسیٰ (بن عبداللہ بن یزید) کی اس روایت کو خطا قرار دیا ہے۔اور جو لوگ اس روایت کی اتباع کرنے والے ہیں (مثلاً طحاوی حنفی) انھیں بھی غلط قرار دیا ہے۔امام کہتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے۔[تہذیب السنن ۴۲۳/۲]
جمہور ائمۂ کرام کے مقابلے میں دیوبندیوں وبریلویوں اور بعض حنفیوں کا اس روایت کو صحیح قرار دینا غلط ہے دوسرے یہ کہ اس روایت میں موسیٰ مذکور نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی اور اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں زندہ موجود تھے۔
تنبیہ بلیغ: عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز البغوی رحمہ اللہ کی کتاب ''معجم الصحابۃ'' میں لکھا ہے کہ ''عن موسى الأنصاري قال :أتانا علي رحمه الله فصلى علٰى أبي قتادة فكبر سبعة'' [ج۲ص۴۰ح۴۳۶]
اس کی سند اسماعیل بن ابی خالد: مدلس کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔اسماعیل مذکور کی تدلیس کے لئے دیکھئے طبقات المدلسین (۲/۳۶،والراجح انہ من المرتبۃ الثالثۃ) ومیزان الاعتدال (۲۴۰/۱) وجامع التحصیل للعلائی (ص۱۰۵) والمدلسین لابی زرعۃ بن العراقی (۳) والمدلسین للسیوطی (ص۳) والمدلسین للحلبی (ص۱۴) ومنظومۃ ابی محمود المقدسی
بعض لوگ شعبی (تابعی) کی منقطع روایت پیش کرتے ہیں۔ مجھے یہ روایت باسند نہیں ملی۔
بعض الناس نے ''امام حسن بن عثمان'' کا قول بغیر کسی سند کے پیش کیا ہے، دیکھئے نور الصباح (ص۲۰۶)
حسن بن عثمان نام کے دو راویوں کا ذکر لسان المیزان (۲۱۹/۲، ۲۲۰) میں ہے اور یہ دونوں مجروح ہیں۔

ایک عظیم الشان دلیل

امام نافع (تابعی) رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ام کلثوم بنت علی (رضی اللہ عنہا) کا جنازہ پڑھا، لوگوں میں (سیدنا) ابوسعید اور (سیدنا) ابوقتادہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔الخ [سنن النسائی ۷۱/۴، ۷۲ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح، ومصنف عبدالرزاق ۴۶۵/۳ ح ۶۳۳۷ وسندہ صحیح، منتقیٰ ابن الجارود: ۵۴۵]

عمار بن ابی عمار مولی الحارث بن نوفل سے روایت ہے کہ میں نے ایک عورت (ام کلثوم) اور ان کے بیٹے کا جنازہ پڑھا۔ جنازہ پڑھنے والوں میں (سیدنا) ابو سعید الخدری (سیدنا) ابن عباس (سیدنا) ابوقتادہ اور (سیدنا) ابوہریرہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔الخ [سنن النسائی ۷۱/۴ ح ۱۹۷۹ وسندہ صحیح]

جس عورت کا جنازہ پڑھا گیا تھا یہ ام کلثوم تھیں۔ [سنن ابی داود: ۳۱۹۳ وھو صحیح بالشواہد]

ابن سعد نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے حالات میں عمار بن ابی عمار سے نقل کیا کہ میں ان کے جنازے میں حاضر تھا، ان کا جنازہ سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) نے پڑھایا تھا جو اس وقت مسلمانوں کے امیر تھے۔ [طبقات ابن سعد ۴۶۴/۸، ۴۶۵ وسندہ صحیح]

عبداللہ البہی کہتے ہیں کہ میں حاضر تھا جب (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) نے ام کلثوم کا جنازہ پڑھا تھا۔ [طبقات ابن سعد ۴۶۴/۸ وسندہ صحیح]

عمار بن ابی عمار سے ہی روایت ہے کہ میں جنازے میں حاضر تھا اور لوگوں میں (سیدنا) ابو سعید الخدری (سیدنا) عبداللہ بن عباس (سیدنا) ابو قتادہ اور (سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے۔ [التاریخ الصغیر للبخاری ۱۲۹/۱ وسندہ صحیح، عطاء ھو ابن ابی رباح]

سنن النسائی وغیرہ میں ہے کہ اس وقت (مدینہ میں) لوگوں کے امام (امیر) سعید بن العاص (رضی اللہ عنہ) تھے۔ [النسائی ۷۱/۴ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح]

سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۴۸ھ سے ۵۵ھ تک اقتدار میں رہے۔ [تہذیب السنن ۴۲۳/۲]

آپ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں کئی دفعہ مدینہ کے والی (امیر) بنے۔
[تاریخ الاسلام للذہبی ۴/۲۲۵]

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ ۶۰ ھ میں فوت ہوئے۔ [تقریب التہذیب: ۶۷۵۸]

سیدنا سعید بن العاص رضی اللہ عنہ ۶۰ ھ سے پہلے فوت ہوئے، ۵۸ ھ وغیرہ۔
[دیکھئے تقریب التہذیب ۲۳۳۷ وکتب التاریخ]

یہ بات عقلاً محال ہے کہ ۳۸ ھ میں فوت ہونے والا شخص ۵۰ ھ اور ۶۰ ھ کے درمیان میں فوت ہونے والے کے جنازے میں شامل ہو، لہٰذا درج بالا روایت نص قاطع اور دلیل واضح ہے کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ۵۰ ھ کے بعد (۵۴ ھ) میں فوت ہوئے۔ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فوت نہیں ہوئے۔ یہ ایسی دلیل ہے جس کا کوئی جواب کسی حنفی ودیوبندی وبریلوی کے پاس نہیں ہے۔ والحمدللہ

خلاصۃ التحقیق: سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت منقطع نہیں بلکہ متصل ہے۔ طحاوی اور ان کے مقلدین کا یہ دعویٰ کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دور میں فوت ہو گئے تھے، غلط اور باطل ہے۔ صحیح ومتصل روایات اس دعویٰ کو غلط اور باطل قرار دے رہی ہیں۔

ایک اور دندان شکن دلیل

(مروی ہے کہ) مہلب بن ابی صفرہ نے ۴۴ ھ میں قندابیل (ہند) پر حملہ کیا۔ کابل کے قیدیوں میں سے مکحول، نافع مولیٰ ابن عمر، کیسان والد ایوب السختیانی اور سالم الافطس تھے۔
[تاریخ خلیفہ بن خیاط ص ۲۰۶ وتاریخ الاسلام للذہبی ج ۴ ص ۱۲ حوادث سنۃ اربع واربعین]

معلوم ہوا کہ امام نافع رحمہ اللہ مدینہ طیبہ میں ۴۴ ھ یا اس کے بعد لائے گئے۔

نافع کہتے ہیں کہ ”**فنظرتُ إلى ابن عباس وأبي هريرة وأبي سعيد وأبي قتادة فقلت: ماهٰذا ؟ قالوا: هي السنة**“ پس میں نے ابن عباس، ابو ہریرہ، ابو سعید اور ابو قتادہ (رضی اللہ عنہم) کی طرف دیکھا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا: یہ سنت ہے۔

[سنن النسائی ۴/ ۱۷۱، ۲۷۱ ح ۱۹۸۰ وسندہ صحیح]

اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وفات (۴۰ھ) کے بعد ہوئی اور کم از کم ۴۴ھ یا اس کے بعد بھی سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ زندہ موجود تھے۔ لہٰذا حنفیوں و بریلویوں و دیوبندیوں کا یہ پروپیگنڈا کہ سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں یا اس سے پہلے فوت ہوگئے تھے، بے بنیاد ہے۔

ایک اور دلیل

شاہ ولی اللہ الدہلوی کہتے ہیں کہ ”صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بارے میں تمام محدثین متفق ہیں کہ ان میں تمام کی تمام متصل اور مرفوع احادیث یقیناً صحیح ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اپنے مصنفین تک بالتواتر پہنچی ہیں۔ جو ان کی عظمت نہ کرے وہ بدعتی ہے جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلتا ہے“ [حجۃ اللہ البالغہ اردو ج ۱ ص ۲۴۲ مترجم عبدالحق حقانی]

رشید احمد گنگوہی نے کہا:

”مگر کتاب بخاری اصح الکتب میں جو چودہ روز مذکور ہیں وہ سب سے راجح ہے“

[تالیفات رشیدیہ ص ۳۳۷]

محمد تقی عثمانی نے کہا:

”جہاں تک صحیحین اور موطأ کا تعلق ہے ان کے بارے میں اتفاق ہے کہ ان کی تمام احادیث نفس الامر میں بھی صحیح ہیں“ [درس ترمذی ج ۱ ص ۶۳]

احمد رضا خان بریلوی کے نزدیک صحیحین کا بڑا مقام ہے۔ وہ کسی شخص کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

”کیا قسم کھائے بیٹھے ہو کہ صحیحین کا رد ہی کردو گے!...... صحیحین سے عداوت کہاں تک بڑھے گی“ [فتاویٰ رضویہ/ جدید ج ۵ ص ۱۸۰]

احمد رضا خان لکھتے ہیں:

”یہ بھی شرم نہ آئی کہ یہ محمد بن فضیل صحیح بخاری و صحیح مسلم کے رجال سے ہے۔“

[فتاویٰ رضویہ ۵/۱۷۴]

محدثین کرام اور اہلِ حدیث کے نزدیک بھی صحیحین کی مسند متصل مرفوع تمام احادیث صحیح ہیں۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص۲۳،۳۳) وعلوم الحدیث لابن الصلاح (ص۴۱،۴۲ دوسرا نسخہ ص۹۷) اور ثناء اللہ الزاہدی (اہلِ حدیث) کا رسالہ ''**أحاديث الصحيحين بين الظن و اليقين**'' والحمدللہ

صحیح بخاری میں ہے:

" **عن محمد بن عمرو بن عطاء أنه كان جالساً في نفرٍ من أصحاب رسول الله ﷺ فذ كرنا صلاة النبي ﷺ فقال أبوحميد الساعدي......** "

محمد بن عمرو بن عطاء سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ (محمد بن عمرو بن عطاء نے کہا:) پس ہم نے نبی ﷺ کی نماز کا ذکر کیا تو (سیدنا) ابوحمید الساعدی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا......

[کتاب الاذان باب سنۃ الجلوس فی التشہد ح ۸۲۸]

اس صحیح حدیث سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوا کہ

(۱) محمد بن عمرو بن عطاء صحابۂ کرام کی مجلس میں موجود تھے۔

(۲) اس مجلس میں نبی ﷺ کی نماز کا ذکر ہوا تھا۔

(۳) سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ نے محمد بن عمرو بن عطاء کے سامنے حدیث سنائی تھی۔

رہا یہ مسئلہ کہ اس مجلس میں کون کون سے صحابۂ کرام (رضی اللہ عنہم) موجود تھے تو ان میں سے سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کا ذکر عبدالحمید بن جعفر (ثقہ) کی عن محمد بن عمرو بن عطاء والی روایت میں موجود ہے۔

والحديث يفسر بعضه بعضاً، والحمدللہ

ایک اور دلیل

محمد بن عمرو بن عطاء کی روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ محمد بن اسحاق (بن یسار) نے عباس بن سہل بن سعد الساعدی (ثقہ/تقریب التہذیب:۳۱۷۰) سے نقل کیا ہے کہ

" کنت بالسوق مع أبي قتادة و أبي أسيد و أبي حميد كلهم يقول: أنا أعلمكم بصلٰوة رسول الله ﷺ فقالوا لأحدهم: صلّ ......" إلخ

میں (سیدنا) ابوقتادہ (سیدنا) ابواسید اور (سیدنا) ابوحمید کے ساتھ بازار میں تھا۔ ان میں سے ہر آدمی یہ کہہ رہا تھا کہ میں تم میں سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کی نماز کو جانتا ہوں، تو انھوں نے ایک کو کہا: تو نماز پڑھ...... الخ

[جزء رفع الیدین بتحقیقی:۶ وصحیح ابن خزیمہ:۶۸۱ واتحاف المہرۃ باطراف العشرۃ ج۱۴ص۱۸۲ح۱۷۴۵۰]

یہ روایت حسن ہے۔ ابن اسحاق نے سماع کی تصریح کردی ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار کا حدیث میں مقام

محمد بن اسحاق کے بارے میں محدثین کرام کا اختلاف ہے۔ امام مالک وغیرہ نے انہیں کذاب کہا ہے لیکن جمہور محدثین نے انھیں ثقہ وصدوق، صحیح الحدیث اور حسن الحدیث قرار دیا ہے۔
زیلعی حنفی نے کہا: **"وابن إسحاق الأكثر علىٰ توثيقه"** اور ابن اسحاق کو اکثر نے ثقہ قرار دیا ہے۔ [نصب الرایہ ج۴ص۷]

عینی حنفی نے کہا: **"إن ابن إسحاق من الثقات الكبار عند الجمهور"**

بے شک ابن اسحاق جمہور کے نزدیک بڑے ثقات (ثقہ راویوں) میں سے ہے۔

[عمدۃ القاری ۷/۲۷۰]

محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی نے کہا: "جمہور علماء نے اس کی توثیق کی ہے۔"

[سیرت المصطفیٰ ج۱ص۷۶]

نیز دیکھئے تبلیغی نصاب از محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی (ص۵۹۵) وفضائل ذکر (ص۱۱۷)

احمد رضا خان بریلوی نے کہا:

''محمد بن إسحاق تابعي ثقة إمام السير والمغازي''

[الامن والعلیٰ ص ۱۷۰]

احمد رضا خان نے مزید کہا:

''ہمارے علماء کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحاق کی توثیق ہی ہے''

[منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین ص ۱۴۵ حاشیہ]

تنبیہ: جمہور کی اس توثیق و تعدیل کے مقابلے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ ''محمد بن اسحاق کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثین اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایتِ حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں انکی روایت کسی طرح بھی حجت نہیں ہوسکتی اور اس لحاظ سے انکی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے۔''

[احسن الکلام ج ۲ ص ۷۰ طبع دوم]

یہ کہنا کہ محمد بن اسحاق پر پچانوے فیصدی محدثین جرح کرتے ہیں، صفدر صاحب کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

بعض لوگوں نے ابن اسحاق کی احکام میں روایات پر جرح کی ہے لیکن جمہور محدثین نے احکام میں بھی انھیں صحیح الحدیث و حسن الحدیث قرار دیا ہے۔ چند حوالے درج ذیل ہیں:

۱: ابن خزیمہ [۱/۷۱ ح ۱۵، وغیرہ]

۲: ابن حبان [الاحسان: ۱۰۷۷ دوسرا نسخہ: ۱۰۸۰، وغیرہ]

۳: الترمذی [ح ۱۱۵ وقال: ھٰذا حدیث حسن صحیح الخ]

۴: الحاکم [المستدرک ۱/۴۸۶ ح ۱۷۸۶ وقال: ھٰذا حدیث صحیح الاسناد]

۵: الذہبی [تلخیص المستدرک ۱/۴۸۶ وقال: صحیح]

محمد بن اسحاق کی بیان کردہ فاتحہ خلف الامام کی حدیث کو درج ذیل علماء نے صحیح، حسن اور جید قرار دیا ہے:

٦: دارقطنی [۱/۳۱۷، ۳۱۸ ح ۱۲۰۰ وقال: ھٰذا إسناد حسن]

۷: بیہقی [کتاب القراءت خلف الامام ص ۵۸ ح ۱۱۴ وقال: وھٰذا إسناد صحیح]

۸: ابوداود [بحوالہ التلخیص الحبیر ۱/۲۳۱ ح ۳۴۴]

۹: خطابی [معالم السنن ۱/۱۷۷ ح ۲۵۲ وقال: وإسنادہ جید لاطعن فیہ] وغیرہم

۱۰: ابن الجارود [المنتقی: ۳۲۱]

۱۱: ابن الملقن [البدر المنیر ۳/۵۴۷ وقال: ''ھٰذا الحدیث جید'']

۱۲: ابن علان [الفتوحات ربانیہ ۲/۱۹۳، ''صحیح لامطعن فیہ'']

۱۳: الضیاء المقدسی [ذکرہ فی المختارۃ ۸/۳۳۹۔۳۴۱ ح ۴۱۱۔۴۱۴]

معلوم ہوا کہ جمہور محدثین وعلماء کے نزدیک محمد بن اسحاق بن یسار کی حدیث احکام میں بھی صحیح یا حسن ہوتی ہے۔ لہٰذا جمہور کے مقابلے میں بعض محدثین کے اقوال کی بنیاد پر یہ پروپیگنڈا کرنا کہ احکام میں اس کی روایت حجت نہیں غلط اور مردود ہے۔

نام نہاد اضطراب کا دعویٰ

بعض الناس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ یہ حدیث ''مضطرب'' ہے۔ ان لوگوں کی بیان کردہ ''اضطرابی'' اسانید اوران پر تبصرہ درج ذیل ہے:

۱: محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید رضی اللہ عنہ [صحیح البخاری: ۸۲۸ وسنن ابی داؤد: ۷۳۰]

☆ یہ سند بالکل صحیح ہے۔

۲: محمد بن عمرو: أخبرني مالك عن عياش أو عباس بن سهل

[السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۱۰۱]

☆ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے، اسے سوائے ابن حبان کے کسی نے ثقہ نہیں کہا، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے، محمد بن عمرو بن عطاء سے ثابت ہی نہیں ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ''ضعیف'' ہی قرار دیا ہے۔

[سنن ابی داود ص ۱۱۸ ح ۷۳۳]

تنبیہ: السنن الکبریٰ للبیہقی میں ''أخبر ني مالك'' کا لفظ غلط ہے۔صحیح ''أحد بني مالك'' ہے۔ دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی (ج۲ص ۱۱۸) وصحیح ابن حبان (الاحسان: ۱۸۶۳دوسرانسخہ: محققہ ۱۸۱/۵ ح۱۸٦٦)

۳: محمد بن عمرو عن عباس بن سہل عن ابی حمید رضی اللہ عنہ (البیہقی ۱۱۸/۲)

☆ اس کی سند عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک (مجہول الحال) کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہی ضعیف روایت سنن ابی داود (۷۳۳) میں محمد بن عمرو بن عطاء عن عباس اوعیاش بن سہل'' کی سند سے ہے۔

۴: محمد بن عمرو بن عطاء عن رجل عن ابی حمید رضی اللہ عنہ۔ الخ ملخصاً

[شرح معانی الآثار للطحاوی ۲۵۹/۱]

☆ اس کی سند ضعیف ہے۔اس کا راوی عبداللہ بن صالح کاتب اللیث مختلف فیہ راوی ہے۔اگر یحییٰ بن معین، بخاری، ابوزرعہ اور ابوحاتم (وغیرہم) ماہرین اس سے روایت کریں تو روایت صحیح ہوتی ہے، دوسروں کی روایت میں توقف کیا جاتا ہے۔

[دیکھئے ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ص۴۱۴]

طحاوی کے دونوں استاد فہد اور یحییٰ بن عثمان اہل الحذق (فنِ حدیث کے ماہرین) میں سے نہیں ہیں لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔ نیز دیکھئے میزان الاعتدال (٦/۴۴۰ ۔ ۴۴۵) وتقریب التہذیب (۳۳۸۸) والجوہر النقی (۳۰۹/۱)

دوسرے یہ کہ اصولِ حدیث کا ایک طے شدہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایک ثقہ راوی اپنے استاد سے تصریحِ سماع (حدثنا،سمعت وغیرہ) کے ساتھ ایک روایت بیان کرے اور یہی روایت اپنے اور اپنے استاد کے درمیان کسی واسطے سے بیان کرے تو دونوں روایتیں محفوظ ہوتی ہیں لیکن اعتبار اسی روایت کا ہوتا ہے جس میں اس نے اپنے استاد سے تصریحِ سماع کر رکھی ہو۔تفصیل کے لئے دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح (ص۲۸۹،۲۹۰ دوسرانسخہ ص۳۹۲،۳۹۳، النوع السابع والثلاثون: معرفۃ المزید فی متصل الاسانید)

مثلاً صحیح بخاری کی ایک روایت ''مجاہد عن ابن عباس'' کی سند سے ہے۔ (البخاری:۲۱۶)
جبکہ دوسری روایت میں ''عن مجاہد عن طاؤس عن ابن عباس'' آیا ہے۔ (البخاری:۱۳۶۱)
صحیح بخاری کی یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں، انھیں مضطرب قرار دینا غلط ہے۔

تنبیہ: اگر دو سندیں اس طرح ہوں کہ (۱) محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید (۲) محمد بن عمرو عن رجل عن ابی حمید

فرض کریں کہ پہلی سند میں سماع کی تصریح نہیں ہے اور دوسری سند میں رجل مجہول ہے تو بے شک ایسی روایت ضعیف ہو جاتی ہے۔ لیکن ہماری بیان کردہ روایت میں سماع کی تصریح بھی ہے۔ لہٰذا وہ ''عن رجل'' والی سند سے ضعیف نہیں ہوتی بلکہ یہ بشرطِ صحت اس کی تائیدی روایت بن جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ عطاف بن خالد والی اس سند میں ''رجل'' سے مراد ''عباس بن سہل'' ہے جیسا کہ عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک (مجہول الحال) کی ضعیف حدیث میں صراحت ہے۔ [دیکھئے الاحسان:۱۸۶۶]

حافظ ابن حبان کے نزدیک یہ روایت محمد بن عمرو نے سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے بھی سنی ہے اور عباس بن سہل سے بھی سنی ہے۔ [الاحسان نسخہ محققہ ۱۸۶۵]

فیض الباری کے حاشیے پر لکھا ہوا ہے کہ ''**لا بأس بضعف الرواية فإنها تكفي لتعيين أحد المحتملات**'' ضعیف حدیث کے ساتھ دو محتمل معنوں میں سے ایک معنی کا تعین کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (ج۲ص۴۲۱)

یاد رہے کہ ابن حبان اور ابو داود والی اس ضعیف روایت، جس میں عباس بن سہل کا ذکر موجود ہے، کو نیموی حنفی نے ''**إسناده صحيح**'' لکھا ہوا ہے۔ [آثار السنن:۴۴۹]!!

خلاصۃ التحقیق: عبدالحمید بن جعفر کی بیان کردہ یہ روایت صحیح و محفوظ ہے اور اس پر اضطراب کی جرح باطل و مردود ہے۔

امام محمد بن یحییٰ الذہلی کا اعلان

سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مجلسِ صحابہ میں بیان کردہ حدیث " **فلیح بن سلیمان: حدثني العباس بن سهل الساعدي** " کی سند سے بھی مروی ہے
[سنن ابن ماجہ: ۸۶۳ وسندہ حسن، فلیح بن سلیمان من رجال الصحیحین ووثقہ الجمہور]
اس حدیث میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد تینوں مقامات پر رفع یدین کا اثبات ہے۔ اس حدیث کے بارے میں امام بخاری اور بے شمار محدثین کے استاد امام محمد بن یحییٰ (الذہلی، متوفی ۲۵۸ھ) فرماتے ہیں کہ " **من سمع هذا الحديث ، ثم لم يرفع يديه . يعني إذا ركع وإذا رفع رأسه من الركوع . فصلاته ناقصة** "
جو شخص یہ حدیث سن لے پھر بھی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرے تو اس کی نماز ناقص (باطل) ہے۔ [صحیح ابن خزیمہ ج ا ص ۲۹۸ ح ۵۸۹ وسندہ صحیح]
یاد رہے کہ امام ذہلی کا یہ قول کسی حدیث یا آثارِ سلف صالحین کے خلاف نہیں ہے۔

چند اہم نکات وفوائد

۱: امام ابوحاتم الرازی نے " محمد بن عمرو بن عطاء عن ابی حمید الساعدی " کی حدیث کو " **والحديث أصله صحيح** " کہہ کر " **فصار الحديث مرسلاً** " یعنی مرسل قرار دیا ہے۔ [علوم الحدیث ۱/۱۶۳ ح ۴۶۱، النسخۃ المحققۃ ۱/۴۲۴ ح ۴۶۱]
چونکہ محمد بن عمرو بن عطاء (ثقہ) نے سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح کر دی ہے لہٰذا امام ابوحاتم کا اس روایت کو مرسل قرار دینا غلط ہے۔
۲: عبدالحمید بن جعفر کے بارے میں ابوحاتم الرازی کہتے ہیں: " **محله الصدق** "
[الجرح والتعدیل ۶/۱۰، علل الحدیث ۱/۳۸۲ ح ۱۱۴۰، نسخہ محققہ ۲/۵۰]
اس پر ابوحاتم کی جرح " **لا يحتج به** " (میزان الاعتدال ۲/۵۳۹ ت ۴۷۶۷) باسند صحیح نہیں ملی لہٰذا یہ جرح امام ابوحاتم سے ثابت ہی نہیں ہے۔

۳: سیدنا ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں سخت اختلاف ہے۔
بعض کہتے ہیں: ۳۰ھ، بعض کہتے ہیں: ۶۰ھ یا ۷۰ھ یا ۸۰ھ یا ۴۰ھ
دیکھئے تقریب التہذیب (۶۴۳۶) والإصابۃ (ص ۱۱۵۵، ۱۱۵۶)
لہٰذا بعض الناس کا بالجزم آپ کی وفات ۳۰ھ قرار دینا غلط ہے۔
طبقۂ رابعہ کے راوی ابو الزبیر محمد بن مسلم بن تدرس المکی نے کہا: ''**سمعت أبا أسید الساعدي و ابن عباس** '' إلخ

[المعجم الکبیر للطبرانی ۲۶۸/۱۹، ۲۶۹ ح ۵۹۵ وسندہ حسن، وقال الہیثمی فی مجمع الزوائد ۱۱۴/۴: وإسنادہ حسن]

جب طبقۂ رابعہ والے تابعی کا سماع سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ سے صحیح ثابت ہے تو طبقۂ ثالثہ والے تابعی کا کیوں ناممکن ہے؟ اس سے بھی ''**العلامۃ الحافظ الصادق** '' علی بن محمد المدائنی کے اس قول کی تائید ہوتی ہے کہ سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ ۶۰ھ میں فوت ہوئے، حافظ ذہبی کا اس قول کو ''**وھٰذا بعید** '' (سیر اعلام النبلاء ۵۳۸/۲) کہنا بذاتِ خود بعید اور محلِ نظر ہے۔

۴: سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے ۴۳ھ اور بعض نے ۴۶ھ اور ۴۷ھ کہا ہے دیکھئے تہذیب الکمال (۲۴۰/۱۷) آپ کی صحیح تاریخِ وفات نامعلوم ہے۔
یہ کہنا کہ سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ میں فوت ہو گئے تھے، دعویٰ بلا دلیل ہے۔
اسی طرح بعض الناس کا یہ کہنا کہ ''سیدنا محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۴۰ھ سے پہلے روپوش ہو گئے تھے'' غلط ہے۔

۵: امام لیث بن سعد، امام سعید بن عفیر، امام یحییٰ بن معین اور امام ترمذی وغیرہم نے کہا ہے کہ سیدنا ابو قتادہ رضی اللہ عنہ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ ان ائمہ کی تردید کرتے ہوئے ایک گستاخ شخص لکھتا ہے کہ ''یہ تو سب مشرک و کارِ شیطان کرنے والے تھے''!
اس کا یہی جواب ہے کہ ''**لعنۃ اللہ علی الظالمین** '' امتِ مسلمہ کے جلیل القدر ثقہ اماموں کو ''مشرک'' اور ''کارِ شیطان کرنے والے'' کہنے والا شخص سخت گستاخ اور گمراہ ہے۔

۶: بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ راوی ایک روایت بیان کرتا ہے، اس کے بعض شاگرد اسے مکمل مطول اور بعض شاگرد مختصر وملخص بیان کرتے ہیں۔

مثلاً صحیح بخاری میں مسیئ الصلوٰۃ کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((إذا قمت إلی الصلوٰة فکبر)) إلخ جب تو نماز کے لئے کھڑا ہوتو تکبیر کہہ......الخ

[کتاب الاذان، باب وجوب القراءۃ للامام والمأموم۔۔ح ۷۵۷]

اس میں قبلہ رخ ہونے کا کوئی ذکر نہیں ہے حالانکہ قبلہ رخ ہونا نماز کا رکن اور فرض ہے۔ وضو کا بھی کوئی ذکر نہیں ہے۔

اس حدیث کی دوسری سند میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"إذا قمت إلی الصلوٰة فأسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فکبر " إلخ

جب تو نماز کے لئے کھڑا ہوتو پورا وضو کر، پھر قبلہ رخ ہوجا، پس تکبیر کہہ۔ الخ

[صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب من رد فقال: علیک السلام ح ۶۲۵۱]

اب اگر کوئی منکرِ حدیث یہ شور مچانا شروع کردے کہ پہلی حدیث میں استقبالِ قبلہ اور وضو کا ذکر نہیں ہے۔"اور معرضِ بیان میں عدمِ ذکر کتمان ہے جو یہود کا شیوہ ہے"!

تو اس گمراہ و بے وقوف کا شور باطل ومردود ہے۔ اسے سمجھایا جائے گا کہ ایک صحیح روایت میں ذکر ہو اور دوسری صحیح میں ذکر نہ ہوتو عدمِ ذکر نفی ذکر کی دلیل نہیں ہوتا۔ احادیث کی تمام سندیں اور متون جمع کرکے مشترکہ مفہوم پر عمل کرنا چاہئے۔

انور شاہ کشمیری دیوبندی کہتے ہیں کہ

" اعلم أن الحدیث لم یجمع إلا قطعة قطعة فتکون قطعة عند واحد وقطعة أخریٰ عند واحد فلیجمع طرقه ولیعمل بالقدر المشترك ولا یجعل کل قطعة منه حدیثاً مستقلاً "

اور جان لو کہ احادیث کو ٹکڑوں کی صورت میں جمع کیا گیا ہے۔ پس ایک ٹکڑا ایک راوی کے پاس ہوتا ہے اور دوسرا دوسرے کے پاس، لہٰذا چاہئے کہ احادیث کی

تمام سندیں (اورمتون) جمع کر کے حاصلِ مجموعہ پر عمل کیا جائے اور ہر ٹکڑے کو مستقل حدیث نہ بنایا جائے۔ [فیض الباری ج ۳ ص ۴۵۵]

احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''صدہا مثالیں اس کی پائے گا کہ ایک ہی حدیث کو رُواۃ بالمعنی کس کس متنوع طور سے روایت کرتے ہیں، کوئی پوری، کوئی ایک ٹکڑا، کوئی دوسرا ٹکڑا، کوئی کس طرح، کوئی کس طرح۔ جمع طرق سے پوری بات کا پتہ چلتا ہے'' [فتاویٰ رضویہ نسخہ جدیدہ ج ۵ ص ۳۰۱]

لہٰذا جو لوگ یہ شور مچاتے ہیں کہ صحیح بخاری میں سیدنا ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ والی حدیث میں رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین نہیں ہے، ان کا شور غلط اور مردود ہے۔

ایک اہم نکتہ

صحیح سند سے ثابت ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ [جزء رفع الیدین للبخاری: ۲۲ وسندہ صحیح]

اور یہ بھی مروی ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ شروع نماز، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتوں سے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے۔

[صحیح ابن خزیمہ ج ۱ ص ۳۴۴، ۳۴۵ ح ۶۹۴، ۶۹۵، وقال الحافظ ابن حجر فی کتابہ موافقۃ الخُبر الخَبر ۴۰۹/۱، ۴۱۰ ''ھٰذا حدیث صحیح''!]

ابن جریج نے سماع کی تصریح کر دی ہے اور یحییٰ بن ایوب الغافقی پر جرح مردود ہے، وہ جمہور کے نزدیک ثقہ وصدوق راوی ہیں اور عثمان بن الحکم نے ان کی متابعت کر دی ہے۔

اس روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ '' **ولا یفعله حین یرفع رأسه من السجود** ''

آپ ﷺ سجدے سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

تنبیہ: یہ روایت حنفی اصول کی رُو سے تو صحیح ہے لیکن میرے نزدیک زہری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لہٰذا اس نکتے کا استدلال موقوف روایت اور مجموعی احادیث پر ہے۔

صحیح بخاری میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نماز کا مفصل ذکر موجود ہے مگر اس میں شروع نماز،

رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور رکعتیں (دو رکعتوں) کے بعد کسی رفع یدین کا ذکر موجود نہیں ہے۔ اس حدیث کے آخر میں لکھا ہوا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی نماز کے بارے میں فرماتے:

'' **إن كانت هذه لصلا ته حتى فارق الدنيا** '' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی نماز تھی حتیٰ کہ آپ دنیا سے چلے گئے۔ [صحیح بخاری مع فتح الباری ج۲ص۲۹۰ح۸۰۳]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہی نماز پڑھتے تھے جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی۔ اب چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے لہٰذا اس سے خود بخود ثابت ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک رفع یدین کرتے تھے۔ جس شخص کو اس سے اختلاف ہے تو اسے چاہئے کہ وہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے باسند صحیح یا حسن ترکِ رفع یدین کا ثبوت پیش کرے۔ اس استدلال کے بعد'' **التحقيق الراسخ في أن أحاديث رفع اليدين ليس لها ناسخ** '' پڑھنے کا اتفاق ہوا تو بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے استادوں کے استاد (شیخ الشیوخ) حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی استدلال کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک رفع یدین ثابت کیا ہے۔ دیکھئے التحقیق الراسخ (ص۹۰، ۹۱ نویں حدیث) والحمدللہ

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سجدوں میں بھی رفع یدین ثابت ہے۔

[بحوالہ سنن ابن ماجہ ص۶۲ ح۸۶۰ و مسند احمد ۱۳۲/۲ ح۶۱۶۳]

تو عرض ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اسماعیل بن عیاش کی غیر شامیین وحجازیین سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ دیکھئے سنن الترمذی (باب ماجاء فی الجنب والحائض ح۱۳۱) وتہذیب الکمال (۲۱۴/۲۔۲۱۷)

صالح بن کیسان مدنی (وحجازی) ہیں۔ دیکھئے تقریب التہذیب (۲۸۸۴)

اس ضعیف سند سے استدلال مردود ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ کو بڑا وہم ہوا ہے، انھوں نے بغیر کسی دلیل کے اسے ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ **اِنا لله واِنا اِليه راجعون**

۷: بعض الناس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کے متن میں اضطراب ہے۔
وجہِ اضطراب یہ ہے کہ طحاوی (۱/۱۲۷) وسنن ابی داؤد (ج۱ص۱۰۶ح۷۳۰) میں تورک کا ذکر ہے لیکن سنن ابی داؤد (ج۱ص۱۰۷ح۷۳۳) میں تورک کی نفی (**ولم یتورك**) ہے۔
عرض ہے کہ **ولم یتورك** والی روایت (سنن ابی داود: ۷۳۳) بلحاظِ سند ضعیف ہے جیسا کہ اس مضمون میں گزر چکا ہے۔ اس کا راوی عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک مجہول الحال ہے۔ اسے حافظ ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ مجہول الحال راوی کی روایت سے اضطراب ثابت کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو دن رات سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ یاد رہے کہ بعض روایات میں ''**قالوا جمیعاً صدقت**'' اور بعض روایات میں ان الفاظ کا نہ ہونا اضطراب کی دلیل نہیں ہے جیسا کہ اسی مضمون میں مفصل و مدلل ثابت کر دیا گیا ہے۔
خلاصۃ البحث والتحقیق: اس مضمون کی ساری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ عبدالحمید بن جعفر (ثقہ) کی محمد بن عمرو بن عطاء المدنی (ثقہ) سے سیدنا ابوحمید الساعدی المدنی رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث بالکل صحیح ہے جس میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے......الخ
یہ روایت بالکل بے غبار ہے اس میں کسی قسم کا اضطراب نہیں۔ جمہور محدثین نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کا اس حدیث کی تصدیق کرنا، اس کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک رفع یدین کرتے رہے۔

❀❀❀

ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی کا اللہ تعالیٰ پر بہتان


تحقیق مسئلہ رفع یدین

ابو حنیفہ اکیڈمی



نورالقمرين في اثبات رفع اليدين

انوار خورشید دیوبندی کی کتاب

”حدیث اور اہلحدیث“ کے باب

” ترک رفع اليدين فی غير الافتتاح

تکبیرِ تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرنا چاہیئے“

کا مکمل جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ﴾

تمھارے لئے رسول اللہ (کی ذات) میں بہترین نمونہ ہے۔

[الاحزاب:۲۱]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَكَلَ طَيِّباً وَعَمِلَ فِي سُنَّةٍ وَأَمِنَ النَّاسَ بَوَائِقَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ))

جوشخص پاک (حلال) کھائے، سنت پر عمل کرے اور لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔

[سنن الترمذی: ۲۵۲۰ وسندہ حسن، وصححہ الحاکم ۴/۱۰۴، ووافقہ الذہبی/ ابوبشر حسن الحدیث واخطأ من جھلہ]